پہلا ایڈیشن

ہدایہ اول کے اساتذہ اور طلبہ وطالبات کے لیے قیمتی تحفہ

تلخیص ہدایہ اول

کاوش

محمد انس عبد الرحیم

الهداية
شرح بداية المبتدي

- ہر باب کی مبادیات
- ہر باب کے اہم قواعد
- اختلافات کے نقشے
- اہم امتحانی سوالات
- مفتی بہ اقوال
- مسائل کے نقشے

Suffah Islamic Research Centre
SIRC

ناشر:
صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر

پہلا ایڈیشن

ہدایہ اول کے اساتذہ اور طلبہ وطالبات کے لیے قیمتی تحفہ

تلخیص ہدایہ اول

ہر باب کی مبادیات	ہر باب کے اہم قواعد
مسائل کے نقشے	اختلافات کے نقشے
مفتی بہ اقوال	اہم امتحانی سوالات

کاوش:

محمد انس عبد الرحیم

ناشر: صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر

03152145846

کتاب کا نام	تلخیص ہدایہ اول
مؤلف	محمد انس عبدالرحیم
پہلا ایڈیشن	رجب 1442 ہجری
ناشر	صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر
طبع	ضیاء پرنٹر صدر اردو بازار کراچی 03132331227

ملنے کا پتا

صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر، مکتب فاطمہ زہراء، مکان نمبر A44/1 سیکٹر الیون جی گودھرا کالونی نیو کراچی، نزد مسجد عائشہ صدیق اکبر (صدیقی محلہ)

موبائل نمبر

برائے حضرات: 0315-2145846

برائے مستورات: 0345-0203975

ای میل

786anasraheem@gmail.com

www.suffahpk.com

فہرست مضامین

عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

اس کام کی خصوصیات یہ ہیں:

1۔ ہدایہ ثانی کی تلخیص میں کافی اختصار تھا، ہدایہ اول کی تلخیص میں کوشش کی گئی ہے کہ مسائل کے ساتھ ساتھ دلائل اور اختلافات کی بھی مناسب وضاحت آجائے۔ ان شاء اللہ! طبع ثانی میں تلخیص ہدایہ ثانی کو بھی قدرے تفصیل کی جائے گی؛ تاکہ تشنگی دور ہو جائے۔

2۔ ہر باب کی مبادیات اور اہم قواعد کو سامنے لاتے کی کوشش کی گئی ہے۔ مبادیات سے متعلقہ باب کے بارے میں بصیرت پیدا ہو گی اور قواعد سے کتاب کے ساتھ ساتھ آئندہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گی۔

3۔ اکثر مقامات پر مفتی بہ اقوال کی نشان دہی کی گئی ہے جو ایک طالب علم اور مفتی کا سب سے قیمتی سرمایاہے۔ مفتی بہ قول کے تعین کے لیے فتاوی شامیہ، فتح القدیر اور اکابر کے فتاوی خاص طور پر مد نظر رہے۔ بعض مقامات پر ان کی فوٹو بھی منسلک کی گئی ہے۔

4۔ تلخیص کا مقصد مدرس اور طالب علم دونوں کے لیے کتاب فہمی میں سہولت پیدا کرنا ہے۔

5۔ یہ اس کی پہلی اشاعت ہے۔ یقیناً خامیاں رہ گئی ہوں گی، اس لیے اساتذہ اور طلبہ وطالبات سے گزارش ہے کہ کہیں بھی کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی ضرور نشان دہی کریں۔ ان شاء اللہ! آئندہ اشاعت میں اس کی درستی کا مکمل اہتمام کیاجائے گا۔

7۔ طہارت و نماز، مسائل مستورات، روزہ، زکوۃ اور حج وعمرہ کے حوالے سے صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر نے کورس بھی مرتب کر رکھے ہیں جس میں مفتی بہ اقوال کی رعایت کرتے ہوئے اسباق اور ان کی تمارین مرتب کی گئی ہیں۔ موضوع سے شغف رکھنے والے اس کا ضرور مطالعہ

کریں، بالخصوص اہل علم وفن کے لیے یہ تمام کورسز اور ان کی مشقیں کافی مفید ومعاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

8۔ہدایہ اول اور ثانی کی تلخیص سے فراغت کے بعد ہدایہ ثالث ورابع، شرح وقایہ ثالث ورابع اور دیگر تمام کتب فقہ کی تلخیص اسی طرز پر کرنے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ! قارئین سے نیک دعاؤں کی درخواست ہے۔

9۔جامعۃ السعید کی مجلس تعلیمی کی طرف سے تمام دینی کتابوں کے پرچوں میں 25 نمبر کے سوالات معروضی طرز پر بنانا لازمی ہے۔ الحمد للہ! بندہ تقریبا پندرہ سال سے یہاں تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے اس دوران امتحانات میں جو سوالات بندے نے طلبہ کو دیے وہ، اوران کے علاوہ دیگر ممکنہ موضوعی ومعروضی طرز کے سوالات بھی کتاب کے آخر میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ ان سوالات سے اساتذہ بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور طلبہ بھی۔ یہ سوالات ہماری ویب سائٹ (www.suffahpk.com) پر بھی موجود ہیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو قرآن وسنت، علوم دینیہ اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے اپنی رضائے کامل کے مطابق تاقیام قیامت قبول فرمائے۔ اللہ تعالی اس کاوش کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

العارض: بندہ محمد انس عبد الرحیم

مدرس جامعۃ السعید کراچی، مدیر صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر

3 رجب 1442 ہجری مطابق 16 فروری 2021 عیسوی

ہدایہ اور صاحب ہدایہ

نام علی، ولدیت ابو بکر، کنیت ابوالحسن، خطاب برہان الدین، مرغینان اس وقت ازبکستان کا علاقہ ہے۔ مکمل نام: امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی۔ آپ کی ولادت بعد نماز عصر بروز پیر ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ میں ہوئی۔ تاریخ وفات 593 ہجری ہے۔ آپ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ کی اولاد میں سے ہیں۔ فقہائے حنفیہ میں بڑے عظیم المرتبت فقیہ ہیں، مجتہد فی المذہب کا مقام رکھتے ہیں۔ آپ بیک وقت محدث، مفسر اور ادیب بھی ہیں۔

ہدایہ امام مرغینانی کی اپنی کتاب "بدایۃ المبتدی" کی شرح ہے۔ اس کے پایہ کی کتاب فقہ حنفی میں موجود نہیں۔ ایجاز کے ساتھ ایضاح کا ایسا نمونہ ہے جو شاید ہی کہیں اور مل سکے۔ مؤلف کی کچھ خاص اپنی تعبیرات بھی ہیں جیسے دلیل قرآنی کے لیے "لماتلونا" دلیل حدیث کے لیے "لما روینا" قول صحابی کے لیے "للاثر" اور عقلی دلیل کے لیے "لما بینا" لکھتے ہیں۔ مصنف اپنے لیے کہتے ہیں "قال العبد الضعیف عفااللہ عنہ" یہ ان کے انتہائی تواضع کی علامت ہے۔ اسی طرح الاصل سے مبسوط اور المختصر سے قدوری مراد لیتے ہیں۔ مشائخنا سے سمرقند و بخارا کے مشائخ اور دیارنا کا مصداق بھی یہی علاقے ہوتے ہیں۔

صاحب الہدایہ نے فقہ حنفی کا متن "بدایۃ المبتدی" لکھا جس میں اہمیت کے ساتھ قدوری کے مسئلے کو لیا اور جہاں مسئلے نہ مل سکے وہاں امام محمد کی کتاب جامع صغیر سے مسئلے لیے اور دونوں کو ملا کر کتاب بدایۃ المبتدی تصنیف کی۔ قدوری اور جامع صغیر کے بیان کردہ مسائل میں کوئی فرق ہو تو وہاں بھی جامع صغیر کی عبارت لائی جاتی ہے۔ اس کے مقدمہ میں وعدہ کیا کہ میں اس کی شرح بھی لکھوں گا۔ چنانچہ اسی 80 جلدوں میں اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "کفایۃ المنتہی

"رکھا۔ شرح سے فراغت کے قریب پہنچے تو محسوس ہوا کہ کتاب اتنی لمبی ہو گئی ہے کہ اس کو کوئی نہیں پڑھے گا۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اصل کتاب، بدایۃ المبتدی، ہی کو نہ چھوڑ دیں اس لیے بدایۃ المبتدی کی دوسری شرح مختصر لکھی جس کا نام "الھدایہ" رکھا۔ مصنف یہ کتاب 13 سال کے دورانیے میں روزہ کی حالت میں لکھی، جب خادم کھانا لے کر آتا تو چپکے سے اپنے طلبہ کو کھلا دیتے، خادم بے چارہ یہی سمجھتا کہ کھانا آپ نے کھایا ہے۔

ہدایہ کی عربی شروحات کی تعداد 50 سے زائد ہے جس میں مشہور شروحات فتح القدیر، عنایہ، کفایہ اور بنایہ ہیں۔ اردو شروحات کی تعداد دس تک پہنچنے والی ہے جن میں سے مشہور شروحات اشرف الہدایہ، احسن الہدایہ اور اثمار الہدایہ ہیں۔ ہدایہ کے حواشی بھی متعدد لکھے گئے۔ پاکستانی نسخوں میں علامہ عبدالحی لکھنوی کے حواشی لگے ہوئے ہیں اور ماضی قریب میں اس کے حواشی پر استاذ محترم مفتی ابولبابہ مدظلہم العالی نے نہایت نفیس اور عمدہ کام کیا ہے جس سے کتاب سمجھنا بہت آسان ہو گیا۔

ہدایہ کی احادیث کی تخریج پانچ علما نے کی ہے جن میں زیادہ مشہور علامہ زیلعی کی نصب الرایہ اور حافظ ابن حجر کی الدرایہ ہے۔ اس کی احادیث پر لم اجدہ کا اعتراض جہاں اس کی تخریجات سے ختم ہوتا ہے وہاں اعلاء السنن اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتابوں سے مکمل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ علامہ ظفر احمد عثمانی ان تخریجات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> وكل حديث قال فيه الحافظان :"غريب لم نجده "قدوجدت الكثيرمنه والحمدلله فى "كتاب الخراج"للامام ابى يوسف وفى "كتاب الآثار" للامام محمد بن حسن الشيبانى وفى "كتاب الحجج"له ،رحمة الله عليهما

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالی کی ہیں جس نے علم کی جگہوں (یعنی دلائل شرع) اور اس کی علامتوں (یعنی علما) کو بلندی عطا فرمائی اور شریعت کے شعائر اور اس کے احکام کو ظاہر فرمایا۔ اور رسولوں اور نبیوں کو حق کے راستے کا ہادی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور علما کو انبیا کا خلیفہ اور وارث بنایا (جن کی کچھ صفات یہ ہیں :پہلی) وہ انبیا کی عادات کے طریقوں کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ (دوسری) انبیائے کرام سے جو مسائل منقول نہیں ہوتے ان میں وہ اجتہاد کے راستے پر چلتے ہیں اللہ ہی سے راہ نمائی کے طالب بنتے ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ راہ نمائی اللہ تعالی ہی کے ہاتھ میں ہے۔

پھر وارثین انبیا (علیہم الصلوات والتسلیمات) میں سے متقدمین مجتہدین (یعنی امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ) کو اللہ تعالی نے اس کی خصوصی توفیق بخشی کہ انہوں نے کیا ظاہر (قیاسی) مسائل اور کیا دقیق اور باریک (استحسانی) مسائل غرض ہر طرح کے مسائل کو مدون کر دیا۔ (یعنی امام صاحب اور آپ کے تلامذہ نے لاکھوں مسائل مستنبط کیے) مگر (اس کے باوجود تصانیف اور اجتہاد و استنباط کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ) نئے مسائل مسلسل وقوع پذیر ہیں اور ہر دور میں پیش آنے والے مسائل ایسے ہیں کہ (گزشتہ ادوار میں) وضع کیے گئے مسائل کا پٹکا ان کے سامنے تنگ پڑ جاتا ہے (یعنی گزشتہ دور کے فقہی ذخیرے میں بسا اوقات عصر حاضر کے مسائل کا ذکر نہیں ملتا اس لیے ہر دور میں نئی تصنیفات اور نئے اجتہاد کی ضرورت پیش آتی رہے گی، چنانچہ ہدایہ بھی اپنے دور کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے لکھی گئی، البتہ اجتہاد کوئی آسان کام نہیں۔ یہ اس فن کے شہسواروں کا کام ہے۔ اسی کے بارے میں فرمایا) جنگلی جانوروں کا ان کی جگہوں میں جا کر شکار کرنا (یعنی مشکل اور پیچیدہ مسائل کو اس کے اصل ماخذ کی روشنی میں حل

کر لینا) اور امثال و نظائر پر قیاس یہ دونوں امور مردوں (یعنی بصیرت اور اجتہاد کے درجے پر فائز علما) کے کام ہیں اور اس کے لیے ماخذ سے بھرپور واقفیت اور ان پر غیر معمولی دسترس درکار ہے۔ (یعض علیھا بالنواجذ حال ہے اور وبالوقوف علی المآخذ مکمل جملہ الاعتبار بالامثال کی خبر ثانی ہے۔)

بدایۃ المبتدی کا مقدمہ لکھتے وقت میں نے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ اللہ تعالی کی توفیق سے میں اس کی ایک شرح بنام "کفایۃ المنتہی" لکھوں گا۔ میں نے شرح لکھنا شروع کی دراں حالیکہ وعدہ کچھ گنجائشیں رکھتا ہے (اس لیے شرح کی تکمیل میں تھوڑی بہت تاخیر ہوتی رہی) پھر جب میں اس سے فراغت کا تکیہ لگانے کے قریب پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ اس میں کچھ طوالت ہو گئی ہے۔ (کیونکہ یہ کتاب 80 جلدوں میں ہے) مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں اس طوالت کی وجہ سے کتاب ہی نہ چھوڑ دی جائے اس وجہ سے میں نے اپنی توجہ کی لگام کو اس کی دوسری شرح کی طرف پھیر دیا جس کا نام ہے "ہدایہ"۔ اللہ تعالی کی توفیق شامل حال رہی تو میں اس کے اندر فقہ حنفی کے راجح مسائل اور مضبوط دلائل کو جمع کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ شرح زوائد سے پاک ہو گی اور کفایۃ المنتہی میں جس طرح کی طوالت ہے اس سے اجتناب برتا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود بھی شرح ایسے اصول و قواعد پر مشتمل ہو گی جن سے (مسائل فقہیہ کی) کئی کئی فصلیں متفرع کی جا سکیں گی۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی مجھے اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے تکمیل کے بعد میرا خاتمہ سعادت پر فرمائے۔

اس پورے عمل کا فائدہ یہ ہو گا کہ بلند ہمت جسے زیادہ مسائل جاننے کا شوق ہو گا وہ لمبی اور بڑی شرح (کفایۃ المنتہی) کی طرف راغب ہو گا اور جس کو وقت کی تنگی کا سامنا ہو گا وہ چھوٹی اور کم

ضخامت والی شرح (ہدایہ) پر اکتفا کرلے گا۔ ظاہر ہے لوگوں کے اپنے اپنے رجحانات ہوتے ہیں۔
اور علم تو سراسر خیر ہی خیر ہے۔

(ہدایہ لکھنے کا عزم کر لیا تھا لیکن ابھی لکھنا شروع نہیں کیا تھا) اس کے بعد بعض دینی بھائیوں نے درخواست کی کہ میں انہیں یہ دوسری شرح (ہدایہ) لکھوانا شروع کروں۔ سو اس کے بعد میں نے اس کا باقاعدہ آغاز کر دیا اللہ تعالی سے مدد حاصل کرتے ہوئے اپنے کہے ہوئے کو تحریر کروانے میں۔ تضرع اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی مراد کی آسانی میں۔ بے شک وہی ذات ہے جو ہر مشکل کو آسان کرنے والی ہے۔ وہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ دعاؤں کو قبول کرنے کے وہی لائق ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطہارات

وضو کے فرائض

نمبر شمار	فرائض	دلیل نقلی
1	ایک بار چہرہ دھونا	فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
2	ایک بار دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا	فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وایدیکم الی المرافق
3	چوتھائی سر کا ایک بار مسح	وامسحوا برؤسکم
4	ایک بار دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا	وارجلکم الی الکعبین

داڑھی کتنی دھوئی جائے گی؟

داڑھی چھدری ہو جس میں سے کھال نظر آتی ہے تو اس کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ داڑھی گھنی ہو تو صرف چہرے کی حدود میں آنے والے بالوں کو دھونا فرض ہے، باقی لٹکی ہوئی داڑھی کو دھونا فرض نہیں۔ بلکہ اس کا خلال سنت ہے۔ (امداد الاحکام)

چہرے کی حدود

چہرہ کی حد پیشانی کے بالوں سے ٹھوری کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے۔اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ عربی میں وجہ مشتق ہے مواجہہ سے۔مواجہہ کا مطلب ہوتا ہے کسی کے بالکل آمنے سامنے آنا۔جب آپ کسی کے سامنے آتے ہیں تو چہرے کی یہی حدود نظر آتی ہیں اس لیے لغت اور عرف کے اطلاق کو سامنے رکھتے ہوئے وجہ کی حدود مجتہدین نے یہی لے لیں۔

کہنیاں اور ٹخنے دھوئے جائیں گے یا نہیں؟

امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں دھوئے جائیں گے؛کیونکہ الی المرفقین اور الی الکعبین میں مرفقین اور کعبین غایت ہے اور غایت کبھی اپنے ابتدا میں شامل ہوتا ہے کبھی شامل نہیں ہوتا، نظائر اور دلائل دونوں طرح کے ہیں اس لیے شک کی وجہ سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی اور کہنیاں دھونے کو فرض نہیں کہہ سکتے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کہنیاں دھونا فرض ہے۔اور امام زفر رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست نہیں کہ غایت کا مغیا میں داخل ہونا مشکوک امر ہے بلکہ اس کا ایک ضابطہ ہے اور وہ یہ کہ ان مقامات میں غایہ مغیا میں داخل ہوگا جب غایت پہلے سے اس کا حصہ ہو اور جہاں غایت پہلے سے مغیا کا حصہ نہ ہو وہاں غایہ مغیا میں شامل نہ ہوگا۔

جیسے یہاں مغیا یعنی ہاتھ کے اندر کہنیاں، بلکہ بازو اور بغل بھی پہلے سے ہی داخل سمجھے جاتے ہیں تو یہ غایت اسقاط بنے گا یعنی اگر یہاں مرفقین لاکر ہاتھوں کو دھونے کی حد بیان نہ کی جاتی تو مخاطب یہ سمجھتا کہ ہاتھوں کو بغل تک دھونا ہے اس لیے یہاں مرفقین لاکر واضح کردیا

گیا کہ ہاتھوں کو صرف کہنیوں تک یعنی کہنیوں سمیت دھونا ہے، اس کے بعد والے حصے یعنی بغل اور بازو کو نہیں دھونا بلکہ دھونے کے حکم سے اس کو ساقط کرنا ہے۔

دوسری طرف اتموا الصیام الی اللیل میں رات روزے میں اس لیے شامل نہیں کہ لیل ویسے بھی صوم کا حصہ نہیں، بلکہ صوم تو ایک "گھڑی کے لیے ٹھہرنے" کا نام ہے، اگر الی اللیل نہ فرمایا جاتا تو مخاطب یہ سمجھ بیٹھتا کہ روزہ کچھ دیر کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام ہے حالانکہ شارع کو یہ مطلوب نہیں تھا اس لیے الی اللیل غایت لمد الحکم ہے یعنی غایت لاکر اس ٹھہرنے کی انتہائی حد بتادی گئی کہ اس کی انتہائی حد ایک دو گھڑی نہیں بلکہ رات تک امساک کرنا ہے اس لیے جب اس صورت میں غایہ شروع سے ہی مغیا کا حصہ نہیں اس لیے غایہ مغیا میں شامل بھی نہ ہوگا۔

مسح راس کی مقدار کتنی ہے؟

عند الاحناف دو روایتیں ہیں:

ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے وھو الراجح وعلیہ الفتوی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آلہ مسح یعنی پانچ انگلیوں کے اکثر سے مسح کیا جائے یعنی تین انگلیوں سے وھو قول محمد۔

امام شافعی کے نزدیک تین بالوں پر راس کا اطلاق ہو سکتا ہے اس لیے تین بالوں پر مسح فرض ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک راس سے مراد پورا سر ہے، اس لیے پورے سر کے مسح کا استیعاب ان کے نزدیک فرض ہے۔ احناف کے مفتی بہ قول کی دلیل حدیث مغیرہ ہے کہ آپ ﷺ نے پیشانی پر مسح کیا یعنی پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور پیشانی عموماً سر کے چوتھائی کے

برابر ہوتی ہے۔لہذا اگر قرآن کریم کی آیت وامسحوا برؤسکم میں مسح راس مجمل ہے تو حدیث مغیرہ سے اس اجمال کی تفسیر ہوجاتی ہے۔

وضو کے سنن موکدہ، اجمالی جائزہ

	سنن	دلیل نقلی	ضروری بات
1	دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونے سے آغاز کرنا	إذا استيقظ أحدكم من منامه فلا يغمسن يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثا فإنه لا يدري أين باتت يده	نیند سے بیدار ہو کر وضو کرے یا عام حالت میں، دونوں صورتوں میں یہ سنت ہے
2	بسم اللہ پڑھنا	لاوضوء لمن لم يسم الله تعالى	صاحب ہدایہ کے نزدیک مستحب ہے
3	مسواک کرنا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے	ٹوتھ پیسٹ سے صرف صفائی کی سنت ادا ہوتی ہے لکڑی کی نہیں
4	کلی کرنا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے	تین الگ الگ پانی سے کلی کرے
5	ناک میں پانی چڑھانا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے	تین الگ الگ پانی سے کرے

6	کانوں کا مسح سر کے مسح کے پانی سے کرنا	الأذنان من الرأس اس حدیث میں سائنس کو نہیں بلکہ حکم کو بیان کیا گیا ہے اس لیے سر کے پانی سے کانوں کا مسح ہوگا	امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے الگ پانی لیا جائے
7	داڑھی کا خلال کرنا	لأن النبي عليه والسلام أمره جبريل عليه السلام بذلك	ایک قول میں صرف جائز ہے سنت نہیں
8	انگلیوں کا خلال کرنا	خللوا أصابعكم كي لا تتخللها نار جهنم	قاعدہ: اکمال الفرض فی محلہ صادق آتا ہے
9	ہر عضو تین مرتبہ دھونا	توضأ ثلاثا ثلاثا وقال: هذا وضوئي ووضوء الأنبياء من قبلي	قاعدہ: اکمال الفرض فی محلہ صادق آتا ہے
10	نیت کرنا	انما الاعمال بالنيات	عند الشافعی فرض ہے وعند القدوری مستحب
11	مکمل سر کا مسح کرنا	أن أنسا رضي الله عنه توضأ ثلاثا ثلاثا ومسح برأسه مرة واحدة وقال هذا وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم	امام مالک کے نزدیک فرض ہے قاعدہ: اکمال الفرض فی محلہ صادق آتا ہے
12	ترتیب سے کرنا	آپ ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی	عند الشافعی فرض ہے وعند القدوری مستحب

13	دائیں طرف سے آغاز کرنا	ان اللہ یحب التیامن فی کل شیئ	راجح یہ ہے کہ یہ مستحب ہے

سنن وضو کا ضابطہ:

وضو کے فرائض میں جو چیز فرض کے محل کے اندر رہتے ہوئے فرض کی تکمیل کرے وہ سنت ہو گی۔ جیسے ہر عضو کو تین بار دھونا اس فرض کی تکمیل کرتا ہے اس لیے سنت کہلائے گا۔ انگلیوں کا خلال ہاتھ اور پاؤں دھونے کے فرض کی تکمیل کرتا ہے اس لیے سنت ہے۔ مسح راس کا استیعاب مسح کی تکمیل کرتا ہے اس لیے سنت ہے۔

اس کے برعکس دعائیں پڑھنا کسی فرض کے محل میں اس کی تکمیل نہیں کرتیں اس لیے سنت نہیں بلکہ مستحب ہیں۔ اس ضابطے کو دیکھتے ہوئے داڑھی کا خلال مستحب یا جائز ہونا چاہیے، سنت نہیں، چنانچہ طرفین سے ایک قول یہی منقول ہے لیکن یہ قول مفتی بہ نہیں۔

والوعید لعدم رویتہ سنۃ:

یعنی حدیث میں وارد یہ وعید کہ "جس نے تین بار سے کم یا زیادہ بار اعضا دھوئے اس نے تعدی کی اور ظلم کیا" اس کا مصداق خاص وہ صورت ہے جب وہ اس نظریے سے دھوئے کہ سنت تین بار دھونا نہیں بلکہ دو بار یا چار بار دھونا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص شک کے موقع پر اطمینان قلب کے لیے سے زیادہ بار دھوئے تو اسے کوئی گناہ نہیں، اسی طرح جو شخص مجبوری کی وجہ سے تین سے کم بار استعمال کرے وہ بھی گناہ گار نہیں۔

نیت کی بحث

موقف شافعیہ اور اس کے دلائل:

امام شافعی کے نزدیک وضو میں نیت فرض ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

1۔ وضو عبادت ہے اور کوئی عبادت بغیر نیت کے درست نہیں اس لیے وضو بھی بغیر نیت درست نہیں۔ لقولہ ﷺ: انما الاعمال بالنیات۔

2۔ تیمم میں نیت فرض ہے تو وضو میں فرض کیوں نہیں؟

احناف کے دلائل اور دلائل شافعیہ پر رد

1۔۔۔ ایک ہے کسی چیز کا وجود میں آجانا اور دوسرا ہے اس کا باعث ثواب ہونا۔ پانی سے اعضائے وضو کو دھولینے سے وضو کا وجود ہو جاتا ہے اور آدمی پاک ہو جاتا ہے؛ کیونکہ پانی کی طبیعت اللہ تعالی نے یہ بتائی ہے وانزلنا من السماء ماء طهورا یعنی پانی مطہر ہے چاہے نیت ہو یا نہ ہو وہ آدمی کو پاک کر دیتا ہے۔ جہاں تک بات ہے ثواب کی تو وہ نیت کے بغیر نہیں ملتا۔ اور حدیث انما الاعمال بالنیات کا مطلب بھی یہی ہے کہ انما ثواب الاعمال بالنیات۔ اب ہمارا کام یعنی نماز کی صحت وہ نفس وضو سے پورا ہو جاتا ہے۔ اس لیے نیت کو سنت کہہ سکتے ہیں، فرض نہیں۔

2۔۔۔ تیمم پانی سے نہیں بلکہ مٹی سے کیا جاتا ہے۔ پانی ہر حال میں مطہر ہے، جبکہ مٹی ہر حال میں مطہر نہیں، بلکہ مخصوص حالت میں جب کوئی عذر شرعی معتبر پایا جائے تب مطہر بنتا ہے اس لیے اس حالت میں نیت ضروری ہے تاکہ عام حالت اور مخصوص حالت میں فرق ہو جائے جبکہ پانی کیونکہ ہر حال مین مطہر ہے اس لیے نیت ضروری نہیں بلکہ صرف مسنون ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت فتیمموا میں لفظ تیمم کے لغت میں معنی ہی قصد وارادے کے ہیں اس لیے اس لفظ کے مقتضا پر عمل کرتے ہوئے نیت کو فرض قرار دیا گیا جبکہ وضو کے اندر نیت کے معنی نہیں ہیں اس لیے اس میں نیت کو فرض قرار نہیں دیا گیا۔

سر کا مسح ایک پانی سے یا تین الگ الگ پانی سے؟

امام شافعی کے نزدیک تین بار مسح ہوگا اور تینوں بار نیا پانی لیا جائے گا۔ ان کے پاس بھی احادیث ہیں اور احناف کے پاس احادیث بھی ہیں اور نظائر و قیاس بھی۔ قیاس یہ ہے کہ مسح راس مسح ہے اور وضو کے کسی بھی مسح میں تثلیث نہیں ہے جیسے مسح علی الخفین میں تثلیث نہیں لہذا سر کے مسح میں بھی تثلیث نہ ہوگی۔

شافعیہ کی دلیل نقلی کا جواب یہ ہے کہ تین بار والی احادیث کا مصداق یہ نہیں کہ تین بار نئے پانی سے سر کا مسح کیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک پانی سے تین بار مسح کیا جو کہ احناف کے نزدیک جائز اور مشروع ہے۔ اور الزامی جواب یہ ہے کہ اگر تین بار مسح کریں اور ہر بار نیا پانی لیں تو وہ بجائے مسح کے غسل (دھونا) بن جائے گا۔ جبکہ مطلوب مسح ہے نہ کہ غسل۔

ترتیب کی بحث

شافعیہ کا موقف اور دلیل:

امام شافعی کے نزدیک ترتیب فرض ہے۔ دلیل یہ ہے کہ آیت وضو میں فا استعمال ہوا ہے اور فا تعقیب کے لیے آتا ہے یعنی یہ بتانے کے لیے کہ اس چیز کے بعد یہ ہے۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اے مسلمانو! جب نماز کے ارادے سے کھڑے ہو تو اس کے بعد پہلا کام یہ کرو کہ چہرا دھوؤ! جب پہلا کام چہرا دھونا ہوا تو بقیہ امور بھی اسی کے بعد ترتیب سے کرنا لازم ہوں گے کیونکہ جب پہلے کام میں ترتیب ہوئی تو بقیہ میں خود بخود ترتیب لامحالہ ثابت ہوگی۔

احناف کہتے ہیں کہ ترتیب سنت ہے فرض نہیں۔ دلیل یہی قرآنی آیت ہے کیونکہ فا تعقیب کے لیے آتا ہے تو واؤ ائمہ لغت کے اجماع کے مطابق مطلق جمع کے لیے آتا ہے یعنی چند چیزوں کو ایک ساتھ جمع کر دینا اس کا کام ہے ترتیب کی رعایت سے اسے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ہم نے دونوں معنوں کالحاظ رکھنا ہے۔ چنانچہ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانو! جب نماز کے ارادے سے کھڑے ہو تو اس کے بعد پہلے چار اعضا کو دھوؤ۔

فائدہ:

فتاوی شامی میں مزید ان چیزوں کو سنن میں شمار کیا گیا ہے:

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (1/ 123)

فَفِي الْفَتْحِ: وَمِنْ السُّنَنِ التَّرْتِيبُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ، وَالْبُدَاءَةُ مِنْ مُقَدَّمِ الرَّأْسِ وَمِنْ رُءُوسِ الْأَصَابِعِ فِي الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ. اهـ وَذَكَرَ فِي الْمَوَاهِبِ بَدَلَ الْأَوَّلِ التَّيَامُنَ وَمَسْحَ الرَّقَبَةِ، ثُمَّ قَالَ: وَقِيلَ الْأَرْبَعَةُ مُسْتَحَبَّةٌ (قَوْلُهُ: الدَّلْكُ) أَيْ بِإِمْرَارِ الْيَدِ وَنَحْوِهَا عَلَى الْأَعْضَاءِ الْمَغْسُولَةِ حِلْيَةٌ: وَعَدَّهُ فِي الْفَتْحِ مِنْ الْمَنْدُوبَاتِ، وَلَمْ يُتَابِعْهُ عَلَيْهِ فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ، نَعَمْ تَابَعَهُ الْمُصَنِّفُ فِيمَا سَيَأْتِي (قَوْلُهُ: وَتَرْكُ الْإِسْرَافِ) عَدَّهُ فِي الْفَتْحِ مِنْ الْمَنْدُوبَاتِ أَيْضًا، وَلَمْ يُتَابِعْ أَيْضًا بَلْ صَرَّحَ فِي النَّهْرِ بِضَعْفِهِ، وَقَالَ: إنَّهُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ لِإِطْلَاقِ النَّهْيِ عَنْ الْإِسْرَافِ. اهـ وَيَأْتِي تَمَامُهُ (قَوْلُهُ: وَتَرْكُ لَطْمِ الْوَجْهِ بِالْمَاءِ) جَعَلَهُ فِي الْفَتْحِ أَيْضًا مِنْ الْمَنْدُوبَاتِ، وَسَيُصَرِّحُ الْمُصَنِّفُ كَالزَّيْلَعِيِّ بِكَرَاهَتِهِ. قَالَ فِي الْبَحْرِ: فَيَكُونُ تَرْكُهُ سُنَّةً لَا أَدَبًا، لَكِنْ قَالَ فِي النَّهْرِ إنَّهُ مَكْرُوهٌ تَنْزِيهًا

فصل المعانی الناقضۃ للوضوء

نواقض وضو

	عنوان مسئلہ	دلیل	اختلاف
1	سبیلین سے کوئی چیز نکلنا چاہے معتاد ہو یا غیر معتاد	آیت: اوجاءاحد منکم من الغائط حدیث: کل مایخرج من السبیلین	عند مالک غیر معتاد سے نہیں ٹوٹتا
2	غیر سبیلین سے خون پیپ نکلنا جبکہ بہہ جائے۔	متعدد روایات اور سبیلین پر قیاس	عند الشافعی نہیں ٹوٹتا وعند زفر ٹوٹتا ہے لیکن بہنا شرط نہیں
3	قے منہ بھر ہو تب ٹوٹتا ہے اس سے کم سے نہیں	اودسعۃ تملاالفم	عند زفر معمولی قے بھی ناقض ہے
4	چت سونا یا کروٹ پر یا منہ کے بل سو جانا	مفاصل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں	کوئی اختلاف نہیں
5	اپنے جسم کے کسی عضو پر ٹیک لگا کر سونا	مفاصل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اس لیے عموماً کوئی چیز نکل جاتی ہے	ایک فتوی یہ ہے کہ جب تک سرین زمین سے لگی رہے نہیں ٹوٹے گا

6	کسی چیز سے سہارا لگا کر سونا	مفاصل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اس لیے عموماً کوئی چیز نکل جاتی ہے	ایک فتوی یہ ہے کہ جب تک سرین زمین سے لگی رہے نہیں ٹوٹے گا
7	قیام، رکوع، قعود یا مردانہ سجدے میں سو جانا	بیداری کی قوت کچھ باقی رہتی ہے	ضعیف قول کے مطابق ٹوٹ جاتا ہے
8	بے ہوشی ہر کیفیت میں ناقض وضو ہے	نیند سے بڑھ کر ہے	کوئی اختلاف نہیں
9	جنون ہر کیفیت میں ناقض وضو ہے	نیند سے بڑھ کر ہے	کوئی اختلاف نہیں
10	رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا	الامن ضحک منکم قهقهة فی الصلوة	عند الشافعی نہیں ٹوٹتا

سبیلین سے خروج نجاست

سبیلین سے چاہے معمول کے مطابق نجاست نکلے یا خلاف معمول کوئی اور چیز، بہر صورت وضو ٹوٹ جائے گا۔ معمول کی نجاست نکلے اس سے حدث لاحق ہونے کی دلیل آیت اوجاء احد منکم من الغائط ہے اور خلاف معمول چیز نکلنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے اس کی دلیل حدیث ہے آپ ﷺ نے حدث کی تعریف یہ بیان فرمائی کہ مایخرج من السبیلین۔ اس حدیث میں کلمہ ما عام ہے جو معمول کے مطابق نکلنے والی اور خلاف معمول نکلنے والی غرض دونوں قسموں کو شامل ہے۔ لہذا دونوں ہی حدث لاحق کریں گی۔

غیر سبیلین سے خروج نجاست

بدن کے کسی حصے سے خون پیپ نکل کر بہہ جائے یا منہ بھر قے ہوجائے تو ان سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔امام شافعی کے نزدیک ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان کے نزدیک مایخرج من السبیلین سے ٹوٹتا ہے غیر سبیلین سے نجاست نکلے تو نہیں ٹوٹتا۔

امام شافعی کے دلائل:

1۔دلیل نقلی یہ ہے کہ ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے قے فرمائی اور وضو نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غیر سبیلین سے نجاست نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

2۔دلیل عقلی یہ ہے کہ قیاس کی ایک شرط یہ ہے کہ اصل خلاف قیاس نہ ہو۔اگر اصل خلاف قیاس ہو تو اس پر کسی فرع کو قیاس کرنا درست نہیں ہوتا۔ اس مسئلے میں اصل کیا ہے؟ اصل ہے مایخرج من السبیلین اور فرع ہے غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست۔ اصل خلاف قیاس اس طرح ہے کہ نجاست نکلتی ہے سبیلین سے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف سبیلین کو دھونے سے ہی انسان پاک ہوجائے۔اس کے بجائے اعضائے اربعہ کو دھونے کا حکم خلاف قیاس بنتا ہے۔ لہذا جب اصل کا حکم خلاف قیاس ہوا تو اس پر غیر سبیلین کی نجاست کو قیاس کرنا اصولی طور پر درست نہیں ہوا۔لہذا غیر سبیلین سے نجاست نکلنے سے حدث کا حکم لگانا درست نہیں ہوا۔

احناف کے دلائل:

1۔پہلی نقلی دلیل حدیث رسول ﷺ ہے:الوضوء من کل دم سائل

2۔دوسری دلیل نقلی حدیث رسول ﷺ ہے: من قاء اورعف فی صلاتہ فلینصرف ولیتوضا ولیبن علی صلوتہ مالم یتکلم

3۔ دلیل عقلی جو کہ امام شافعی کی دلیل کا توڑ بھی ہے یہ ہے کہ اصل یعنی سبیلین کے اندر علت ہے خروج نجاست اور اس کے دو حکم ہیں: پہلا حکم زوال طہارت اور دوسرا حکم اعضائے اربعہ کو دھونا۔ غیر سبیلین میں جب خروج نجاست کی علت پائی جائے گی تو پہلا حکم متعدی کرنے میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ وہ خلاف قیاس نہیں، سو پہلا حکم متعدی کر دیں گے، لہذا غیر سبیلین میں بھی خروج نجاست سے زوال طہارت ہو گا، جب پہلا حکم لگا تو حکم ثانی لامحالہ لگے گا کیونکہ جب طہارت نہ رہے تو طہارت حاصل کرنے کے لیے وضو لازم ہے۔

اعتراض:

سبیلین میں خروج نجاست وضو ٹوٹ جاتا ہے سیلان کی شرط وہاں کسی نے نہیں لگائی لہذا قیاس صحیح طور پر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ غیر سبیلین میں بھی سیلان کی شرط نہ ہو بلکہ صرف خروج نجاست سے ہی وضو ٹوٹ جانا چاہیے۔

جواب:

سبیلین اور غیر سبیلین میں ایک فرق ہے۔ سبیلین فی نفسہ نجاست کا محل نہیں بلکہ معدے یا مثانے سے ہو کر نجاست وہاں تک منتقل ہوتی ہے اس لیے سبیلین سے نجاست کا تھوڑا بھی باہر نکلنا خروج نجاست شمار ہو گا جبکہ غیر سبیلین میں خون ہر وقت اوپر ہی تیر رہا ہوتا ہے اس لیے وہاں چمڑی ادھڑنے سے جو خون سامنے آتا ہے اسے خروج نجاست نہیں بلکہ ظہور نجاست کہیں گے۔ خروج اس وقت کہیں گے جب وہ بہہ جائے۔ اسی طرح قے کو خارج اس وقت کہیں گے جب منہ بھر کر نکلے، منہ بھر سے کم نکلے تو اسے خارج نہیں کہیں گے۔

تطبیق بین الاحادیث

قے سے متعلق تین طرح کی روایات جمع ہو گئیں۔ ایک امام شافعی کی دلیل کہ قے کے بعد آپ ﷺ نے وضو نہیں فرمایا۔ دوسری امام زفر کی دلیل کہ القلس حدث اور تیسری احناف کی متدل حدیث کہ او دسعۃ تملا الفم یعنی قے اس وقت ناقض ہے جب منہ بھر ہو۔ امام شافعی کی متدل کو منہ بھر سے کم پر اور امام زفر کی روایت کو منہ بھر قے پر محمول کریں تو تمام احایث مین تطبیق ہو جاتی ہے۔

اگر متعدد بار قے ہوئی

اگر متعدد بار تھوڑی تھوڑی قے ہوئی ہو تو عند ابی یوسف مجلس کا اعتبار ہو گا اور عند محمد متلاہٹ کے سبب کا اعتبار ہو گا۔ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

ضابطہ:

مالایکون حدثا لایکون نجسا

جو چیز حدث نہ ہو وہ نجس بھی نہیں اور جو حدث ہو وہ نجس بھی ہو گی۔ منہ بھر سے کم قے حدث نہیں اس لیے نجس بھی نہ ہو گی، اسی طرح بجو خون بہنے کے لائق نہ ہو وہ ناپاک نہیں۔

قے کی اقسام

کڑوے پانی کی قے، کھانے کی قے، پانی کی قے، بلغم کی قے اور خون کی قے۔ پہلی تین قسموں میں وہی حکم ہے کہ منہ بھر ہو تو ناقض وضو ہو گا ورنہ نہیں۔ بلغم کی قے اگر سر سے آئے تو بالاتفاق ناقض وضو نہیں گو منہ بھر ہو۔ اگر بلغم کی قے پیٹ سے آئے تو عند ابی یوسف منہ بھر ہو

تو ناقض ہے کیونکہ یہ الٹی بھی پہلی تین قسموں کی طرح نجاست سے لگ کر خارج ہوتی ہیں۔ طرفین کے نزدیک منہ بھر ہو تب بھی ناقض وضو نہیں کیونکہ چکناہٹ کی وجہ سے نجاست اس میں سرایت نہیں کر سکتی، ہاں چپک سکتی ہے لیکن ظاہر ہے وہ معمولی مقدار میں چپکتی ہے اور معمولی نجاست معاف ہے۔ خون کے ٹکڑے قے کی صورت میں نکلے تو بھی وہی حکم ہے کہ منہ بھر ہو تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔ بہتے خون کی الٹی ہو تو شیخین کے نزدیک وہ کسی اندرونی زخم سے آتا ہے اس لیے منہ کے اندر تک بہتے ہوئے خون کی شکل میں نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا ۔امام محمد کے نزدیک اس میں بھی منہ بھر کا اعتبار ہے۔ یعنی امام محمد کے نزدیک قے کی کوئی بھی قسم ہو منہ بھر سے کم نکلنے کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ہنسنے کی قسمیں

نمبر شمار	نام	تعریف	حکم
1	قہقہہ	خود کو بھی ہنسنے کی آواز آئے اور آس پڑوس کے لوگوں کو بھی	وضو اور نماز دونوں فاسد
2	ضحک	صرف خود کو ہنسنے کی آواز آئے، آس پڑوس کے لوگوں کو نہیں	صرف نماز فاسد ہوگی
3	تبسم	نہ خود کو آواز آئے نہ دوسروں کو	نماز بھی نہیں ٹوٹے گی، نماز میں صرف کراہت آئے گی۔

والدابة تخرج من الدبر:

والدابۃ سے لے کر فصل کے آخر تک بیان کیے گئے مسائل اس پر متفرع ہیں کہ سبیلین سے کوئی چیز نکلے تو چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو وضو ٹوٹ جائے جبکہ غیر سبیلین میں جب تک سیلان کی شرط نہ پائی جائے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

صاحب ہدایہ کا تفرد

نجاست خود نکل کر بہہ جائے تو وضو ٹوٹے گا لیکن اپنی طاقت سے دبا دبا کر نکالے تو نہیں ٹوٹے گا۔ خروج اور اخراج کا یہ فرق جمہور فقہائے احناف کے نزدیک نہیں ہے۔ فتوی اس پر ہے کہ دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ جائے گا۔(فتح: 1/48 طبع رشیدیہ)

فرائض غسل

نمبر شمار	عنوان مسئلہ	دلیل	اختلاف
1	ایک بار کلی کرنا کہ کوے تک پورے منہ میں پانی پہنچ جائے	ان كنتم جنبا فاطهروا	عند الشافعیہ فرض نہیں سنت ہے
2	ناک کی نرم ہڈی تک ایک بار پانی پہنچانا	ان كنتم جنبا فاطهروا	عند الشافعیہ فرض نہیں سنت ہے
3	پورے بدن پر ایک بار پانی بہانا کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے		کوئی اختلاف نہیں

مضمضہ اور استنشاق فرض ہے یا سنت؟

امام شافعی کے نزدیک جس طرح وضو میں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے غسل میں بھی سنت ہے۔ حدیث میں اسے فطرت کہا گیا ہے اور فطرت کا معنی ہے انبیائے کرام کی سنت۔

احناف کہتے ہیں کہ وضو میں سنت جبکہ غسل میں فرض ہے۔ قرآن کریم سے اس کی دلیل ہے: وان کنتم جنبا فاطھروا۔ اس میں فاطھروا باب افتعال سے مبالغے کے ساتھ پاکی حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہو وہاں پہنچایا جائے۔ اب ناک کے اندر نرم ہڈی تک اور کلی کرتے ہوئے حلق کے کوے تک پانی پہنچانا کوئی مشکل نہیں اس لیے یہ دونوں آیت کے مدلول میں داخل ہوں گے۔

جوڑا کھولنا ضروری نہیں

جوڑا بندھا ہوا ہو تو عورتوں کے لیے اسے کھولنا ضروری نہیں، صرف بالوں کی جڑیں گیلی ہو جانا کافی ہے۔ مردوں کے لیے جوڑا کھولنا ضروری ہے۔

لقوله عليه الصلاة والسلام لأم سلمة رضي الله عنها: " أما يكفيك إذا بلغ الماء أصول شعرك " بخلاف اللحية لأنه لا حرج في إيصال الماء إلى أثنائها.

موجبات غسل

	عنوان مسئلہ	دلیل
1	احتلام یعنی نیند میں شہوت کے ساتھ خروج منی	ان كنتم جنبا فاطهروا

2	بیداری میں شہوت کے ساتھ منی نکلنا	ان کنتم جنبا فاطھروا۔ لغت میں جنابت کا مطلب ہوتا ہے بیوی سے شہوت پوری کرنا اس سے ثابت ہوا کہ شہوت سے منی نکلنا شرط ہے۔ امام شافعی کے نزدیک الماء من الماء مطلق ہے اس لیے شہوت کے بغیر منی نکلے تب بھی غسل فرض ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ حدیث مقید ہے یعنی حدیث کا مطلب ہے شہوت سے منی نکلنے پر غسل فرض ہے۔ مقید ہونے کی دلیل جنابت کے لغوی معنی ہیں۔
3	دخول آلہ چاہے فرج میں دخول ہو یا دبر میں چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو	اذا التقی الختانان وغابت الحشفۃ وجب الغسل انزل او لم ینزل
4	جانور کے ساتھ بد فعلی کی تو انزال شرط ہے	ان کنتم جنبا فاطھروا
5	سبیلین کے علاوہ میں بھی انزال شرط ہے	ان کنتم جنبا فاطھروا
6	حیض سے پاک ہونے پر	ولاتقربوھن حتی یطھرن
7	نفاس سے پاک ہونے پر	اس پر اجماع ہے

شہوت کی شرط کس مقام سے نکلنے پر ہے؟

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جیسے منی کے اصل مستقر یعنی پشت سے نکلتے وقت شہوت شرط ہے اسی طرح آلہ تناسل سے نکلتے وقت بھی شہوت شرط ہے۔اس لیے کہ غسل کا تعلق دونوں جگہوں سے ہے صرف ایک سے نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر پشت سے منی نکل کر کہیں رک جائے، آلہ تناسل سے منی نہ نکلے تو بالاتفاق غسل فرض نہیں ہوتا۔جبکہ طرفین کے نزدیک صرف اصل مستقر سے نکلتے ہوئے شہوت شرط ہے،لہذا اس کے بعد شہوت ختم ہو جائے تب بھی غسل فرض رہے گا؛کیونکہ جب اصل مستقر سے شہوت سے نکلنے کی وجہ سے من وجہ غسل فرض ہو گیا تو احتیاط اسی میں ہے کہ وہ وجوب باقی رہے اور اس کے بعد شہوت ختم ہونے سے وجوب ساقط نہ ہو۔

چار مواقع پر غسل مستحب یا مسنون؟

جمعہ، عیدین، وقوف عرفہ اور احرام کے موقعوں پر غسل مسنون ہے۔یہ صاحب ہدایہ کا کہنا ہے۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مسون نہیں بلکہ مستحب کہنا چاہیے کیونکہ سنت ہونے کی دلیل موجود نہیں، صرف ترغیب اور دلیل افضلیت موجود ہے۔ابن الہمام کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔(فتح:1/58)

غسل نماز جمعہ کے لیے ہے یا جمعہ کے دن کے لیے؟

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک غسل جمعہ اور غسل عیدین ان کی نماز کے لیے ہے نہ کہ ان دنوں کے احترام کے لیے۔امام حسن بن زیاد کے نزدیک ان ایام کا غسل ان ایام کے احترام میں ہے نہ کہ نماز جمعہ اور نماز عید کے لیے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے دلائل:

1۔ نماز کی فضیلت زیادہ ہے وقت جمعہ اور وقت عید سے۔ اس لیے طہارت افضل کے لیے ہو گی نہ کہ غیر افضل کے لیے۔

2۔ طہارت ہمیشہ کسی عبادت کے لیے حاصل کی جاتی ہے کسی وقت کے لیے نہیں۔ اور نماز عبادت ہے وقت جمعہ یا وقت عید عبادت نہیں۔

ثمرہ اختلاف یہ ظاہر ہو گا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک عورتوں پر جمعہ اور عیدین کا غسل نہ ہو گا کیونکہ ان پر نماز جمعہ بھی نہیں ہے۔ امام حسن بن زیاد کے نزدیک ان پر غسل ہو گا۔ دوسرا ثمرہ یہ ظاہر ہو گا کہ کوئی شخص ان ایام میں فجر کے وقت یا اس سے پہلے ہی غسل کر لے تو کیونکہ نماز جمعہ اور نماز عید کا وقت داخل نہیں ہوا اس لیے اس کا یہ غسل مسنون نہیں کہلائے گا۔ امام حسن کے نزدیک مسنون کہلائے گا۔

باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز

ماء مطلق اور مقید

پانی کی دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید

ماء مطلق جسے عرف میں پانی کہا جائے۔ ماء مقید جسے عرف میں پانی نہ کہا جائے۔ ماء مطلق سے وضو جائز ہے مقید سے نہیں۔ سوائے نبیذ تمر کے کہ اس سے امام صاحب کے نزدیک باوجود مقید ہونے کے وضو جائز ہے لیکن اس میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول راجح ہے کہ وضو جائز نہیں۔ سمندر، دریا، وادی، چشمہ اور کنوئیں بورنگ کا پانی ماء مطلق ہے جبکہ کسی پھل سے نچوڑا گیا رس، سرکا، شوربا، عرق گلاب، شربت وغیرہ ماء مقید ہے۔

ماء الزعفران مطلق ہے یا مقید؟

زردہ کا رنگ ملا ہوا پانی، زعفران ملا ہوا پانی مطلق ہے یا مقید؟ اس میں اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک مقید ہے اور احناف کے نزدیک مطلق ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مٹی، بجری، ریتی یا ایسی چیز جو زمین کی جنس سے ہو وہ اگر پانی میں مل جائے تو پانی مطلق رہے گا اس لیے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جبکہ جنس الارض کے علاوہ کوئی چیز ملے تو مقید ہو گا جیسے زعفران مل جائے تو مقید ہو گا؛ کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے۔ اس کے مقید ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ اسے ماء الزعفران کہا جاتا ہے یعنی اضافت اور تقیید کے ساتھ بولا جاتا ہے مطلق پانی کوئی بھی نہیں کہتا۔

احناف کہتے ہیں کہ یہ ماء مطلق ہی ہے اور اس کے مطلق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اسے اب بھی پانی ہی کہا جاتا ہے کوئی دوسرا نام جیسے شربت، جوس، شوربا نام بدل گئے اس طرح اس کا نام نہیں بدلا، نیز اسے عرق زعفران وغیرہ بھی نہیں کہا جاتا۔ جہاں تک بات اضافت کی ہے تو اضافت تو ماء البیر اور ماء العین میں بھی پائی جاتی ہے تو کیا وہ بھی مقید ہے؟ تیسری بات یہ کہ جنس الارض کے علاوہ کسی چیز کا پانی میں مل جانا جبکہ وہ بہت معمولی مقدار میں ہو سرے سے اس کو کالعدم ہی ماننا چاہیے لان القلیل مغتفر

مسئلہ قلتین

ماء کثیر کا اطلاق احناف کے نزدیک کم سے کم حوض کبیر پر ہوتا ہے جس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے اگلا کنارہ حرکت نہ کرے۔ (آسانی کے لیے دہ دردہ کو حوض کبیر کہہ دیا جاتا ہے) اس سے کم پانی قلیل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کثیر کی مقدار قلتین

ہے۔ تسہیل بہشتی زیور ص224 پر قلتین کی مقدار 217،728 کلو گرام بتائی گئی ہے۔ ان کی دلیل حدیث اذا بلغ الماء قلتین لایحمل خبثا ہے۔ امام مالک کے نزدیک پانی قلیل ہو تب بھی اس پر ماء جاری والا حکم جاری ہو گا۔ ان کی دلیل حدیث الماء طهور لاینجسه شیئ الا ماغیر لونه اوطعمه اوریحه ہے۔ احناف کے دلائل یہ ہیں:

1۔اذا استیقظ احدکم من منامه فلایغمسن یده فی الاناء حتی یغسلها ثلثا فانه لایدری این باتت یده۔ اس حدیث میں برتن کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیوں فرمایا گیا ہے؟ ظاہر ہے اسی لیے تاکہ برتن کا پانی جو کہ قلیل ہوتا ہے ناپاک نہ ہو۔

2۔لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولایغتسلن فیه من الجنابة۔ اس حدیث میں ماء راکد یعنی ٹھیرے ہوئے پانی میں جو ظاہر ہے قلیل ہوتا ہے، اس کے اندر پیشاب کرنے اور غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ کیوں؟ اسی لیے کہ ماء قلیل نجاست گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔

مسلک غیر کے جوابات:

امام مالک کا مستدل ماء جاری پر محمول ہے؛ کیونکہ وہ حدیث بیر بضاعہ کے حوالے سے ہے اور بیر بضاعہ اس زمانے میں بیر کبیر یعنی ماء جاری تھا۔ امام شافعی کے مستدل کا جواب یہ ہے کہ حدیث قلتین ضعیف ہے۔ ابو داؤد سجستانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اگر درست مان بھی لی جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب پانی دو مٹکوں کے برابر ہوں تب بھی وہ نجاست کا بوجھ اٹھانے سے قاصر رہتا ہے یعنی ناپاک ہو جاتا ہے۔

ماء مستعمل کی بحث

یہاں تین بحثیں ہیں:

1۔ماء مستعمل کی تعریف میں مجتہدین کی آرا۔

2۔اس کے حکم میں اختلاف

3۔پانی مستعمل بنتا کب ہے؟

تعریف میں اختلاف:

شیخین کے نزدیک ماء مستعمل وہ پانی ہے جس میں دو باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے: یا تو اسے ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے یا ثواب کی نیت نہ بھی ہو تو کم از کم اس سے کوئی فرض ساقط ہوا ہو۔ فتوی شیخین کی تعریف پر ہے۔

امام محمد کے نزدیک صرف پہلی بات سے پانی مستعمل ہو گا یعنی جب ثواب کی نیت سے پانی استعمال کیا جائے۔ لہذا ثواب کی نیت نہ ہو تو صرف فرض ساقط ہونے سے پانی مستعمل نہ ہو گا۔

حکم میں اختلاف:

پانچ مذاہب ہیں:

1۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک ماء مستعمل طاہر مطہر ہے جیسے قینچی کے سامنے جتنی بار بھی کوئی چیز آئے گی قینچی اسے کاٹ دے گی اسی طرح پانی کے سامنے جب بھی نجس یا حدث آئے گا پانی اسے ختم کردے گی۔

2۔ امام زفر کے نزدیک استعمال کرنے والا متوضی ہو تو پانی طاہر مطہر ہے اور اگر وہ محدث ہے تو پاک ہے لیکن پاک نہیں کرے گا؛ کیونکہ اعضا حقیقت اور ظاہر میں پاک ہیں اس لحاظ سے مستعمل پانی کو بھی طاہر مطہر ہی کہنا چاہیے لیکن بے وضو کے اندر حکما نجاست ہوتی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے بے وضو اگر استعمال کرے تو پانی کو غیر مطہر کہنا چاہیے۔

3۔ امام محمد کے نزدیک چاہے استعمال کرنے والا متوضی ہو یا محدث بہر صورت طاہر غیر مطہر ہے؛ پاک تو اس لیے کہ حقیقی نجاست اس کے اندر نہیں لگی۔ اور غیر مطہر اس لیے کہ وضو عبادت ہے اور عبادت گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ گناہوں کی یہی گندگی پانی میں سرایت کر جاتی ہے جس کی وجہ سے پانی کی صفت تبدیل ہو جاتی ہے اس لیے اس پانی کو مکمل مطہر نہیں مانا جاسکتا۔ فتوی امام محمد کے قول پر ہے۔

4۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مستعمل پانی نجاست خفیفہ ہے۔ کیونکہ جب نجاست حقیقیہ لگنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو نجاست حکمیہ لگنے کی وجہ سے بھی پانی ناپاک ہو گا۔ البتہ اختلاف کی وجہ سے اسے خفیفہ قرار دیا جائے گا نجاست غلیظہ نہیں۔

5۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے ۔ حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولایغتسلن فیہ من الجنابۃ کے ساتھ ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ والی دلیل بھی امام صاحب کی دلیل ہے۔

پانی کب مستعمل بنتا ہے؟

ایک قول یہ ہو سکتا ہے کہ پانی جسم سے لگتے ہی مستعمل ہو جائے لیکن ظاہر ہے اس میں حرج ہے دوسرا قول یہ ہے کہ پانی جب زمین پر گر جائے تب مستعمل بنتا ہے اس سے پہلے مستعمل نہیں بنتا۔ تیسرا قول جو مفتی بہ ہے یہ ہے کہ عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل بن جاتا ہے۔

مسئلۃ البیر جحط

ماء مستعمل کی تعریف میں ائمہ کے درمیان جو اختلاف ہے اس کا ثمرہ اس مسئلے میں ظاہر ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک جنبی کنوئیں میں اترتا ہے اور غوطہ لگا کر ڈول نکال کر لے آتا ہے۔ مقصد پاکی حاصل کرنا نہیں بلکہ ڈول نکالنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کنوئیں کا پانی مستعمل ہوا یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کنواں ماء مستعمل ہو گیا کیونکہ جنبی کے اندر نجاست حکمیہ ہوتی ہے جب وہ کنوئیں میں اترا اور اس کا جسم پانی سے لگا تو پانی جسم کے جس حصے سے لگا اس سے فرض ساقط ہوا اور اس پر مستعمل کی تعریف صادق آگئی اور پانی نجاست حقیقیہ بن گیا۔ بندہ پاک ہوا یا ناپاک؟ تو ایک قول یہ ہے کہ بندہ بھی ناپاک ہو گیا کیونکہ صرف جیسے ہی پہلا عضو پانی نے لگا تو اس سے طہارت زائل ہو گئی اور پانی مستعمل ہو گیا پورے بدن سے ابھی تک جنابت یعنی نجاست حکمیہ زائل نہیں ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بندہ ناپاک ہے لیکن اس کی ناپاکی دجہ خود کنوئیں کا یہ نجس ماء مستعمل ہے ورنہ غوطہ لگانے سے فرض اس کے پورے بدن سے ساقط ہو چکا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بندہ پاک ہے کیونکہ راجح قول کے مطابق پانی مستعمل اس وقت ہوتا ہے جب جسم سے جدا ہو جائے یہاں تو پانی جسم سے جدا ہوا ہی نہیں جب وہ باہر نکلا تب پانی مستعمل ہوا لیکن اس وقت تک وہ پاک ہو چکا تھا، دوبارہ کنوئیں میں گیا نہیں اس لیے نجس پانی جسم سے لگا نہیں۔ یہی قول راجح ہے۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ کا موقف امام صاحب کی طرح ہونا چاہیے کیونکہ ان کے نزدیک بھی ماء مستعمل نجس ہوتا ہے لیکن ایک اصول کی وجہ سے اِن کے نزدیک پانی اور بندہ دونوں اپنی اپنی حالت پر رہیں گے یعنی پانی پاک رہے گا جیسے پہلے بھی پاک ہی تھا اور بندہ جنبی رہے گا جیسے پہلے جنبی تھا۔ وجہ یہ ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اپنے جسم پر خود بہایا گیا ہو جبکہ یہاں بہایا نہیں گیا اس لیے پانی مستعمل ہی نہیں ہوا جب پانی مستعمل نہیں ہوا تو ناپاک بھی نہیں ہوا اور بندہ جیسا ویسا ہی رہا کیونکہ نہ ثواب کی نیت ہے نہ فرض ساقط ہوا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی اور بندہ دونوں پاک ہیں۔ پانی اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ پانی مستعمل بنا ہی نہیں ہے کیونکہ ثواب کی نیت نہیں ہے اور بندہ اس لیے پاک ہے کہ طاہر مطہر پانی میں غوطہ لگا کر آیا ہے اور پاکی کے حصول کے لیے بہانے کی شرط بھی نہیں ہے اس لیے طاہر مطہر پانی کے استعمال کی وجہ سے بندہ پاک ہو گیا۔

اس کو مسئلۃ البیر جحط کہتے ہیں۔ جیم سے مراد یہ ہے کہ دونوں نجس جو امام صاحب کا قول ہے۔ حا سے مراد بحالہ جو کہ امام ابویوسف کا مذہب ہے۔ طا سے مراد دونوں طاہر جو امام محمد کا مسلک ہے۔

مسئلہ دباغت

انسان اور خنزیر کو چھوڑ کر ہر جانور کی کھال چاہے مردار جانور ہی کی کیوں نہ ہو، دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ مردار کی کھال دباغت سے پہلے ناپاک ہوتی ہے لیکن دباغت سے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے۔ ہڈیوں کو دباغت کی ضرورت نہیں۔ وہ اس کے بغیر ہی پاک ہیں۔ لیکن پاک ہونے سے حلت ثابت نہیں ہوتی۔ حرام جانوروں کی دباغت شدہ کھال اور ہڈیاں

پاک ہیں لیکن کھانا جائز نہیں۔ صرف خارجی استعمال جائز ہو گا داخلی استعمال جائز نہ ہو گا۔ ماکول اللحم جس کو شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو اس کی کھال اور تمام اجزا کا داخلی وخارجی ہر طرح کا استعمال جائز ہے۔

مسئلہ سور الحمار

گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے لیکن کیا جھوٹا پاک ہے یا نہیں؟ اس میں دلائل باہم متعارض ہیں۔ آیت والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف سواری اور زینت جائز ہے کھانا جائز نہیں۔ اگر کھانا جائز ہوتا تو ضرور ذکر کیا جاتا۔ دوسری طرف صراحت سے کہیں بھی قرآن میں اسے حرام نہیں کہا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے یہ حلال ہو۔ احادیث میں تعارض اس طرح ہے کہ بعض احادیث میں فرمایا گیا کہ کل من سمین مالک یعنی موٹے موٹے گدھے کھاؤ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدھا حلال ہے، دوسری طرف خیبر کی روایات سے اس کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ آثار صحابہ میں بھی تعارض ہے۔ ابن عباس سور حمار کی طہارت کے قائل تھے ابن عمر نجاست کے۔ قیاس میں بھی تعارض ہے ایک قیاس یہ ہے کہ یہ پاک ہو کیونکہ ضرورت ہے جیسے بلی کے جھوٹے کو ضرورت کی وجہ سے پاک کہا گیا۔ دوسرا قیاس یہ ہے کہ بلی گھر کے اندر رہتی ہے گدھا گھر سے باہر رہتا ہے جیسے کتا گھروں سے باہر رہتا ہے اس لیے اسے ناپاک کہنا چاہیے۔ اس تعارض ادلہ کی وجہ سے نجاست یا طہارت میں سے کوئی ایک قول اختیار کرنا مجتہدین کے لیے مشکل ہو گیا اور انہوں نے توقف بہتر سمجھا۔

البتہ ایک نئی بحث پیدا ہو گئی کہ یہ توقف یا شک اس کی طہارت میں ہے یا طہوریت میں؟ راجح یہ ہے کہ طہارت میں شک نہیں کیونکہ یہ پاک ہی ہے البتہ طہوریت میں شک ہے کہ ایسا پانی مطہر ہے کہ نہیں۔

شک طہارت میں نہیں بلکہ مطہر ہونے میں ہے اس کے دلائل یہ ہیں:

1۔۔۔ سور حمار سے کوئی سر پر مسح کرے یا کسی عضو پر لگ جائے تو یہ کسی نے نہیں کہا کہ پانی ملنے کے بعد اس کو دھویا جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سور حمار ہے پاک، شک صرف اس کے مطہر ہونے میں ہے۔

2۔۔۔ گدھی کا دودھ پاک ہے۔ جب دودھ پاک ہے تو اس کا جھوٹا کیوں ناپاک ہو سکتا ہے؟ اس لیے شک سور حمار کی طہارت میں نہیں ہو سکتا۔

3۔۔۔ گدھے کا پسینہ پاک ہے تو سور کیسے ناپاک ہو سکتا ہے؟

4۔۔۔ امام محمد نے صراحت کی ہے سور حمار پاک ہے۔ اس روایت کے بعد شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ شک مطہر ہونے میں ہے، طہارت میں نہیں۔

مسئلہ نبیذ تمر

1۔۔۔ یہ اختلاف صرف نبیذ تمر میں ہے للنص۔ کھجور کے علاوہ کسی اور چیز کی نبیذ سے بالاتفاق وضو جائز نہیں۔

2۔۔۔ نبیذ تمر سے مراد بھی وہ نبیذ ہے جو سیال ہو، نشہ آور ہو نہ گاڑھی ہو، لہذا نبیذ تمر نشہ آور ہو جائے یا گاڑی ہو جائے تو وضو بالاتفاق جائز نہیں۔

3۔۔۔ نبیذ تمر کچی نہ ہو بلکہ پکالی گئی ہو لیکن سیال ہو تو بھی یہی اختلاف جاری ہو گا۔ بلکہ ہدایہ ؒ کے مطابق پکائی ہوئی نبیذ گاڑی ہو جائے تب بھی وضو جائز ہے واللہ اعلم

4۔۔۔ نبیذ تمر کا اختلاف اس صورت میں ہے جب کوئی اور پانی نہ ہو صرف نبیذ تمر ہو کیونکہ اگر کوئی ماء مطلق موجود ہو تو خوامخواہ اس مشکوک اور مجتہد فیہ پانی سے وضو نہیں کیا جائے گا۔

5۔۔۔ یہ اختلاف وضو میں ہے۔ نبیذ تمر سے غسل جائز ہے یا نہیں؟ راجح یہ ہے کہ غسل جائز نہیں بالاتفاق۔

6۔۔۔ نبیذ تمر کے حکم میں تین موقف ہیں: امام صاحب کے نزدیک وضو جائز ہے ۔ تیمم کی ضرورت نہیں؛ لحدیث لیلۃ الجن اور لیلۃ الجن کا واقعہ مکہ مدینہ دونوں جگہ پیش آیا، تقریباً چھ بار یہ واقعہ پیش آیا لہٰذا اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور اسے منسوخ نہیں کہا جاسکتا۔ امام محمد کے نزدیک وضو اور تیمم دونوں کرے گا کیونکہ آیت فان لم تجدوا ماء فتیمموا سے معلوم ہوتا ہے کہ ماء مطلق نہ ہو تو تیمم کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تیمم کیا جائے جبکہ لیلۃ الجن کا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ تمر موجود ہو تو اس سے وضو کیا جاسکتا ہے۔ اب لیلۃ الجن کا واقعہ اس آیت سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟ اس کا ہمیں علم نہیں اس لیے اضطراب کی وجہ سے احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے گا تاکہ اگر وضو درست نہ ہو تو کم از کم تیمم سے تو نماز درست ہو جائے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ لیلۃ الجن کا واقعہ مکہ کا ہے اور آیت مدینے میں نزال ہوئی اس لیے آیت نے اس حدیث کو منسوخ کر دیا۔ نیز قرآن اور خبر واحد میں تعارض ہو تو قرآن کو ترجیح ہوتی ہے اس لیے آیت کو ترجیح ہوگی۔ 7۔۔۔ اس مسئلے میں قوت دلائل کی وجہ سے فتوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔

8۔۔۔ امام صاحب نے وفات سے تین دن پہلے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ والا قول اختیار کر لیا تھا۔

ماء مطلق کی قسمیں

ماء مطلق کی دو قسمیں ہیں: قلیل اور کثیر

ماء کثیر کا اطلاق کم سے کم حوض کبیر پر ہوتا ہے جس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے اگلا کنارہ حرکت نہ کرے۔ اس سے کم پانی قلیل ہے۔ماء کثیر کا حکم سمندر اور ماء جاری کی طرح ہے کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو وہ طاہر مطہر ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کثیر کی مقدار قلتین ہے۔اس سے کم پانی قلیل ہے۔ تسہیل بہشتی زیور ص224 پر قلتین کی مقدار 217،728 کلو گرام بتائی گئی ہے۔

والغدير العظيم الذي لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر إذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر، لأن الظاهر أن النجاسة لا تصل إليه " إذ أثر التحريك في السراية فوق أثر النجاسة ثم عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يعتبر التحريك بالاغتسال وهو قول أبي يوسف رحمه الله تعالى وعنه التحريك باليد وعن محمد رحمه الله تعالى بالتوضي ووجه الأول أن الحاجة إلى الاغتسال في الحياض أشد منها إلى التوضي، وبعضهم قدروا بالمساحة عشرا في عشر بذراع الكرباس توسعة للأمر على الناس وعليه الفتوى والمعتبر في العمق أن يكون بحال لا ينحسر بالاغتراف هو الصحيح

ماء قلیل کی صورتیں:

پھر ماء قلیل اور ماء کثیر دونوں کی دو دو صورتیں ہیں: اس کے اندر پاک چیز مخلوط ہو گی یا ناپاک۔ اس طرح اس کی کئی اقسام بن سکتی ہیں۔ قلیل کی اقسام اور حکم یہ ہے:

1	پاک جامد چیز گرے، جیسے صابن	پانی کی طبیعت یعنی رقت وسیلان ختم ہو جائے تب مغلوب ہو گا اور ازالہ حدث جائز نہ ہو گا

2	پاک مائع چیز گرے جس کے تین وصف ہوں	جیسے: سرکہ تو دو اوصاف بدلنے سے مغلوب کہلائے گا اور ازالۂ حدث جائز نہ ہوگا
3	پاک مائع چیز گرے جس کے دو وصف ہوں	جیسے: دودھ تو ایک وصف بدلنے سے مغلوب ہوگا اور ازالۂ حدث جائز نہ ہوگا
4	پاک مائع چیز گرے جس کا کوئی وصف نہ ہو	جیسے: ماء مستعمل تو وزن کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔
5	نجاست گرے چاہے ایک قطرہ گرے	تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔
6	جن کے اندر بہتا خون نہیں ہوتا وہ جانور مر جائے	پانی ناپاک نہیں ہوگا
7	دریائی مخلوق پانی یا مائع چیز میں مر جائے	پانی اور مائع چیز ناپاک نہیں ہوگی
8	ماء مستعمل	پاک ہے لیکن اس سے حدث دور نہیں کر سکتے، نجاست دور کر سکتے ہیں۔
9	**جھوٹا پانی** قاعدہ: جس کا گوشت حرام ہے اس کا جھوٹا نجس اور جن کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا پاک۔ سوائے گھروں میں رہنے والے حرام جانوروں کے کہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔	1۔ جس چرند پرند کا لعاب یا چونچ پاک ہے ان کا جھوٹا پاک ہے۔ 2۔ گھروں میں رہنے والے حرام جانوروں کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ 3۔ گدھے اور خچر کے جھوٹے کے بارے میں توقف ہے۔ راجح یہ ہے کہ ان کا جھوٹا طاہر ہے لیکن مطہر ہونے میں شک اور توقف ہے۔ 4۔ بقیہ پرند چرند کا جھوٹا ناپاک

1.0	**چھوٹا کنواں** چھوٹا کنواں جب مکمل ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے کتاب میں پانچ طریقے بتائے گئے ہیں۔	1۔ کبوتر کے برابر جانور گر کر مر جائے تو بیس ڈول نکالے جائیں۔ 2۔ بلی کے برابر جانور گر کر مر جائے تو چالیس ڈول نکالے جائیں۔ 3۔ بکری کے برابر جانور گر کر مر جائے تو سارا پانی نکالا جائے۔ 4۔ ان میں سے کوئی بھی جانور پھول یا پھٹ جائے تب بھی سارا پانی نکالا جائے۔

ماء کثیر کی اقسام یہ ہیں:

	عنوان مسئلہ:	**حکم:**	**دلائل:**
1	دریا، سمندر، نہر کا پانی	جب تک نجاست کا وصف ظاہر نہ ہو، طہارت درست ہے	پانی کے بہاؤ کے ساتھ نجاست ٹک نہیں سکتی
2	ماء جاری	جب تک نجاست کا وصف ظاہر نہ ہو، طہارت درست ہے	پانی کے بہاؤ کے ساتھ نجاست ٹک نہیں سکتی
3	حوض کبیر کا پانی	جب تک نجاست کا وصف ظاہر نہ ہو، طہارت درست ہے	کثیر ہونے کی وجہ سے ماء جاری کے حکم میں ہے

4	بارش کا جاری پانی	جب تک نجاست کا وصف ظاہر نہ ہو، طہارت درست ہے	پانی کے بہاؤ کے ساتھ نجاست تک نہیں سکتی
5	لائن کا پانی	جب تک نجاست کا وصف ظاہر نہ ہو، طہارت درست ہے	پانی کے بہاؤ کے ساتھ نجاست تک نہیں سکتی
6	بڑا کنواں	جب تک نجاست کا وصف ظاہر نہ ہو، طہارت درست ہے	پانی کے بہاؤ کے ساتھ نجاست تک نہیں سکتی

تداوی بالحرام

ماکول اللحم کا پیشاب امام محمد کے نزدیک طاہر ہے لحدیث العزنیین۔ شیخین رحمہا اللہ کے نزدیک ناپاک ہے لقولہ علیہ السلام :استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ دیگر نجاسات کی طرح حلال جانوروں کے پیشاب میں بھی وہی بدبو اور تیزابیت وغیرہ ہے اس لیے وہ نجس تو یہ بھی نجس۔

امام صاحب تو ہر حال میں نجاسات سے تداوی کو حرام فرماتے ہیں لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو تمام نجاسات سے تداوی حرام ہے لیکن بوقت ضرورت جب کوئی اور دوائی کارگر نہ ہو اور طبیب حاذق کی رائے میں یہی علاج بالحرام اس کا بہترین نسخہ ہو تو بقدر ضرورت حلال ہے۔ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔

پانی سے نجاست بر آمد ہو معلوم نہ ہو کہ کب گری ہے؟

امام صاحب فرماتے ہیں کہ نجاست تازہ ہو تو ایک دن ایک رات کی نمازیں لوٹائی جائیں اور پرانی ہو گئی ہو تو تین دن تین رات کی لوٹائیں۔ جیسے بلی بھولی پھٹی نہ ہو تو ایک دن ایک رات کی نمازیں لوٹائیں اور پھول پھٹ گئی ہوں تو 72 گھنٹے کی نمازیں لوٹائیں۔ کیونکہ ظاہری سبب یہی ہے تو اسی کی وجہ سے ناپاک کہیں گے اور ایک دن میں پھوتا پھٹتا نہیں اس لیے آسانی کی خاطر ایک دن کی طرف نسبت کریں گے اور تین دن میں پھول پھٹ جاتا ہے اس لیے تین دن کی طرف نسبت کریں گے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ کیا معلوم ابھی ہی گری ہو کسی نے خشک نجاست کو یا مری ہوئی بلی کو اندر ڈال دیا ہو اس لیے قریبی وقت میں گرنے کی نسبت کی جائے گی۔ کیونکہ اس سے پہلے کب گرا؟ اس کے بارے میں یقینی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا اور کنواں پہلے پاک تھا اس لیے شک کی وجہ سے ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ البتہ جب سے دیکھا ہے اس وقت کا تو یقین ہے اس لیے اس سے پہلے کے زمانے کو پاکی والا شمار کریں گے۔ فتوی دونوں ہی پر ہے۔

باب التیمم

تیمم کے معنی اور اس کی ضرورت

جب ماء مطلق پر قدرت نہ ہو تو تیمم اس کا حل ہے۔ تیمم وضو کا بھی نائب ہے اور غسل کا بھی۔ تیمم کے لغوی معنی ہیں قصد اور ارادہ کرنا اور اصطلاح شریعت میں اس کے معنی ہیں تقصد الصعید الطیب للتطہیر یعنی پاکی حاصل کرنے کے لیے پاک زمین کا ارادہ کرنا۔ اس کی مشروعیت غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے موقع پر ہوئی۔ (بدائع)

تیمم کے فرائض ونواقض

تیمم کے تین فرائض ہیں: 1۔ نیت کرنا۔ 2۔ چہرے کا بالاستیعاب مسح کرنا۔ 3۔ دونوں ہاتھوں کا بالاستیعاب مسح کرنا۔ نواقض تیمم وہی ہیں جو وضو کے نواقض ہیں۔ البتہ وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا اس کا ختم ہونا بھی ناقض تیمم ہے۔

تیمم کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ تیمم کی نیت کر کے دونوں ہاتھ مٹی (یا زمین کی جنس کی کسی ایسی چیز پر جو جلانے سے نرم نہ پڑے، پگھلانے سے پگھلے نہیں) رکھے اور ہاتھ جھاڑ لے اور اس سے پورے چہرے کا ایک بار استیعاب کرے۔ ایک بار مسح فرض اور تین بار سنت ہے۔ اس کے بعد دوسری ضرب اسی طرح مارے اور ہاتھ جھاڑ کر دونوں ہاتھوں کا مسح بالاستیعاب کرے، ایک بار فرض اور تین بار کرنا سنت ہے۔ انگوٹھی وغیرہ پہنی ہو تو ہلا لینا چاہیے۔

جوازِ تیمم کی صورتیں

پانی پر قدرت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں:

1۔ ایک یہ کہ حقیقت میں پانی موجود نہ ہو۔ یہ صورت آبادی میں پیش نہیں آسکتی؛ کیونکہ وہ آبادی ہی کیا جس میں پانی کہیں نہ ہو۔ البتہ جنگل یا ریگستان میں یہ صورت پیش آسکتی ہے اس صورت میں غالب گمان سے اندازہ لگایا جائے گا کہ چاروں طرف ایک ایک میل کی مسافت کے اندر اندر پانی مل جائے گا یا نہیں؟ اگر کسی طرح غالب اندازہ ہو جائے کہ پانی نہیں ملے گا تو تیمم جائز ہو گیا۔ اگر غالب گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی مل جائے گا تب بھی پورا ایک میل تلاش نہ کرے بلکہ 300 قدم تلاش کر لے یا اتنی مسافت تک تلاش کرے جس سے رفقائے سفر کو تنگی نہ ہو، اگر پھر بھی پانی نہ ملے تو واپس قافلے میں آجائے اور تیمم کر لے۔ (بدائع)

2۔ پانی پر قدرت نہ ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ پانی حقیقت میں موجود ہو لیکن اس کو استعمال کرنے سے بیمار ہو سکتا ہو یا سخت ٹھنڈ لگ سکتی ہو اور آگ کا انتظام بھی نہ ہو، بیماری بڑھ سکتی ہو یا بیماری کا دورانیہ بڑھ سکتا ہو یا کسی جانور یا دشمن کا خوف ہو یا کنواں ہو لیکن ڈول نہ ہو، یا پانی ہو لیکن یہ خوف ہو کہ پانی استعمال کر لیا تو اتنا کم پانی رہ جائے گا کہ پیاس بجھانے کے لیے کافی نہ ہو گا یا پانی اس کی اصل قیمت سے دگنی قیمت پر مل رہا ہو یا مریض کو پانی مضر نہ ہو لیکن وضو کروانے والا نہ کوئی خادم ہے نہ نوکر ہے نہ اولاد ہے تو ان تمام صورتوں میں تیمم کی اجازت ہے۔ اگر پانی گاڑی میں موجود ہو لیکن یاد ہی نہ رہا ہو اور اسی بھول میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ اعادے کی ضرورت نہیں۔ اگر پانی اپنے رفیقِ سفر کے پاس موجود ہے تو کیا اس سے مانگے یا نہ مانگے؟ تو امام صاحب کے نزدیک مانگنا ضروری نہیں۔ صاحبین کے نزدیک مانگنا ضروری ہے۔ امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ امام صاحب کے قول

کا مطلب یہ ہے کہ جب غالب گمان یہ ہو کہ وہ نہیں دے گا تو مانگنا ضروری نہیں، جبکہ صاحبین کا مطلب یہ ہے کہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا تو مانگنا ضروری ہے۔ (فتح)

وضو اور تیمم کی نیت میں فرق

تیمم بغیر نیت کے درست نہیں اس لیے کافر تیمم کرکے مسلمان ہو جائے تو اس کا تیمم معتبر نہیں کیونکہ جس وقت تیمم کیا تھا اس وقت وہ مسلمان نہیں تھا، اس کے برعکس وضو کے لیے نیت شرط نہیں، صرف سنت ہے اس لیے اگر کوئی کافر وضو کرے پھر مسلمان ہو جائے تو یہ وضو معتبر مانا جائے گا۔ اگر مسلمان تیمم کرکے معاذ اللہ امر تد ہو جائے پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے پہلے دوبارہ مسلمان ہو جائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تیمم برقرار رہے گا جبکہ امام زفر کے نزدیک جس طرح تیمم کرتے وقت اسلام ضروری ہے بقائے تیمم کے لیے بھی تیمم ضروری ہے اس لیے تیمم ٹوٹ جائے گا۔ جیسے نکاح کرتے وقت محرمیت کا رشتہ ہو تو نکاح نہیں ہوتا اور نکاح کے بعد محرمیت کا رشتہ پیدا ہو جائے تب بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

ایک تیمم سے دوسری عبادات ادا کرنا

اگر کوئی مباح کام کرنے کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اگر سلام یا کسی اور ثواب کے کام کے لیے تیمم کیا تو سلام گو عبادت ہے لیکن عبادت مقصودہ نہیں اس لیے اس تیمم سے بھی نماز جائز نہیں۔ اگر اسلام لانے کے لیے تیمم کیا تو اسلام سب سے بڑی عبادت مقصودہ ہے لیکن ایسی عبادت نہیں جو بغیر طہارت کے ادا نہ ہوتی ہو اس لیے اس تیمم سے بھی نماز جائز نہیں۔ اگر تیمم نماز یا سجدہ تلاوت کے لیے کیا تو یہ دونوں عبادات بھی ہیں، عبادات مقصودہ بھی ہیں اور بغیر طہارت کے ممکن بھی نہیں اس لیے اس تیمم سے جتنے چاہے نوافل فرائض، تلاوت، سلام سب کچھ ادا کر سکتے ہیں۔

باب المسح علی الخفین

مبادیات

مسح علی الخفین اہل سنت کے شعائر میں سے ہے جو اس کا قائل نہ ہو وہ اہل بدعت میں سے ہو گا۔ البتہ یہ سنت نہیں، صرف جائز ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکمل وضو کر کے چمڑے کے موزے پہن لے، اگر پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لیے پھر حدث سے پہلے پہلے بقیہ وضو مکمل کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کے بعد جب پہلی بار حدث لاحق ہو تو اس وقت سے اس کی مدت شروع ہو گی جو مقیم کے لیے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات ہے۔ آئندہ مقررہ مدت کے اندر اندر جب بھی وہ وضو کرے تو موزوں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کے بقدر جگہ پر گیلا ہاتھ پھیر لے۔ یہ اس کی فرض مقدار ہے۔ پیر کی انگلیوں والے حصے سے لیتا ہوا پنڈلی تک مسح کر لے تو یہ سنت ہے۔

مسح مانع حدث ہے رافع حدث نہیں

مسح علی الخفین کا فائدہ یہ ہے کہ مقررہ مدت کے دوران جب بھی حدث پیش آئے گا تو وہ بقیہ اعضا میں سرایت کرے گا لیکن پاؤں کے اندر سرایت نہیں کر سکے گا، کیونکہ موزے اسے باہر ہی روک دیں گے۔ اس کے بعد جیسے ہی مدت پوری ہو گی یا موزہ اتر جائے گا تو وہ حدث جو موزوں پر رکا ہوا تھا اب پاؤں کے اندر سرایت کر جائے گا اس لیے انہیں دھونا ضروری ہو گا۔ حدث کو روکنے کا عمل حدث پیش آنے کے بعد ہی متصور ہو سکتا ہے اس لیے مسح کی مدت بھی حدث کے بعد ہی شروع ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ اگر اس کی مدت وضو کے ساتھ ہی شروع سمجھیں تو اس کا رافع حدث بننا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔

نواقض مسح

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح علی الخفین بھی ٹوٹ جاتا ہے اس کے علاوہ مدت پوری ہو جانے یا موزے اترنے سے بھی مسح علی الخفین ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر موزہ پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر پھٹ جائے تو اس سے بھی مسح ختم ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ وضو اور تیمم حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کو دور کر سکتے ہیں لیکن مسح علی الخفین صرف حدث اصغر میں مفید ہے حدث اکبر میں فائدہ مند نہیں۔ حدث اکبر پیش آنے کی صورت میں موزے اتار کر غسل کرنا ضروری ہے۔

وہ موزے جن پر مسح جائز ہے

وہ موزے جن پر مسح جائز ہے درج ذیل ہیں:

(1) دونوں موزے مکمل چمڑے کے ہوں۔

(2) اوپر نیچے دونوں جگہ چمڑا ہو، بقیہ کپڑے وغیرہ کے ہوں۔

(3) نیچے چمڑا ہو اور اوپر کوئی اور چیز ہو۔

(4) کپڑے وغیرہ کے ایسے موزے ہوں جس میں تین شرطیں پائی جائیں: 1۔ اس میں دو تین میل چل سکتے ہوں۔ 2۔ وہ خود سے پنڈلی پر کھڑے رہ سکتے ہوں۔ 3۔ اس کے اندر پانی نہ چھلکتا ہو۔

(5) اگر موزوں کی حفاظت کی غرض سے اس پر چمڑے کے دوسرے موزے چڑھا لیے تو اس پر بھی مسح جائز ہے۔ یہ موزے اب پاؤں کا نائب ہوں گے موزے کا نہیں۔

(6) اگر پہلے سوتی موزے پہنے اس پر چمڑے کے موزے پہنے تب بھی مسح جائز ہے۔

مسح علی الخفین اور مسح علی الجبیرہ میں فرق

1۔ مسح علی الجبیرہ بغیر وضو بھی جائز ہے جبکہ خفین پر مسح کے لیے وضو ضروری ہے۔

2۔ مسح علی الخفین میں تین انگلیوں کے بقدر مسح فرض ہے جبکہ پٹی پر مسح میں اکثر جبیرہ پر مسح ضروری ہے۔

3۔ مسح علی الخفین کی مدت مقرر ہے مسح علی الجبیرہ کی مدت مقرر نہیں۔

4۔ زخم ٹھیک ہوئے بغیر پٹی گر جائے تو مسح علی الجبیرہ باطل نہیں ہوتا جبکہ مسح علی الخفین میں موزہ وقت سے پہلے اتر جائے تو مسح باطل ہو جاتا ہے۔

باب الحیض والاستحاضۃ

لغوی وشرعی معنی

حیض کے لغوی معنی ہیں: نکلنے والا خون۔ اصطلاح شریعت میں اس کے معنی ہیں: ھو دم ینفضہ رحم امراۃ سلیمۃ من الداء والصغر یعنی وہ مستورہ جسے استحاضہ کی بیماری نہ ہو اور نابالغ بھی نہ ہو اس کے رحم سے آنے والا خون حیض ہے۔ (فتح)

مدت حیض

حیض کی اقل مدت 72 گھنٹے یعنی تین دن اور اکثر مدت 240 گھنٹے یعنی دس دن ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اقل مدت ایک دن اور اکثر مدت پندرہ دن ہے۔ دونوں کے پاس نقلی دلائل ہیں۔

الوان دم

سفید رنگ کے علاوہ کسی بھی رنگ کا دم دیکھے وہ سب حیض ہے چاہے وہ سرخ ہو، سیاہ ہو، سبز ہو، زرد ہو مٹیالا ہو، گدلا ہو، غرض جس طرح کا بھی ہو سب حیض ہے۔

البتہ سن ایاس یعنی 55 سال کے بعد بھی خون آئے تو جب تک وہ سرخ یا سیاہ نہ ہو حیض نہیں کہلائے گا۔ ہاں اگر اسے عادت ہی کسی اور رنگ کی ہو اور اب بھی اسی رنگ کا آئے تو اسے بھی حیض ہی کہیں گے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلے گدلا آئے تو وہ استحاضہ ہوگا کیونکہ رحم کی شکل اوندھی رکھی ہوئی صراحی کی طرح ہے جب تک صراحی کا منہ بند ہے کچھ نہیں آئے گا جیسے ہی منہ کھلے گا تو

ممکن ہے کہ کبھی کچرا ٹائپ یا گدلا پہلے آئے اور صاف خون بعد میں آئے۔ اس لیے اگر پہلے گدلا آئے اور اس کے بعد سرخ خون آئے تب بھی حیض ہی ہو گا۔

احکام حیض و نفاس

1۔ یہ حالت جنابت کی طرح حدث اکبر کہلاتی ہے۔ اس میں نماز، روزہ، تلاوت، مسجد میں جانا، طواف کرنا، اعتکاف میں بیٹھنا، وطی کرنا سب حرام ہے۔ البتہ نماز مکمل معاف ہے قضا کی ضرورت نہیں۔ روزہ بعد میں قضا کرنا واجب ہے۔

2۔ قرآن کو بغیر غلاف کے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی۔ غلاف سے مراد وہ غلاف ہے جو چپکا ہوا نہ ہو۔ تفسیر اور دینی کتب کو ہاتھ لگانا جائز ہے تاہم اس کا لحاظ رکھے کہ قرآنی آیت یا اس کے لفظی ترجمے کو ہاتھ نہ لگنے پائے۔

قواعد حیض:

1۔ اگر خون پورے دس دن پر بند ہو تو غسل کیے بغیر بھی بیوی سے وطی حلال ہے البتہ غسل کے بعد وطی کرنا مستحب ہے، لیکن نماز غسل کے بغیر قطعا درست نہیں۔

2۔ اگر خون دس دن سے کم پر بند ہو تو نماز کے لیے بھی غسل ضروری ہے اور وطی کے لیے بھی۔ البتہ اگر غسل نہ کیا ہو تو ایک اور صورت میں بھی وطی حلال ہے وہ یہ کہ کوئی نماز اس کے ذمہ قضا ہو جائے۔

3۔ دم اگر دس دن سے بڑھ جائے تو اگر پہلی بار حیض آیا ہے تو 10 دن حیض باقی استحاضہ ہو گا۔ اور اگر مستورہ عادت والی ہے تو سابقہ عادت کے مطابق حیض ہو گا، باقی استحاضہ۔

4۔ دم اگر تین بعد لیکن عادت سے پہلے منقطع ہو جائے تو نماز کے مستحب وقت کے اخیر تک انتظار کرے اگر نہ آئے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ لیکن شوہر کے قریب نہ جائے جب تک سابقہ عادت کے مطابق دن مکمل نہ ہو جائیں۔

5۔ دم اگر تین دن سے پہلے ہی بند ہو جائے تو یہی مذکورہ بالا حکم ہو گا البتہ انتظار واجب ہے اور غسل کی ضرورت بھی نہیں، صرف وضو کر لے اور نماز پڑھے۔

6۔ طہر صحیح کی کی کم سے کم مدت 15 دن ہے اس سے کم کا طہر، طہر ناقص ہونے کی وجہ سے بجائے طہر کے دم کہلائے جانے کے مستحق ہے۔

7۔ طہر کی اکثر مدت کی کوئی حد نہیں۔ سوائے چند استثنائی صورتوں کے۔

8۔ دو خونوں کے درمیان پاکی اگر 15 دن سے کم کم ہو تو ظاہر میں پاک نظر آنے والا یہ عرصہ شرعی لحاظ سے دم جاری شمار ہو گا۔ جیسے ایک دن خون آیا، چودہ دن پاک رہی پھر پندرھویں دن خون آیا تو نظر یہ آرہا ہے کہ 14 دن پاکی کے بعد خون آیا لیکن شرعاً یہ 16 دن مسلسل خون کے شمار ہوں گے۔ اس میں سے عادت کے دن حیض اور باقی استحاضہ شمار ہوں گے۔ یہی حکم ہر اس صورت میں ہے جب پاکی کا عرصہ 15 دن سے کم رہا ہو۔ اسے مسئلہ طہر متخلل کہا جاتا ہے۔

9۔ اکثر بچہ کی پیدائش سے پہلے جو خون نکلے وہ بھی استحاضہ ہے۔ اکثر بچہ باہر نکلنے کے بعد جو خون آئے وہ نفاس ہے۔

10۔ نفاس کی اقل مدت کوئی نہیں، چند منٹ اور چند دنوں بعد بھی بند ہو سکتا ہے البتہ اس کی اکثر مدت 40 دن ہے۔

11۔نفاس چالیس دن سے بڑھ جائے تو اگر پہلا بچہ ہے تو 40 دن نفاس ہو گا باقی استحاضہ۔اور اگر پہلے بھی بچہ ہو چکا ہے تو گزشتہ بچے میں جتنے دن نفاس آیا تھا اتنے دن نفاس ہو گا باقی استحاضہ۔

12۔بچہ ضائع ہو جائے یا ساقط کروا دیا جائے تو اگر کوئی عضو بن چکا تھا تو آنے والا خون نفاس ہے ،اور عضو نہیں بنا تھا تو اگر حیض بن سکتا ہو تو حیض ہو گا ورنہ استحاضہ۔

13۔جڑواں بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے والے سے شمار ہو گا، اگر دونوں بچوں میں 6 ماہ سے کم کا فاصلہ ہو یعنی ایک بچہ پیدا ہوا اس کے مثلاً ساڑھے پانچ ماہ بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا تو یہ بھی جڑواں کہلائیں گے۔اور پہلے بچے سے آنے والا ہی خون نفاس کہلائے گا۔ہاں اگر دوسرا بچہ چھ ماہ بعد پیدا ہو تو یہ جڑواں نہیں کہلائیں گے لہذا دونوں خون نفاس کے کہلائیں گے۔

باب الانجاس

اشیاء کی ساخت کے لحاظ سے ان کی طہارت کے متعدد طریقے ہیں:

1- پانی:

(الف) حدث اصغر اور حدث اکبر دور کرنے کے لیے پانی کا استعمال ضروری ہے اس کے علاوہ کسی چیز سے حدث دور نہیں ہو سکتا۔

(ب) کپڑا، کاغذ، ٹشو پیپر، گتا یا کوئی ایسی چیز ناپاک ہو جائے جس میں تر چیز جذب ہو جاتی ہے یا نجاست اس کے اندر تک گھس جاتی ہے تو پانی کے علاوہ کسی چیز سے وہ پاک نہیں ہو سکتی۔

2- مائع طاہر:

نجاست حقیقیہ چاہے غلیظہ ہو یا خفیفہ ان کی طہارت پانی سے تو جائز ہے ہی اس کے علاوہ مائع طاہر سے بھی ان کا ازالہ ممکن ہے۔ جیسے عرق گلاب، تیزاب، بو تل، چائے، سرکہ وغیرہ۔ استنجا بھی جیسے پانی سے جائز ہے مائع طاہر سے بھی جائز ہے۔ بچہ ماں کی چھاتی پر قے کردے اور پھر چاٹ لے تو وہ اسی بنیاد پر پاک ہے۔ انگلی سے خون نکلے اور منہ سے چاٹ لے یا چوس لے تو انگلی بھی اسی بنیاد پر پاک ہو جائے گی۔

3- زمین سے رگڑنا:

جوتوں پر گوبر وغیرہ لگ کر سوکھ جائے تو اسے پانی سے دور کرنا بھی جائز ہے اور صرف زمین سے رگڑ لے تو اس بھی جوتے پاک ہو جائیں گے۔ گوبر اگر تازہ ہو تو اس میں بھی راجح یہ ہے

کہ رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔ جوتوں پر گوبر کے بجائے نجاست غیر مرئیہ جیسے پیشاب، شراب وغیرہ لگ جائے ایک قول یہ ہے کہ پانی سے ہی پاک ہوں گے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ مٹی لگ گئی ہو تو مٹی کو تہہ سمجھ لیا جائے گا اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔ وھوالصحیح

4۔فرک:

منی گاڑی ہو اور سوکھ کر جم جاتی ہو تو کھرچ لینے سے پاک ہو جاتی ہے، چاہے بدن پر لگے یا کپڑے پر۔ لیکن آج کل منی گاڑی ہوتی نہیں اس لیے کھرچنے سے پاک نہیں ہو گی، دھونے سے ہی پاک ہو گی۔ خواتین کی منی بہر حال پتلی ہوتی ہے اس لیئے وہ دھونے سے ہی پاک ہو گی۔ (فتح)

5۔پونچھنا:

شیشہ، آئینہ، تلوار، پالش والے ٹائل، سپاٹ پلیٹ جس میں کوئی سوراخ نہ ہو یعنی ایسی تمام اشیاء جو چکنی ہوں اور جذب کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو کیونکہ نجاست ان کے اندر جذب کرتی ہے نہ ان کے سوراخ ہوتے ہیں جن میں نجاست گھس سکتی ہے اس لیے صرف گیلا کپڑا ایک بار پھیر لینے سے بھی یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی۔ صحابہ کرام تلواروں سے دشمنوں کا صفایا کرتے تھے اور ان پر لگے خون کو ایک بار کپڑے سے پونچھ لیا کرتے تھے۔

6۔خشک ہو جانا:

اگر زمین یا زمین سے متصل ماربل وغیرہ پر نجاست غیر مرئیہ گری اور دھوپ یا ہوا سے خشک ہو کر اس کی بدبو وغیرہ ختم ہو گئی تو زمین پاک ہو جائے گی اس پر نماز جائز ہے۔

نجاست غلیظہ اور اس کے احکام

خون، انسان اور حرام جانوروں کا پیشاب، گدھے کا پیشاب، انگور کی کچی شراب، مرغی بطخ کی بیٹ؛ یہ سب بالاتفاق نجاست غلیظہ ہیں۔ حلال جانوروں کا گوبر امام صاحب کے نزدیک غلیظہ ہے، صاحبین کے نزدیک خفیفہ ہے۔ نجاست غلیظہ کو غلیظہ اس لیے کہتے ہیں کہ شرعا اس کا حکم سخت ہے۔ اور وہ یہ کہ صرف درہم یعنی سوا انچ کے بقدر معاف ہے (یعنی اگر لاعلمی میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی ورنہ جان بوجھ کر پڑھنا مکروہ ہے) اس سے زیادہ لگنے کی صورت میں معاف نہیں۔

البتہ وزن کا اعتبار ہے یا پیمائش کا؟ اس میں دونوں ہی قول ہیں لیکن راجح قول تیسرا ہے کہ پتلی نجاست غلیظہ ہو جیسے پیشاب اور شراب تو اس میں پیمائش کا اعتبار ہے اور گاڑھی ہو جیسے خون، پاخانہ تو اس میں ساڑھے چار ماشہ وزن معتبر ہے۔

نجاست خفیفہ اور اس کے احکام

حلال جانوروں کا پیشاب، حرام پرندوں کی بیٹ، گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔ اس کا حکم ہلکا اور نرم ہے اس لیے اس کو خفیفہ کہا جاتا ہے۔ وہ حکم یہ ہے کہ جب تک کثیر فاحش نہ ہو اس وقت تک ناپاک نہیں کہا جا سکتا۔ اب کثیر فاحش کیا ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ بالشت، اس کپڑے کا ربع جو ستر ڈھانپ لے، ہر عضو کا ربع؛ یہ تینوں اقوال ہیں۔ راجح قول تیسرا ہے۔ یعنی ربع معاف نہیں اس سے کم معاف ہے۔ یعنی اگر لاعلمی میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی ورنہ جان بوجھ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ ثم يروى اعتبار الدرهم من حيث المساحة وهو قدر عرض الكف في الصحيح ويروى من حيث الوزن وهو الدرهم الكبير المثقال وهو ما يبلغ وزنه مثقالا وقيل في التوفيق بينهما إن الأولى في الرقيق والثانية في الكثيف

نجاست غلیظہ اور خفیفہ کا معیار

امام صاحب کے نزدیک تعارض نصوص ہونا نہ ہونا اس کا معیار ہے۔ یعنی دلائل متعارض نہ ہوں تو نجاست غلیظہ ہو گی جیسے گوبر کے بارے میں ایک ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اس کے متعارض کوئی اور روایت نہیں اس لیے یہ غلیظہ ہے۔ جبکہ حلال جانوروں کے پیشاب کے بارے میں نصوص متعارض ہیں بعض سے ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہے بعض سے پاک ہونا اس لیے تعارض نصوص کی وجہ سے اسے خفیفہ کہا جائے گا۔

صاحبین کے نزدیک اختلاف فقہا اور عموم بلوی اس کا معیار ہے۔ یعنی فقہا کسی چیز کی نجاست پر متفق ہوں تو وہ غلیظہ ہو گی اور جس کی نجاست مختلف فیہ ہو یا جس میں عموم بلوی ہو وہ خفیفہ ہے۔ جیسے خون، مرغی کی بیٹ اور انگور کی کچی شراب کی نجاست متفق علیہ ہے اس لیے یہ نجاست غلیظہ ہے جبکہ حلال جانوروں کا پیشاب اسی طرح حلال جانوروں کے گوبر کے پاک یا ناپاک ہونے میں اختلاف ہے نیز عموم بلوی بھی ہے اس لیے وہ نجاست خفیفہ ہو گی۔

وہ بیٹ اور خون جو پاک ہیں

حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے۔ مچھلی کا خون، گدھے اور خچر کا لعاب یہ بھی پاک ہیں۔ پیشاب کے چھینٹیں جو سوئی کے ناکے کے برابر ہوں اگرچہ کافی مقدار میں لگ جائیں تب بھی باوجود نجس ہونے کے معاف ہیں۔

مرئیہ وغیر مرئیہ:

نجاست مرئیہ اسے کہتے ہیں جس کی سوکھنے کے بعد تہہ جم جاتی ہو جیسے خون، گوبر، پاخانہ۔ نجاست غیر مرئیہ جس کی سوکھنے کے بعد تہہ نہ جمے۔ جیسے: پیشاب اور شراب۔ نجاست

مرئیہ کا عین زائل کرنا ضروری ہے چاہے وہ ایک مرتبہ زائل ہو جائے یا کئی بار میں۔ہاں! عین زائل ہونے کے بعد صرف دھبہ رہ جائے تو اس کا دھونا معاف ہے۔ نجاست غیر مرئیہ سوکھنے کے بعد نظر نہیں آتی اس لیے اس میں ازراہ احتیاط تین بار دھونے اور ہر بار نچوڑنے کی شرط ہے۔ البتہ اصل مذہب اس میں بھی یہی ہے کہ اتنا دھوئے کہ دھونے والے کو نجاست دور ہونے کا غالب گمان ہو جائے۔ یاد رہے کہ ماء جاری کے نیچے نجاست غیر مرئیہ کو دھوئیں تو تین بار دھونا اور نچوڑنا شرط نہیں بلکہ اتنا پانی بہا دینا کافی ہے جتنا تین بار جگ سے ڈالا جاتا ہے۔

فصل فی الاستنجاء

استنجاء کرنا مسنون ہے لیکن استنجاء کا مقصد صفائی ہے چاہے وہ ڈھیلے اور ٹشو سے حاصل ہو جائے چاہے پانی سے حاصل ہو چاہے ایک بار سے صفائی ہو جائے یا تین بار سے۔ البتہ پانی سے صفائی افضل ہے۔ہاں! جب نجاست مقعد سے تجاوز کر جائے اور مقعد سے تجاوز کی ہوئی نجاست درہم سے زیادہ ہو تو پانی سے استنجاء ضروری ہے، ٹشو یا ڈھیلا کافی نہیں۔

ولو جاوزت النجاسة مخرجها لم يجز فيه إلا الماء " وفي بعض النسخ إلا المائع وهذا يحقق اختلاف الروايتين في تطهير العضو بغير الماء على ما بينا وهذا لأن المسح غير مزيل إلا أنه اكتفي به في موضع الاستنجاء فلا يتعداه ثم يعتبر المقدار المانع وراء موضع الاستنجاء عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله لسقوط اعتبار ذلك الموضع وعند محمد رحمه الله مع موضع الاستنجاء اعتبارا بسائر المواضع

کھانے پینے کی اشیا اور عزت رکھنے والی چیزوں سے استنجاء مکروہ ہے۔ تین کا عدد مسنون نہیں، کیونکہ اصل مقصود صفائی ہے اس لیے اگر ایک ڈھیلے سے بھی صفائی ہو جائے تو ادائے سنت کے لیے کافی ہے۔

کتاب الصلوٰۃ

باب المواقیت

وقت چار طرح کے ہیں:1۔ اصل وقت 2۔ مستحب وقت 3۔ صرف نوافل کے لیے مکروہ وقت 4۔ قضا، جنازہ، نوافل سبھی کے لیے مکروہ وقت

فجر کے اوقات کی تفصیل

1۔ فجر کا وقت اصلی صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ صبح صادق سے دس پندرہ منٹ پہلے جو لمبی سفیدی ظاہر ہوتی ہے اسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے، صبح صادق افق پر چوڑائی میں پھیلی ہوئی روشنی کا نام ہے۔

2۔ فجر کا مستحب وقت احناف کے نزدیک اسفار ہے یعنی جب اجالا خوب پھیل جائے تب پڑھنا مستحب ہے۔ یہ وقت عموماً طلوع سے آدھا گھنٹہ پہلے ہوتا ہے، صرف مزدلفہ کے قیام میں اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے باقی عام دنوں میں تاخیر کر کے اسفار میں پڑھنا مستحب ہے۔ عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔ امام شافعی کے نزدیک فجر بلکہ ہر نماز کو جلدی اور اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

فَالتَّغْلِيسُ أَفْضَلُ لَهُنَّ مُطْلَقًا. وَفِي غَيْرِ الْفَجْرِ الْأَفْضَلُ لَهَا انْتِظَارُ فَرَاغِ الْجَمَاعَةِ (قَوْلُهُ: مُطْلَقًا) أَيْ وَلَوْ فِي غَيْرِ مُزْدَلِفَةَ لِبِنَاءِ حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَهُوَ فِي الظَّلَامِ أَتَمُّ.(شامیہ)

3۔ صبح صادق کے بعد نوافل میں سے صرف دو رکعت سنت فجر پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور فجر کے فرض پڑھ لینے کے بعد سنن و نوافل سبھی مکروہ ہیں، صرف قضا نماز، جنازہ اور سجدہ تلاوت جائز ہیں۔

4۔ فجر کا وقت مکروہ کوئی نہیں، البتہ طلوع آفتاب کے وقت جو تقریباً دس منٹ کا وقت ہوتا ہے فجر اور کوئی بھی نماز چاہے قضا ہو یا نفلی جائز نہیں۔ سجدہ تلاوت اور جنازہ مکروہ ہے۔

ظہر کے اوقات کی تفصیل

1۔ ظہر کا اصل وقت زوال آفتاب سے مثل ثانی تک رہتا ہے۔ زوال کا مطلب ہے سورج ڈھلنے کے بعد جب ہر چیز کا سایہ (سایۂ اصلی کے علاوہ) دوگنا ہو جائے۔ یہ امام صاحب کا مذہب ہے۔ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر کا وقت مثل اول تک رہتا ہے۔

2۔ ظہر کا مستحب وقت گرمی میں دیر سے پڑھنا جب سورج کی حرارت ذرا کم ہو جائے اور سردی میں جلدی پڑھنا ہے۔

3۔ ظہر میں کوئی ایسا وقت نہیں جس میں نوافل یا قضا نماز مکروہ ہو، البتہ خود ظہر کو اتنا تاخیر سے پڑھنا کہ مثل ثانی داخل ہو جائے مناسب نہیں۔

عصر کے اوقات کی تفصیل

1۔ عصر کا اصل وقت امام صاحب کے نزدیک مثل ثانی سے اور صاحبین اور جمہور کے نزدیک مثل اول سے داخل ہوتا ہے۔ اور آخری وقت بالاتفاق غروب آفتاب ہے۔

2۔ عصر کی نماز احناف کے نزدیک سورج کے تغیر سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ تغیر کا مطلب ہے کہ اتنی تاخیر کہ سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھوں میں چبھن نہ ہوتی ہو اس سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے۔ اس کے بعد مکروہ ہے۔

3۔ عصر پڑھ لینے کے بعد نوافل مکروہ ہیں، سجدہ تلاوت، نماز جنازہ اور قضا مکروہ نہیں۔

4۔ غروب سے پندرہ بیس منٹ پہلے نوافل اور قضا جائز ہی نہیں جبکہ سجدہ تلاوت اور جنازہ مکروہ ہے۔ صرف اس دن کی نماز عصر کوئی پڑھ لے تو گناہ تو ہوگا لیکن نماز ہو جائے گی؛ کیونکہ نماز کے وجوب کا سبب ناقص پایا گیا ہے اس لیے ادا بھی ناقص معتبر مان لی جائے گی۔ گناہ اس کو اس بات کا ہوگا کہ اپنی غفلت سے نماز کو وقت ناقص تک کیوں لے گیا؟

مغرب کے اقات کی تفصیل

1۔ مغرب کا اصل وقت غروب آفتاب سے لے کر غروب شفق تک ہے۔ شفق کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام صاحب کے نزدیک شفق ابیض تک مغرب کا وقت رہتا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک شفق احمر تک رہتا ہے۔ دونوں کے بیچ پندرہ بیس منٹ کا فرق ہوتا ہے۔

2۔ مغرب کا مستحب وقت امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ اذان کے فوراً بعد فوراً نماز پڑھ لی جائے۔ نہ جلسۂ خفیفہ کیا جائے، نہ نوافل پڑھے جائیں۔ صاحبین کے نزدیک جلسۂ خفیفہ کے بعد مغرب پڑھنا مستحب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک دو نفل پڑھنے کے بعد مغرب پڑھنا مستحب ہے۔

3۔ مغرب کے بعد نوافل یا قضا کچھ بھی مکروہ نہیں، البتہ خود مغرب میں تاخیر کے حوالے سے یہ تفصیل ہے کہ اگر جلسہ خفیفہ یا دو نفل کے برابر یعنی دو منٹ کی تاخیر کر لی جائے تو مباح ہے، اس سے زیادہ تاخیر مکروہ تنزیہی ہے اور ستاروں کے ظاہر ہونے کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

عشا کے اقات کی تفصیل

1۔ عشا کا اصل وقت غروب شفق سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نصف یا ثلث لیل تک عشا کا وقت رہتا ہے صرف سفر میں صبح صادق تک رہتا ہے۔

2۔ احناف کے نزدیک عشا کو ثلث لیل سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ اور ثلث سے نصف لیل تک پڑھنا مباح ہے یعنی اتنی تاخیر گناہ ہے نہ ثواب۔

3۔ نصف لیل کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔

وتر کے اقات کی تفصیل

1۔ امام صاحب کے نزدیک وتر کی نماز کا وہی وقت ہے جو عشا کا ہے۔ البتہ وتر عشا کے تابع ہے اس لیے وتر کو عشا سے پہلے پڑھ نہیں سکتے۔ صاحبین کے نزدیک وتر کا وقت عشا کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے۔ نتیجہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا جب عشا کی نماز فاسد ہوگئی ہو لیکن پتا اس وقت چلے جب لوگ سنن و وتر سے فارغ ہوگئے ہوں تو امام صاحب کے نزدیک صرف عشا اور اس کی سنتوں کا اعادہ کرنا ہوگا وتر کا نہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ ہوگا۔

2۔ وتر کا مستحب وقت تہجد ہے جبکہ تہجد گزار شخص ہو لیکن جسے تہجد کی عادت نہ ہو اس کے لیے عشا کے ساتھ ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

باب الاذان

صرف پنج وقتہ نمازوں کے لیے اذان مشروع بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ ان کے علاوہ کسی نماز کے لیے اذان نہیں ہے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ صرف اذان فجر میں دوبار الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ کرلے۔

امام شافعی حدیث ابو محذورہ کی وجہ سے ترجیع کے قائل ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ آہستہ آواز میں پڑھے پھر دوبارہ انہی کلمات کو بلند آواز سے کہے۔

اذان ٹھیر ٹھیر کر جبکہ اقامت حدر میں دینا مسنون ہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر منہ گھمانا بھی مستحب ہے اگر مینارہ چوڑا ہو اور کھڑکی دور ہو جس کی وجہ سے آواز باہر زیادہ نہ پہنچتی ہو تو دائیں بائیں کھڑکی میں آکر بھی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پڑھ سکتا ہے۔

تثویب کی بحث

آپ ﷺ کے زمانہ میں اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ خود آپ ﷺ نے فرمایا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ پھر علمائے کوفہ نے سب سے پہلے نماز فجر میں ہی اذان واقامت کے درمیان تثویب کا اضافہ کیا۔ اس کے لیے کوئی بھی مختصر اور موزوں الفاظ کہہ دیے جاتے اور ہر پچاس ساٹھ آیتوں کے فاصلے

سے ایک بار تثویب کی جاتی تھی مسلسل آوازیں نہیں لگائی جاتی تھیں۔ فجر سستی اور غفلت کا وقت ہے اس لیے صرف فجر میں تثویب شروع کی گئی بقیہ نمازوں میں اس کی اجازت نہیں دی گئی، لیکن پھر متاخرین نے بقیہ نمازوں میں بھی تثویب کی اجازت دے دی۔ امام ابویوسف صرف حکام وقت، قضاۃ اور مفتیان کرام کے لیے تثویب کے قائل تھے کیونکہ عموماً انہی کو مشاغل کی کثرت اور مصروفیات کے ہجوم کی وجہ سے وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوپاتا۔ امام محمد سبھی کے لیے اجازت کے قائل تھے۔

آج کل کے دور میں الارم ایجاد ہوگئے ہیں، گھڑیاں ایجاد ہوگئی ہیں اس لیے اب تثویب کی ضرورت نہیں رہی۔ جہاں کہیں اس کی ضرورت محسوس ہو تو صرف فجر میں مختصر الفاظ میں دو تین بار وقفے وقفے سے تثویب کی جائے ہر نماز میں تثویب مناسب نہیں۔

حالت حدث میں اذان واقامت

حدث اصغر کی حالت میں اذان ایک روایت میں مکروہ ہے دوسری روایت میں مکروہ نہیں۔ مکروہ نہ ہونا راجح ہے، البتہ معمول بنالینا مکروہ ہے۔ حدث اصغر کی حالت میں اقامت ایک روایت میں مکروہ ہے یہی راجح ہے۔ دوسری روایت میں مکروہ نہیں۔ جبکہ حدث اکبر کی حالت میں اذان اور اقامت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔ اعادہ ایک قول میں واجب دوسرے قول میں مستحب ہے۔ صاحب ہدایہ نے تطبیق یہ دی ہے کہ اذان کا اعادہ کرنا چاہیے، اقامت کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

جنابت میں کراہت ہی کا قول ہے دوسرا کوئی قول نہیں جبکہ حدث اصغر میں دو دو روایتیں ہیں۔ جنابت میں اس سختی کی وجہ یہ ہے کہ اذان نماز کے بھی مشابہ ہے اور ذکر کے بھی، تو

بڑے حدث میں اسے نماز کے مشابہ قرار دے کر ایک ہی بات سب نے کہی کہ شدید مکروہ ہے جبکہ حدث اصغر کی حالت میں اسے ذکر کے مشابہ کہہ کر نرمی برتی۔

عورتوں کا اذان اور تکبیر دینا مکروہ ہے

خیر الفتاوی میں ہے:

الجواب ١١ اصل یہ ہے کہ نومولود کے کان میں کوئی مرد صالح اذان دے تاکہ صورتاً بھی کراہت نہ ہو۔ مراقی میں ہے۔

وکرھا ای الاذان والاقامۃ للنساء لما روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما من کراھتھما لھن۔ (ص ١٠٥)۔ اسکی تعلیل علامہ طحطاوی رح یہ بیان کرتے ہیں۔ لان مبنی حالھن علی الستر ورفع صوتھن حرام۔ الخ۔ اس تعلیل کا مقتضی یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔

سفر میں اذان وجماعت

سفر میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے اسٹیشن، ریل اور ہوائی جہاز میں اذان دینی چاہیے، اگر ریل میں ایک ڈبے سے دوسرے ڈبے میں جانا ممکن ہو تو ایک ڈبے کی اذان دوسرے ڈبے والوں کے لیے بھی کافی ہوگی۔

فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان واقامت کا حکم:

سوال: فوت شدہ نمازوں میں سے پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کا کیا حکم ہے؟ اور بقیہ نمازوں کے لئے صرف اقامت کافی ہے یا نہیں؟ نیز یہ حکم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے لئے ہے یا منفرد کے لئے بھی؟

الجواب: پہلی نماز کے لئے اذان واقامت دونوں سنت ہیں، البتہ بقیہ نمازوں کے لئے اختیار ہے، اور یہ حکم جماعت کے ساتھ پڑھنے والوں کے حق میں اور منفرد کے حق میں یکساں ہے لیکن اگر قضاء نماز مسجد میں ادا کرنا چاہے تو بغیر اذان واقامت کے ادا کرے۔

باب شروط الصلاۃ التی تتقدمہا

نماز کی سات شرائط ہیں شرط الشیئ خارج الشیئ ، رکن الشیئ داخل الشیئ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ان چیزوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی:

	شرائط	دلیل	اہم بات
1	وقت	ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا	اوقات صلوۃ میں اس شرط کا ذکر ہو چکا
2	بدن پاک ہو	نجاست سے پاک ہونے کی دلیل: وثیابک فطھر حدث سے پاک ہونے کی دلیل: وان کنتم جنبا فاطھروا	کیونکہ جب کپڑے پاک ہونا ضروری ہے تو بدن پاک ہونا بدرجۂ اولی ضروری ہے
3	لباس پاک ہو	وثیابک فطھر	عبارۃ النص ہے
4	جگہ پاک ہو	وثیابک فطھر	جب کپڑے پاک ہونا ضروری ہے تو جگہ پاک ہونا بھی اسی دلیل سے ضروری ہوا۔
5	ستر کو چھپانا	1۔خذوا زینتکم عند کل مسجد زینت سے مراد لباس اور مسجد سے مراد نماز ہے 2۔لاصلوۃ لحائض الابخمار حائض سے مراد بالغہ ہے	مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں سمیت تک ہے۔ عورت کا ستر چہرہ ، ہتھیلیوں اور پاؤں کے علاوہ پورا بدن ہے البتہ چہرہ

			کا پردہ ہے؛لقولہ علیہ السلام :المرأۃ عورۃ مستورۃ
6	نماز کی نیت کرنا	انما الاعمال بالنیات	نیت دل کے ارادے کا نام ہے ۔زبان سے نیت جائز بلکہ مستحسن ہے لیکن ضروری نہ سمجھے
7	قبلہ رخ ہونا	فولوا وجوھکم شطر المسجد الحرام	قبلہ معلوم نہ ہو تو تحری کرے وہی اس کا قبلہ ہے

بحث ستر عورہ

مرد کا ستر کتنا ہے؟ اس میں اختلاف ہے: احناف کے نزدیک مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے۔گھٹنے ستر میں داخل ہیں، ناف داخل نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک ناف ستر میں داخل ہے گھٹنے داخل نہیں۔ احناف کے دلائل یہ ہیں: 1۔قولہ علیہ السلام ((عورۃ الرجل ما بین سرتہ الی رکبتیہ))

اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں الی سے تو یہ سمجھ آرہا ہے کہ گھٹنے ستر میں داخل نہیں ،کیونکہ اس میں کلمہ الی آرہا ہے۔ جس کا مطلب یہ سمجھ آرہا ہے کہ گھٹنے تک ستر ہے۔ جواب یہ ہے کہ کلمہ الی کو کلمہ مع پر محمول کریں گے ۔یعنی الی بمعنی مع کے ہیں، جس کے دلائل اگلی دونوں روایات ہیں:قولہ علیہ السلام ((عورۃ الرجل ما دون سرتہ حتی تجاوز رکبتیہ))و قولہ علیہ السلام :الرکبۃ عورۃ

فائدہ: ستر کی دو قسمیں ہیں: ستر خفیفہ ، ستر غلیظہ ۔گھٹنے،ران اور ناف ستر خفیفہ ہیں، جبکہ قبل و دبر ستر غلیظہ ہیں۔

ستر کتنا کھل جائے تو نماز فاسد ہوگی؟

ستر چھپانا ضروری ہے۔ نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی۔ لیکن نماز میں ستر کھل جائے تو کم مقدار کھلنے پر نماز فاسد نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس سے احتراز مشکل ہے، زیادہ کھلنے سے فاسد ہونی چاہیے۔ لیکن اس کم اور زیادہ کا پیمانہ کیا ہے اس میں ائمہ کرام نے اجتہاد فرمایا ہے۔ طرفین فرماتے ہیں کہ ربع کثیر ہے اس سے کم قلیل ہے، قلیل ستر کھلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی کثیر سے فاسد ہوگی۔ امام ابو یوسف کے نزدیک نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف سے کم قلیل ہے۔ طرفین نے ربع کو کل کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ جیسے سر کا مسح، احرام میں حلق کروانا وغیرہ مسائل میں بھی ربع کو کل کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قلیل اور کثیر اسمائے مقابلہ میں سے ہیں، کوئی بھی چیز کم اس وقت کہلائی جاتی ہے جب وہ اپنے مد مقابل سے کم ہو۔ اور کثیر اس وقت کہلائی جاتی ہے جب وہ اپنے مد مقابل سے زیادہ ہو، اس لیے نصف سے زیادہ کثیر ہوگا اور نصف سے کم قلیل۔ جہاں تک بات ہے نصف کی تو امام ابو یوسف کی اس بارے میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں نصف کثیر ہے؛ کیونکہ اس کا مد مقابل قلیل نہیں جب مد مقابل قلیل نہ ہو تو وہ چیز کثیر ہی ہوگی۔ دوسری روایت میں نصف قلیل ہے؛ کیونکہ اس کا مد مقابل کثیر نہیں، جب مد مقابل کثیر نہیں تو اسے قلیل ہی کہیں گے۔

امام ابو یوسف کی بات قیاس پر مبنی ہے اور طرفین کی بات احتیاط اور فقہی نظائر پر اس لیے ترجیح طرفین کے قول کو حاصل ہے۔ وعلیہ الفتوی۔

باندی کا ستر کیا ہے؟

جو ستر مرد کے سامنے اس کی محرم عورتوں کا ہے وہی ستر باندی کا ہے۔ اسی لیے باندی کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہیں۔ سر، چہرہ، ہاتھ پاؤں، پنڈلیاں، بازو وغیرہ ستر میں داخل

نہیں؛اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک باندی سے یہ کہنا ہے جبکہ وہ آزاد عورتوں کی طرح پردہ لیا کرتی تھی کہ((اکشفی راسک ولاتشبھی بالحرائر)) عقلی دلیل یہ ہے کہ باندی کو گھر کے کام کاج کے لیے باہر نکلنا پڑتا ہے اور مردوں سے لین دین کے معاملات کرنے ہی پڑتے ہیں اس لیے اسے پردے کا حکم دینا حرج ہے۔

نجاست اور ستر عورت میں تعارض

ایک آدمی کے پاس نجس کپڑے ہیں، کوئی اور کپڑے ہیں ہی نہیں اور نماز کا وقت آ گیا تو وہ انہی نجس کپڑوں میں نماز پڑھ لے یا برہنہ نماز پڑھے؟ تو یہاں دو شرطوں میں تعارض ہو رہا ہے۔ اگر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے تو بھی شرط فوت ہوتی ہے اگر نجس کپڑوں کو اتار دے برہنہ نماز پڑھے تو بھی شرط فوت ہوتی ہے۔ تو یہ کیا کرے؟ اس میں ائمہ عظام نے اجتہاد فرمایا۔ امام محمد اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ کپڑوں میں نماز پڑھ لے؛ کیونکہ برہنہ نماز پڑھنا زیادہ بھاری بات ہے بنسبت نجس کپڑوں میں نماز پڑھنے کے اور قاعدہ ہے کہ دو مفاسد جمع ہو جائیں اور دونوں میں سے ایک ہلکا ایک بھاری ہو تو ہلکا مفسدہ برداشت کر لیا جاتا ہے اور بھاری سے دور رہنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ برہنہ نماز پڑھنا زیادہ بھاری ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ برہنہ نماز پڑھنے سے کئی فرض مزید فوت ہوں گے کیونکہ برہنہ شخص بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھتا ہے جس کی وجہ سے اس کا قیام رکوع سجود سب فوت ہو جاتے ہیں۔ جبکہ نجس کپڑوں میں نماز پڑھنے سے ایسی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

شیخین فرماتے ہیں کہ برہنہ نماز اور نجس کپڑوں میں نماز ان میں سے کوئی ہلکا اور بھاری نہیں بلکہ دونوں باہم مساوی ہیں۔ دونوں کے مساوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عام حالت میں جبکہ کوئی مجبوری نہ ہو دونوں ہی نماز کی صحت سے مانع ہیں۔ یعنی نہ نجس کپڑوں میں عام حالت

میں نماز جائز ہے نہ برہنہ نماز جائز ہے۔اسی طرح معافی کی مقدار میں بھی دونوں مساوی ہیں ۔یعنی جیسے نجاست خفیفہ ربع سے کم معاف ہے ربع معاف نہیں اسی طرح ستر کا ربع سے کم کھل جائے تو معاف ہے ربع معاف نہیں۔لہذا جب یہ صحت صلوۃ اور مقدار معافی ان امور میں مساوی ہیں تو دونوں کے باہم تعارض کی صورت میں بھی مساوی حکم ہو گا یعنی اختیار دینا ہو گا کہ چاہے تو برہنہ نماز پڑھے چاہے تو نجس کپڑوں میں نماز پڑھے۔قاعدہ یہ بنا کہ من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان لم یتساویا اختار الاخف

رہی یہ بات کہ برہنہ نماز پڑھنے سے کئی فرض فوت ہوں گے تو یہ دلیل درست نہیں ؛کیونکہ برہنہ حالت میں نمازی اشاروں سے نماز پڑھتا ہے۔یہی اشارے قیام، رکوع، سجدوں کے قائم مقام ہوتے ہیں جب قائم مقام موجود ہے تو یہ کہنا کیسے درست ہو گا کہ کئی فرائض فوت ہوں گے۔

اختلاف کا مصداق

ویسے اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں:

1۔اگر ربع یا اس سے زیادہ کپڑا پاک ہے۔باقی ناپاک۔تو ربع کل کے قائم مقام ہوتا ہے اس لیے ایسا سمجھا جائے گا کہ کپڑے پاک ہی ہیں اس لیے بالاتفاق انہی کپڑوں میں نماز پڑھے گا۔

2۔ صرف ربع سے کم پاک ہے باقی اکثر ناپاک ہے۔مذکورہ اختلاف اس صورت میں ہے۔

قبلہ کی چار اقسام

1۔عین قبلہ۔یہ اس شخص کے لیے ہے جو حرم مکی میں موجود ہو۔

2۔ جہت قبلہ ۔یہ اس شخص کا قبلہ ہے جو وہاں موجود نہ ہو، دنیا کے اکثر علاقوں کا قبلہ یہی ہے۔اس میں 46 ڈگری انحراف کی بھی گنجائش ہے؛کیونکہ اتنا انحراف بھی جہت قبلہ ہی کہلائے گا۔

3۔ جہت تحری ۔یہ اس شخص کا قبلہ ہے جو کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں قبلے کی سمت معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ اگر ایسے شخص کو دوران نماز دوسری طرف قبلہ ہونے کا غالب گمان ہو جائے تو اس کے لیے اسی طرف گھوم جانا ضروری ہے اس کی پہلی نماز بھی ہو جائے گی اور ابھی بحالت موجودہ بھی نماز ہی میں رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ الاجتهاد لا ينقض الاجتهاد۔ پہلے بھی تحری اور اجتہاد تھا اب بھی تحری اور اجتہاد ہی ہے۔ البتہ کسی نے سمت قبلہ کی نشان دہی کر دی تو اس پر اس کی دی گئی خبر کے مطابق رخ کرنا ضروری ہے کیونکہ قاعدہ ہے: الاستخبار فوق التحری۔ ثقہ کی خبر انسان کے ذاتی گمان سے بڑی دلیل ہے۔

4۔ جہت قدرت۔ یہ خوف اور سخت بیماری کی حالت کا قبلہ ہے جب سمت قبلہ کی طرف گھومنے سے جان جانے یا سخت تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے۔

مزید شرائط:

مذکورہ بالا شرائط منفرد اور امام کے لیے ہیں۔ مقتدی کے لیے ان کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ امام سے آگے نہ بڑھے۔ فرائض و واجبات میں امام کی مخالفت نہ کرے۔ اقتدا کی نیت کرے اور ان کے درمیان مکان کا اختلاف نہ ہو۔

باب صفة الصلاة

نماز کی ماہیت کے اندر چھ چیزیں فرض اور ارکان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کے بغیر نماز ہی نہ ہوگی۔سجدہ سہو سے بھی ان کی تلافی نہیں ہو سکتی۔وہ یہ ہیں:

فرائض نماز

	ارکان	دلیل	اہم بات
1	تکبیر تحریمہ	وربک فکبر	یہ فرض نہیں بلکہ شرط ہے۔عند الأحناف
2	قیام	(وقوموا لله قانتين)	ایک لحہ کا قیام فرض ہے بقدر تسبیح واجب ہے
3	قراءت	(فاقرءوا ما تيسر من القرآن)	27،28 حروف کے بقدر فرض ہے۔
4	رکوع	(واركعوا واسجدوا)	ایک لحہ کا رکوع فرض ہے بقدر تسبیح واجب ہے
5	سجدہ	(واركعوا واسجدوا)	دوسرا سجدہ اجماع کی وجہ سے فرض ہے
6	قعدہ اخیرہ	قوله عليه السلام (اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلاتك)	یہ خبر واحد ہے لیکن یہ اقیموا الصلوۃ کے اجمال کی تفسیر بن رہا ہے اس لیے اس سے رکنیت ثابت ہو سکتی ہے

مزید فرائض یہ ہیں:

1۔ سجدہ میں پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کوئی ایک انگلی ایک لمحہ کے لیے رکھنا۔2۔ سجدہ ثانیہ کو سجدہ اولی سے ممتاز کرنا۔3۔ قیام کو رکوع سے مقدم کرنا۔4۔ رکوع کو سجدہ سے پہلے ادا کرنا۔5۔ سجدوں کو قعدہ اخیرہ سے پہلے ادا کرنا۔6۔ قعدہ اخیرہ کو بالکل آخر میں ادا کرنا۔7۔ بلاعذر نماز نہ توڑنا۔8۔ مقتدی کا اپنے امام سے آگے نہ بڑھنا۔ 9۔ امام سے آگے نہ بڑھنا۔10۔ سمت قبلہ میں امام کی مخالفت نہ کرنا۔ 11۔ صاحب ترتیب کو وقتی نماز کے دوران فوت نماز یاد نہ آنا۔12۔ مرد کا عورت کے محاذات میں کھڑا نہ ہونا۔(شامی:1/ 448۔450ایچ ایم سعید)

تکبیر تحریمہ شرط یا رکن؟

تکبیر تحریمہ شرط ہے یا رکن؟ اس میں اختلاف ہے:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک شرط ہے۔ دلیل ہے:وذکر اسم ربہ فصلی، اس آیت میں فا عاطفہ ہے اور عطف تقاضہ کرتا ہے تبدیلی اور مغایرت کا اس لیے تکبیر تحریمہ مغایر ہونا چاہیے نماز سے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تکبیر تحریمہ نماز کا رکن نہ ہو بلکہ نماز کی شرط ہو کیونکہ شرط کسی چیز کی ماہیت سے باہر ہوتی جبکہ رکن ماہیت میں داخل ہوتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان ایک نماز میں مکرر بار ادا کیے جاتے ہیں، جیسے قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ ۔سب ایک سے زائد بار ادا کیے جاتے ہیں صرف تکبیر تحریمہ واحد چیز ہے جو ایک بار ادا کی جاتی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ شرط ہے رکن نہیں۔

امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ رکن ہے۔دلیل یہ ہے کہ اس کے بھی وہی شرائط ہے جو باقی ارکان کے ہیں یعنی طہارت، ستر عورت، نیت، استقبال قبلہ وغیرہ۔ یہ اس بات

کی علامت ہے کہ تکبیر تحریمہ بھی فرض اور رکن ہے، شرط نہیں۔ احناف کی طرف سے امام شافعی کو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ تکبیر تحریمہ نماز کے ساتھ اتنا متصل ہے کے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ رکن ہے ورنہ حقیقت میں وہ اس سے مغایر ہے۔

اللہ اکبر کے علاوہ کوئی اور الفاظ تکبیر تحریمہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں؟

اس میں چار اقوال ہیں:

1۔ امام مالک کے نزدیک اللہ اکبر ہی کا تعامل چلا آرہا ہے اس لیے اس کے علاوہ کسی لفظ سے تکبیر تحریمہ ادا نہ ہو گا اور نماز درست نہ ہو گی۔

2۔ امام شافعی کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ الاکبر ان دو الفاظ سے تکبیر تحریمہ ادا ہو گا۔ الاکبر میں الف لام آنے کی وجہ سے مبالغہ زیادہ ہے اس لیے یہ بھی کہنا جائز ہے ان دو کے علاوہ کسی بھی کلمہ سے تکبیر تحریمہ کا فرض ادا نہ ہو گا۔

3۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ چار کلمات سے تکبیر تحریمہ ادا ہو گا ان کے علاوہ کسی بھی کلمہ سے تکبیر تحریمہ کا فرض ادا نہ ہو گا۔ اللہ اکبر، اللہ الاکبر، اللہ کبیر، اللہ الکبیر؛ کیونکہ اللہ تعالی کے ناموں میں افعل اور فعیل دونوں اوزان میں معنوی طور پر یکساں خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ہاں! اگر کسی سے ان الفاظ کی ادائی نہ ہو سکتی ہو تو اس کے لیے ان کے متبادل کوئی اور تعظیمی کلمات کہنا بھی کافی ہو گا۔

4۔ طرفین کے نزدیک تکبیر کے علاوہ ((اللہ اجل)) یا ((اللہ اعظم)) یا ((الرحمن اکبر)) یا ((لا الہ الا اللہ)) یا اس کے علاوہ اللہ کے اسماء میں سے کوئی بھی نام جو تعظیم و اجلال پر مشتمل ہو کہنا کافی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ تکبیر لغۃ تعظیم کو کہتے ہے قال تعالی ((فلما راینہ اکبرنہ)) اس لیے تعظیم

وثنا پر مشتمل کوئی بھی کلمہ کہنے سے تکبیر تحریمہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔یادر ہے یہ اختلاف فرض ادا ہونے نہ ہونے میں ہے۔اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے چنانچہ اگر اللہ اکبر نہ کہا جبکہ کہنا آتا ہو پھر بھی نہیں کہا کوئی اور تعظیمی کلمہ کہا تو مکروہ تحریمی ہو گا۔

عجمی زبان میں قراءت

کتاب میں فارسی سے مراد تمام عجمی زبانیں ہے۔امام ابو حنیفہ پہلے یہ فرماتے تھے کہ اگر عربی زبان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے پھر بھی ترجمہ قرآن سے نماز درست ہے؛ کیونکہ قرآن جیسے عربی زبان میں ہے ویسے یہ قرآن عجمی زبان میں ترجمہ کر دیا جائے تب بھی قرآن رہے گا۔دلیل ہے((وانہ لفی زبر الاولین)) استدلال اس طرح ہے کہ قرآن کی طرف ضمیر راجع ہے اور فرمایا جارہا کہ قرآن کے مضامین پہلی کتابوں میں بھی ہیں اور پہلی آسمانی کتابیں عجمی زبان میں تھیں۔لیکن بعد میں امام ابو حنیفہ نے صاحبین کے قول کو اختیار کر لیا تھا۔اور اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ ذبیحہ عجمی زبان میں بسم اللہ پڑھنے سے ادا ہو جائے گا لیکن قراءت اور تکبیر تحریمہ عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں جائز نہیں۔اگر کوشش کے باوجود عربی میں کہنا نا آتا ہو پھر جائز ہے۔وجہ یہ ہے کہ عربی میں جو خصوصیات ہیں وہ کسی اور زبان میں نہیں، نیز قرآن ہے ہی عربی میں، اس لیے غیر عربی پر نظم قرآن کا اطلاق مشکل ہے۔لہذا تکبیر تحریمہ قراءت عربی میں کہنا ضروری ہے۔

واجبات نماز

صاحب ہدایہ نے واجبات نماز میں سے ان کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوگا: 1۔ سورۃ فاتحہ (کا اکثر حصہ) پڑھنا۔ 2۔ تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت جس کی کم سے کم مقدار 27 سے 29 حروف ہو، پڑھنا۔ 3۔ ارکان وواجبات اسی ترتیب سے ادا کرنا۔ 4۔ قعدہ اولی کرنا۔ 5۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا۔ 6۔ قنوت وتر۔ 7۔ تکبیرات عیدین۔ 8۔ جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراً قراءت کرنا۔

ان کے علاوہ بھی کئی واجبات نماز ہیں، مثلاً: 1۔ سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔ 2۔ پہلی دو رکعتوں کو قراءت کے لیے متعین کرنا۔ 3۔ فرض، واجب اور سنت مؤکدہ نمازوں میں قعدہ اولی کے اندر تشہد سے زیادہ نہ پڑھنا۔ 4۔ رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور تمام ارکان اطمینان سے ادا کرنا۔ 5۔ رکوع کے بعد قومہ کرنا۔ 6۔ پہلے سجدہ کے بعد جلسہ کرنا۔ 7۔ لفظ سلام سے نماز ختم کرنا۔ 8۔ سورہ فاتحہ مکرر بار نہ پڑھنا۔ 9۔ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا۔ 10۔ قنوت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا۔ 11۔ تکبیر تحریمہ لفظ اللہ اکبر سے ادا کرنا۔ 12۔ سجدہ کرتے ہوئے ناک زمین پر رکھنا۔ 13۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا۔ 14۔ سجدہ میں دونوں گھٹنے زمین پر رکھنا۔ 15۔ مقتدی ہو تو امام کی اتباع کرنا۔ 16۔ رکوع میں قراءت نہ کرنا۔ 17۔ قعدہ اولی اور اخیرہ میں تشہد سے پہلے کھڑا نہ ہونا۔

(شامی: 1/456۔1473 ایچ ایم سعید)

سنن نماز

ترک سنت باعث ملامت ہے۔ بعض علما کے نزدیک ترک سنت ایک بار بھی ہو تو اثم یسیر (معمولی گناہ) ہوتا ہے زیادہ مرتبہ ہو تو بڑا گناہ بن جاتا ہے، لیکن راجح یہ ہے کبھی کبھار

چھوڑدیناباعث ملامت یاباعث گناہ نہیں، بلکہ اس پر بلاعذر اصرار باعث گناہ ہے۔(شامی:1 / 474ایچ ایم سعید)

نماز کے سنن مؤکدہ میں سے وہ سنن جو ہدایہ میں موجود ہیں،اس کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔نماز کے آداب شامی میں ملاحظہ فرمائیں۔زیر نظر نقشے میں مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق بھی ظاہر کیا گیا ہے۔شائقین یہ فروق علامہ شامی کی کتاب ردالمحتار (مطبوعہ ایچ ایم سعید) جلد 1 صفحہ 504 پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

	سنتیں	دیگر مسالک	اہم بات
1	تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا	بالاتفاق سنت ہے	مستورات آستین سے ہاتھ باہر نہ نکالیں۔
2	ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں	امام شافعی: کندھوں تک اٹھائے	مستورات کے لیے کندھے تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔
3	دونوں پاؤں کے بیچ چار انگل کا فاصلہ رکھے		مستورات دونوں پاؤں ملا کر کھڑی ہو۔
4	ہاتھ ناف کے نیچے باندھے	امام شافعی: سینے پر ہاتھ باندھے	مستورات سینے پر ہتھیلی پر ہتھیلی رکھیں۔
5	ثناء پڑھنا سنت ہے	عند الشافی انی وجہت بھی پڑھے	وجل ثناءک کے الفاظ مشہور روایات میں موجود نہیں

6	سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھنا	عند مالک مکروہ ہے	استعیذباللہ من الشیطن الرجیم اقرب الی القرآن ہے
7	فاتحہ سے پہلے تسمیہ آہستہ پڑھنا	عند الشافعی تسمیہ جہرا پڑھے	ہر رکعت میں قراءت سے پہلے تسمیہ پڑھنا سنت ہے
8	سورت سے پہلے تسمیہ پڑھنا سنت نہیں چاہے سری نماز ہو یا جہری	عند محمد سری نمازوں میں سورت سے پہلے تسمیہ سنت ہے	راجح یہ ہے کہ سورت سے پہلے تسمیہ سنت نہیں لیکن مکروہ بھی نہیں بلکہ بہتر ہے ۔(شامی:1/490ایچ ایم سعید)
9	ولاالضالین کے بعد امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں	عند مالک امام آمین نہیں کہے گا۔ صرف مقتدی کہیں گے	احناف کی دلیل یہ حدیث ہے: اذا قال الإمام ولا الضالين فقولوا آمين فإن الإمام يقولها
10	آمین آہستہ آواز میں کہنا سنت	عند الشافعی جہرا کہنی ہے	آمین دعا ہے اور دعا میں اخفا افضل
11	تکبیرات انتقال جہرا کہنا مسنون ہے	عند احمد تکبیر رکوع واجب ہے	لأن النبي عليه السلام كان يكبر عند كل خفض ورفع
12	رکوع میں گھٹنے مضبوطی سے پکڑے		عورتیں گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھیں، پکڑنا نہیں ہے۔
13	رکوع میں پنڈلی اور کمر سیدھی رکھے		عورتیں کمر کو معمولی خم دے کر رکوع کریں

عورتیں ہاتھوں کی انگلیاں ملادیں		رکوع میں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھے	14
خواتین معمولی خم دے کر رکوع کریں۔		رکوع میں نہ سر اونچا کرے نہ جھکائے	15
إذا ركع أحدكم فليقل في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلاثا وذلك أدناه	عند احمد واجب ہے	رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم پڑھے	16
منفرد کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنالک الحمد دونوں کہنا مسنون ہے	عند احمد واجب ہے	امام رکوع سے اٹھتے ہوئے صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے	17
حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے	عند احمد واجب ہے	مقتدی صرف ربنالک الحمد کہیں	18
دونوں پر عمل بھی جائز ہے۔	عند الجمہور امام بھی کہے	امام ربنالک الحمد نہ کہے	19
بدائع میں اسے سنن میں شمار کیا گیا ہے۔ واقرہ العلامۃ الشامی	بڑا اختلاف ہے	سجدے میں پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے	20
عورتیں بازو ملادیں گی اور زمین پر بچھادیں گی۔	بالاتفاق سنت ہے	سجدہ میں بازو کھلے رکھے، زمین پر نہ بچھائے	21
عورتیں سمٹ کر مل مل کر سجدہ کرے گی۔	بالاتفاق سنت ہے	سجدے میں رانوں کو پیٹ سے جدا رکھے	22

23	سجدے میں پاؤں سیدھے کھڑے کرکے ان کی انگلیاں قبلہ رخ رکھے		عورت دونوں پاؤں دائیں جانب نکال دے
24	سجود میں تین بار سبحان ربی الاعلی پڑھے	عند احمد واجب ہے	إذا سجد أحدكم فليقل في سجوده سبحان ربي الأعلى ثلاثا وذلك أدناه
25	جلسہ خفیفہ مسنون نہیں	عند الشافعی مسنون ہے	جلسہ خفیفہ بڑھاپے پر محمول ہے
26	دوسری رکعت میں کھڑا ہوتے وقت زمین سے سہارا نہ لے بلکہ پاؤں کے بل کھڑا ہو		ان النبي عليه الصلاة والسلام كان ينهض في الصلاة على صدور قدميه
27	رفع یدین بار بار نہ کرے	عند الشافعی رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرے	لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن تكبيرة الافتتاح وتكبيرة القنوت وتكبيرات العيدين وذكر الأربع في الحج
28	قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا کردے اور الٹے پاؤں کی سرین پر بیٹھے۔		مستورات بائیں سرین پر بیٹھیں اور دونوں پاؤں دائیں جانب نکال دیں۔
29	ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک پہنچائیں اور انگلیاں اپنی حالت پر چھوڑدیں۔		ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک پہنچائیں اور انگلیاں ملادیں۔

30	قعدے میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھے		هكذا وصفت عائشة رضي الله عنها قعود رسول الله عليه الصلاة والسلام في الصلاة
31	تشہد ابن مسعود پڑھنا زیادہ افضل ہے	عند الشافعی تشہد ابن عباس افضل ہے	10 وجوہ کی بناپر تشہد ابن مسعود افضل ہے
32	فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے	عند الشافعی سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے	اگر سورت ملادی تو سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا، البتہ خلاف سنت عمل ہو گا
33	قعدہ اخیرہ تشہد کی حالت میں ہی بیٹھنا	عند مالک تورک سنت ہے	تورک والی روایت ضعیف ہے یا بڑھاپے پر محمول ہے
34	قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا	عند الشافعی فرض ہے	فرض کے پہلے قعدہ میں درود پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو گا
35	سلام سے پہلے دعا مانگنا	بالاتفاق سنت ہے	ایسی دعا مانگے جس کا تقاضا مخلوق سے نہیں کیا جاسکتا
36	السلام کے ساتھ علیکم ورحمۃ اللہ کہنا	عند الشافعی سلام فرض ہے	صرف سلام کہنا واجب ہے اور مذکورہ اضافہ مسنون ہے
37	دائیں بائیں سلام پھیرنا	بالاتفاق سنت ہے	
38	سلام پھیرتے ہوئے دائیں بائیں فرشتوں اور نماز میں حاضر جنات		والمنفرد ينوي الحفظة لا غير؛لأنه ليس معه سواهم والإمام ينوي بالتسليمتين هو

	اور مسلمانوں کی نیت کرنا		الصحیح
39	فجر وظہر میں طوال مفصل، مغرب میں قصار مفصل اور عصر وعشا میں اوساط مفصل پڑھنا	/	ظہر میں نسبتاً فجر سے کم قراءت کرے۔ سفر وغیرہ میں مسنون قراءت میں اختصار کر سکتا ہے۔
40	فجر کے علاوہ بقیہ نمازوں میں دونوں رکعتوں میں مساوی قراءت کرنا بہتر ہے	امام محمد کے نزدیک فجر کی طرح پہلی رکعت نسبتاً لمبی کرے	دونوں پر فتویٰ ہے، البتہ آج کل عمل امام محمد کے قول پر ہی ہے۔

رفع یدین کانوں تک یا کندھوں تک؟

نماز میں ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے؟ کانوں تک یا کندھوں تک؟ اس میں اختلاف ہے: احناف کے نزدیک ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا چاہیے۔ دلیل ہے ((ان النبی کان اذا کبر رفع یدیہ حذاء اذنیہ)) امام شافعی کے نزدیک کندھوں تک اٹھائے گا۔ ان کی دلیل ہے ((کان النبی اذا کبر رفع یدیہ الی منکبیہ)) امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو روایت پیش کی ہے وہ محمول ہے عذر کی حالت پر جب کانوں تک اٹھانے میں مشقت ہو۔

ہاتھ کہاں باندھے؟ سینے پر یا ناف کے نیچے؟

اس میں اختلاف ہے: احناف فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔ امام شافعی کے نزدیک سینے پر باندھنا مسنون ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ہاتھ کہیں نہیں باندھے گا بلکہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو چھوڑے گا۔

احناف کی دلیل یہ ہے:((ان من السنۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ)) یہ روایت امام مالک اور امام شافعی دونوں کے موقف کے خلاف واضح دلیل ہے۔

احناف کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا یہ تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔ سینے پر ہاتھ باندھنا تعظیم کے منافی ہے۔

ہاتھ باندھنا قیام کی سنت ہے یا قراءت کی؟

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنا قراءت کی سنت ہے اس لیے قراءت کے وقت ہاتھ باندھے اس سے پہلے ہاتھ چھوڑے رکھے، شیخین فرماتے ہیں کہ ہر وہ قیام جس میں ذکر مسنون طویل ہو اس میں ہاتھوں کو باندھا جائے گا۔ اس لیے قیام میں ذکر و قراءت دونوں ہیں اس لیے شروع ہی سے ہاتھ باندھے جائیں گے۔ اسی وجہ سے جنازہ اور قنوت وتر میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ قومہ میں ذکر قصیر ہے اس لیے ہاتھ نہیں باندھے جاتے۔ تکبیرات عیدین میں ذکر ہے ہی نہیں اس لیے ان میں بھی ہاتھ نہیں باندھے جاتے۔

فتوی شیخین کے قول پر ہے۔

ثناء میں مزید کوئی اضافہ ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے: طرفین فرماتے ہیں کہ امام ((سبحانک اللھم وبحمدك)) آخر تک پڑھے گا اس کے علاوہ مزید کچھ نہ پڑھے۔ تاکہ لوگوں کو اکتاہٹ نہ ہو۔ ہاں انفرادی نماز میں اور نوافل میں انی وجہت پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ان النبی کان اذا افتتح الصلاۃ کبر وقراء : سبحانک اللھم وبحمدک)) اس سے زائد پڑھنا ثابت نہیں۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ثناء کے ساتھ ساتھ ((انی وجهت وجهی)) کے آخر تک پڑھے گا۔ دلیل یہ ہے کہ ((ان النبی کان یقول ذلک))۔ طرفین کا امام ابو یوسف کو جواب یہ ہے کہ یہ تہجد اور نوافل پر محمول ہے۔ فتوی طرفین کے قول پر ہے۔

تعوذ ثناء کے تابع ہے یا قراءت کے؟

طرفین فرماتے ہے کہ تعوذ قراءت کے تابع ہے۔ لقولہ تعالی ((فاذا قرأت القرآن فاستعذ با لله من الشیطن الرجیم)) امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ثناء کے تابع ہے کیونکہ یہ اس کی جنس میں سے ہے یعنی دعا وغیرہ کی قبیل سے ہے۔ فتوی طرفین کے قول پر ہے۔

فاتحہ فرض ہے یا واجب؟

نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا فرض ہے یا واجب؟ اس میں اختلاف ہے۔ تین مذاہب ہیں:

1۔۔۔ احناف کے نزدیک سورۃ الفاتحہ پڑھنا اور سورت ملانا واجب ہے۔ لقولہ تعالی ((فاقرءوا ما تیسر من القرآن)) اس میں امر فرضیت کی دلیل ہے لیکن اس سے نفس قراءت کی فرضیت معلوم ہوتی ہے سورہ فاتحہ یا سورت کی فرضیت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

جن احادیث سے ان کی فرضیت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ خبر واحد ہیں اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں اس لیے ان کی وجہ سے ہم ان کو واجب تو کہہ سکتے ہیں، فرض قرار نہیں دے سکتے۔

2۔۔۔ امام شافعی کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ دلیل ہے:((لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب)) جواب اوپر گزر گیا۔

3۔۔۔ امام مالک کے نزدیک دونوں کا پڑھنا فرض ہے۔دلیل ہے: لا صلاۃ الّا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ معھا جواب اوپر گزر گیا۔

امام آمین کہے یا نہیں؟

احناف فرماتے ہیں کہ امام آہستہ سے آمین کہے گا((لقولہ□: اذا امّن الامام فامنوا))
امام مالک فرماتے ہیں کہ مقتدی امین کہے گا،امام نہیں۔ إذا قال الإمام ولا الضالین فقولوا آمین۔امام مالک اس حدیث کو((فقولو امین)) تک لیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا امام کا کام یہ نہیں کہ وہ آمین کہے بلکہ اس نے ولا الضالین پر خاموش ہو جانا ہے۔

احناف اس تقسیم کو تسلیم نہیں کرتے ؛کیونکہ امام مالک نے حدیث کے آخری جز کو نہیں لیا آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے((فان الامام یقولھا)) لہذا امام آہستہ سے آمین کہے گا۔

امام ربنالک الحمد کہے گا؟

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ امام رکوع سے سر اٹھائے تو صرف ((سمع اللہ لمن حمدہ)) کہے،ربنالک الحمد نہ کہے،مقتدی صرف ((ربنالک الحمد)) کہے گا۔ان کی دلیل((اذا قال الامام :سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد)) ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ امام دونوں الفاظ کہے گا۔لما روی أبو ھریرۃ رضي اللہ عنہ أن النبي علیہ الصلاۃ والسلام کان یجمع بین الذکرین،صاحبین کی دوسری دلیل قیاس ہے کہ جب امام مقتدیوں کو اللہ کی تعریف پر ابھار رہا ہے تو خود اپنے آپ کو نہ بھولے بلکہ وہ بھی تحمید کرے تاکہ اس کے قول وفعل میں تضاد نہ رہے۔

صاحبین کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ والامام بالدلالة علیه آت به معنی یعنی امام اس کی (تحمید کی) طرف راہ نمائی کر کے خود بھی معنا تحمید ادا کر رہا ہے لان الدال علی الخیر کفاعله اس لیے اس کے قول و فعل میں تضاد نہیں رہا۔

مسئلہ تعدیل ارکان

قومہ، جلسہ اور تمام ارکان میں تعدیل یعنی انہیں اس اطمینان سے ادا کرنا کہ تمام اعضا اور ہڈیوں کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں، اس کا کیا حکم ہے؟

طرفین کے نزدیک تعدیل ارکان سنت ہے۔ دوسرے قول میں واجب ہے۔ فتویٰ اسی پر ہے کہ واجب ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔

طرفین کی دلیل ((ارکعوا واسجدوا)) ہے کہ یہ کتاب اللہ کا خاص ہے۔ اس میں رکوع نام ہے جھکنے کا اور سجدہ نام ہے زمین پر پیشانی رکھنے کا۔ اب کوئی ایک لمحہ کے لیے بھی پیشانی زمین پر رکھ دے یا رکوع میں سر کو جھکا لے تو فرض ادا ہو جائے گا، باقی تعدیل ارکان کی فرضیت مستقل چیز ہے جس کا ثبوت نص قطعی سے نہیں اس لیے اسے بجائے فرض کے احتیاطا حدیث کی وجہ سے واجب کہنا چاہیے۔ اسی طرح انتقال یعنی اور قومہ اور جلسہ بھی صرف امتیاز کا فائدہ دیتا ہے، کوئی مقصودی رکن نہیں اس لیے انہیں بھی فرض نہیں کہہ سکتے؛ کیونکہ فرض ہمیشہ مقصودی رکن ہوتا ہے، تابع اور وسیلہ فرض نہیں ہوتا۔

امام ابو یوسف و شافعی کی دلیل حدیث ((قم فصلّ فانک لم تصلّ)) ہے۔ آپ ﷺ نے یہ اس اعرابی سے فرمایا تھا جس نے تعدیل ارکان نہیں کیا تھا۔ اس حدیث میں نماز کی نفی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے فرض چھوڑا تھا۔ طرفین کی طرف سے امام ابو یوسف کو جواب یہ

دیا گیا ہے کہ اس روایت کے آخر میں اس نماز کو ((الصلاۃ)) کا نام دیا گیا ہے، ارشاد ہے:((وما نقصت من هذا شيأ فقد نقصت من صلاتك)) یعنی تعدیل نہیں کی تو نماز ناقص ہو جائے گی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کے ارکان اس کے بغیر مکمل ہو جاتے ہیں، البتہ تعدیل نہ کرنے سے نماز میں نقصان آجاتا ہے۔ اور یہی طرفین کا کہنا ہے کہ تعدیل واجب ہے اس کے نہ کرنے سے نماز ناقص ادا ہوتی ہے۔

سجدہ کن اعضا پر؟

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر ناک یا پیشانی میں سے کسی ایک پر اکتفا کر لیا تو جائز ہے دلیل یہ ہے کہ سجدہ نام ہے زمین پر چہرہ رکھنے کا۔ اس لیے اگر چہرہ کا کچھ حصہ بھی رکھ دیا تو مامور بہ ادا ہو جائے گا، لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ ٹھوڑی اور رخسار اس سے خارج ہے اس لیے صرف ناک اور پیشانی رہ گئے۔ لہذا ان دو میں سے کسی ایک کو رکھ لینا فرض ادا کرنے والا شمار ہو گا۔

صاحبین کے نزدیک ناک یا پیشانی میں سے کسی ایک پر اکتفا کر لیا تو جائز نہیں، کیونکہ حدیث میں جبهة (پیشانی) کا ذکر صراحت سے آیا ہے اس لیے سجدہ کے لیے پیشانی رکھنا فرض ہے ۔فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔(شامی:1/498 ایچ ایم سعید) البتہ سجدہ میں ناک رکھنا واجب ہے۔ بلکہ حدیث ((امرت اسجد على سبعة اعظم: اليدان والركبتان والقدمان والجبهة)) کی وجہ سے ابن الہمام کا رجحان اس طرف ہے کہ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے رکھنا بھی واجب ہے اور پاؤں کے بارے میں پیچھے گزر چکا ہے کہ دس انگلیوں میں سے کوئی ایک انگلی ایک لمحہ رکھ لینا فرض ہے۔

شامی کی تحقیق یہ ہے کہ جب ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے رکھنا واجب ہے تو قواعد اور دلائل کی رو سے پاؤں رکھنا بھی واجب ہی ہو گا، فرض نہ ہو گا۔(شامی:1/499،500)

امام صاحب، صاحبین کی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مشہور روایتوں میں جبھہ کی جگہ وجہ آیا ہے وجہ کا اطلاق پورے منہ پر ہوتا ہے۔ ٹھوڑی اور رخسار اس سے خارج ہے ہیں لہٰذا ناک یا پیشانی میں سے کسی پر بھی سجدہ ادا کیا تو سجدہ ہو جائے گا۔ تاہم امام صاحب نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (در مختار)

مسئلہ تشہد و درود

احناف کے نزدیک تشہد پڑھنا واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا فرض نہیں، سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک دونوں چیزیں فرض ہیں۔

احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:((إذا قلت هذا أو فعلت فقد تمت صلاتك،لن شئت أن تقوم فقم وإن شئت ان تقعد فاقعد)) امام شافعی کی دلیل حدیث ہے کنانقول فی الصلوۃ قبل ان یفرض علینا التشہدالسلام علی اللہ اس حدیث میں تشہد کے لیے لفظ فرض استعمال ہوا ہے یہ اس کے فرض ہونے کی دلیل ہے۔ اور درود پاک کے فرض ہونے کی دلیل یا ایھا الذین امنواصلو ا علیہ وسلموا تسلیما ہے۔

امام شافعی کی دلیل جواب یہ ہے کہ لفظ فرض جو تشہد کی روایت میں ہے اس سے مراد فرض ہونا نہیں بلکہ فرض کے دوسرے معنی آتے ہیں: "مقرر کرنا" وہ مراد ہیں۔ اور آیت میں درود پاک کے حوالے سے جو صیغہ امر آیا ہے وہ فرضیت ہی کے لیے ہے لیکن اس کا مصداق یہ ہے کہ زندگی بھر میں ایک بار درود پاک کی نیت سے درود پڑھنا فرض ہے چاہے نماز میں ہو یا نماز کے باہر؛ کیونکہ الامر لایقتضی التکرار۔ ہر نماز میں یا ہر بار درود پاک پڑھنا فرض نہیں۔

جہری نمازوں میں جہر کی صورتیں

1۔۔۔جہری نماز جماعت کے ساتھ ہو تو بہر صورت جہرا قراءت کی جائے گی، چاہے وقت کے اندر جماعت ہو یا وقت نکلنے کے بعد قضا کر رہے ہوں۔

2۔۔۔منفرد اس وقت جہرا قراءت کر سکتا ہے جب وقت کے اندر نماز پڑھ رہا ہو البتہ اسے اختیار ہے چاہے جہر کرے چاہے آہستہ پڑھے، لیکن وہ منفرد جو قضاء نماز ادا کر رہا ہے وہ سر ہی کرے گا۔ صاحب ہدایہ کا یہی فتوی ہے۔ البتہ امام سرخسیؒ اور قاضی خان وغیرہ جیسے متعدد ماہرین فن کے مطابق منفرد کو قضا نماز میں بھی جہر و سر کا اختیار ہے۔ شامی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ منفرد کو وقت کے اندر جیسے اختیار ہے وقت کے بعد بھی اختیار ہے۔

وَقَدْ اخْتَارَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ وَفَخْرُ الْإِسْلَامِ وَالْإِمَامُ التُّمُرْتَاشِيُّ وَجَمَاعَةٌ مِنْ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّ الْقَضَاءَ كَالْأَدَاءِ. قَالَ قَاضِي خَانْ: هُوَ الصَّحِيحُ. وَفِي الذَّخِيرَةِ وَالْكَافِي وَالنَّهْرِ: هُوَ الْأَصَحُّ. وَفِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ: إنَّهُ الَّذِي يَنْبَغِي أَنْ يُعَوَّلَ عَلَيْهِ وَذَكَرَ وَجْهَهُ. اهـ (شامی: 1/534 ایچ ایم سعید)

سورۃ الفاتحہ اور سورت کی قضا

طرفین فرماتے ہیں کہ کسی نے عشا کی دو رکعتوں میں سورت پڑھی، سورت الفاتحہ نہیں پڑھی تو آخری دو رکعتوں میں اس کی قضا نہیں کرے گا لیکن اگر سورت الفاتحہ پڑھی اور سورت نہیں پڑھی تو آخری دو رکعتوں میں سورت پڑھے گا اور جہر بھی کرے گا۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی صورت میں سورت یا سورہ فاتحہ کی قضا نہیں کرے گا۔ امام ابو یوسف کی دلیل واضح ہے کہ واجب جب اپنے محل سے فوت ہو جائے تو

اس کی قضا اسی وقت ممکن ہے جب اس کی کوئی دلیل ہو جبکہ سورہ فاتحہ یا سورت کی قضا کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نماز میں شریعت نے سورت الفاتحہ کی قراءت اس ترتیب سے رکھی ہے کہ پہلے سورہ فاتحہ ہو اس کے بعد سورت ہو۔ اب اگر کوئی سورہ فاتحہ بھول جائے اور سورت شروع کردے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگلے شفعہ میں قضا کرتے ہوئے پہلے سورہ فاتحہ پڑھ کر سورت ملالے کیونکہ شریعت کی وضع کردہ ترتیب کے خلاف لازم آئے گا کہ سورت مقدم ہو جائے گی اور فاتحہ اپنی جگہ سے مؤخر ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی نے سورت نہیں پڑھی تھی تو اس کی قضا ترتیب وضعی کے مطابق اگلے شفعہ میں کرنا ممکن ہے کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھے پھر سورت ملائے۔ اس لیے قضا کرنے کہا جائے گا۔ باقی یہ بات کہ جہر کرے گا یا نہیں؟ تو صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ان دو رکعتوں میں بھی جہر کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہو گا کہ چاروں رکعتوں میں جہری قراءت ہو گی۔

البتہ یہ جہر کرنا واجب ہے یا مستحب؟ اس میں اختلاف ترجیح ہے۔ صاحب ہدایہ نے وجوب کو راجح کہا ہے جبکہ فتح، بحر، نہر اور شامی کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستحب ہے۔

سر اور جہر کی تعریف میں اختلاف

امام ہندوانی کے مطابق سر کی تعریف یہ ہے کہ أن يسمع نفسه خود کو اور قریب بیٹھے ایک دو بندوں کو آواز سنائی دے اور جہر کی تعریف ہے: أن يسمع غيره یعنی قریب قریب کے دوسرے لوگوں کو مثلاً پہلی صف کو بھی آواز سنائی دے۔ ہندوانی کی تعریف کے مطابق صرف حروف کی ادائی اور ہونٹوں کو حرکت دینا قراءت نہیں ہے۔ جبکہ امام کرخی کے مطابق سر کی

تعریف یہ ہے کہ تصحیح الحروف یعنی ہونٹوں کو حرکت دینا اور حروف کی ادائیگی۔ اور جہر کی تعریف ہے: أن یسمع نفسہ یعنی خود کو سنائی دے۔

امام کرخی کی تعریف کے مطابق صرف حروف کی ادائی اور ہونٹوں کو حرکت دینا سراً قراءت ہے جبکہ جہر کے لیے دوسروں کو آواز آنا ضروری نہیں۔

یہ اختلاف طلاق، نکاح، قسم، تعلیق طلاق، ان شاء اللہ کہنا، سجدہ تلاوت ان سب میں جاری ہوگا۔ مسجد کی نماز کی حد تک قول کرخی کو لیا جاسکتا ہے بقیہ چیزوں میں ہندوانی کا قول لینا چاہیے۔أَنَّ كُلًّا مِنْ قَوْلَيِ الْهِنْدُوَانِيِّ وَالْكَرْخِيِّ مُصَحَّحَانِ، وَأَنَّ مَا قَالَهُ الْهِنْدُوَانِيُّ أَصَحُّ وَأَرْجَحُ لِاعْتِمَادِ أَكْثَرِ عُلَمَائِنَا عَلَيْهِ.(الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار:1/ 534)

فرض قرأت کی مقدار

امام ابو حنیفہ کے نزدیک ادنی قرأت ایک آیت ہے جس کے کم سے کم دو کلمات ہوں جیسے لم یلد، ثم نظر وغیرہ۔ دلیل ہے: ((فاقرءوا ما تیسر من القرآن)) صاحبین کے نزدیک تین آیت یا ایک بڑی آیت جو تین آیات کے برابر ہو۔ جس کی مقدار 27 سے 28 حروف ہیں۔ صاحبین کے قول پر فتوی ہے۔

باب الامامة

ہر مرد جسے کوئی عذر نہ ہو اس پر باجماعت نماز پڑھنا سنت موکدہ قریب بواجب ہے
لقولہ علیہ السلام :((الجماعۃ من سنن الھدی لا یتخلف عنھا الّا منافق))البتہ مسجد کی جماعت
کو فتاویٰ ہندیہ میں افضل کہا گیا ہے۔

امامت کا زیادہ حق دار کون؟

طرفین فرماتے ہیں کہ امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو سنت کو جاننے والا ہو یعنی عالم
زیادہ حق دار ہے قاری سے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک قاری زیادہ حق دار ہے عالم سے؛ کیونکہ
نماز کے لیے قرات کی ضرورت ہوتی ہیں، علم کی ضرورت جب ہوتی ہے جب کوئی مسئلہ پیش
آجاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرات ایسا فرض ہے جس کی ضرورت صرف ایک
رُکن میں پیش آتی ہے، جبکہ علم کی ضرورت تمام ارکان میں پیش آتی ہے۔

اگر سب عالم ہوں تو قاری زیادہ حق دار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:((
یوم القوم أقرؤھم لکتاب اللہ تعالی ، فان کانوا سوا فاعلمھم بالسنۃ)) آپ ﷺ کے زمانے میں
قاری عالم بھی ہوا کرتا تھا اس لیے حدیث میں قاری کو مقدم کیا گیا ہے ورنہ نفس الامر میں عالم
مقدم ہے قاری سے اس کے بعد قاری کا نمبر ہے۔ اس قاری ہونے میں بھی برابر ہوں تو ان میں
جو زیادہ متقی ہو گا وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من صلی
خلف عالم تقی فکانّما صلّی خلف نبی (لم اجدہ)

اگر حاضرین اس میں بھی برابر ہیں تو پھر ان میں جو زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ زیادہ حق دار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:((ولیؤمّکما أکبرکما سنّا)).

کن لوگوں کو امامت کے لیے آگے کرنا مکروہ ہے؟

1۔۔۔ غلام کو امام بنانا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ وہ تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اسے مسائل کا علم نہ ہوگا۔ لہذا اگر وہ علم سیکھ لے تو کراہت نہیں رہے گی۔

2۔۔۔ اعرابی کو اس لیے کہ اس پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہذا اگر کوئی اعرابی شہری تہذیب میں ڈھل جائے تو کراہت نہیں رہے گی۔

3۔۔۔ فاسق کو، اس لیے کہ وہ فسق کی وجہ سے دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا۔ اس لیے ممکن ہے کہ نماز کے اندر بھی بہت سی اہم باتوں کو نظر انداز کر جائے۔

4۔۔۔ اندھے کو امام بنانا بھی مکروہ ہے؛ اس لیے کہ ممکن ہے کہ نظر نہ آنے کی وجہ سے وہ نجاست سے بچ نہ سکتا ہو۔

5۔۔۔ ولد الزنا کی امامت بھی مکروہ ہے؛ اس لیے کہ باپ اس کی پرورش نہیں کرتا جس کی وجہ ایسے بچے عموما ان پڑھ اور جہالت کا شکار رہتے ہیں، دوسرا یہ کہ لوگ بھی اس کی امامت پسند نہیں کرتے۔

البتہ ان تمام صورتوں میں اگر کسی نے ان کو آگے بڑھا دیا تو نماز ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:((صلّو خلف کلّ برّ و فاجر))

عورتوں کی جماعت

عورتوں کے پیچھے مرد کی نماز بالاتفاق نہیں ہوتی، لیکن عورتیں اگر اپنی جماعت کروائیں جیسے بنات کے مدارس میں نماز ظہر کی جماعت کروائیں یا تراویح کے لیے عشا کی جماعت کروائیں تو کیا حکم ہے؟

فقہ حنفی میں یہ مکروہ ہے لیکن مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟ دونوں ہی مدلل اقوال ہیں۔ صاحب ہدایہ کے کلام سے کراہت تحریمیہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ ابن الہمام نے کراہت تحریمی کے قول پر زبردست رد کیا ہے۔ فتاوی بینات میں بھی دونوں اقوال کو لیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ حافظات کے لیے تراویح کی جماعت شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ آواز کے پردے کا خیال رکھیں اور امام زیادہ آگے کھڑی نہ ہو۔

دو آدمیوں کی جماعت

اگر دو آدمی باجماعت نماز پڑھیں تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: لحديث ابن عباس رضي الله عنهما فإنه عليه الصلاة والسلام صلى به وأقامه عن يمينه البتہ مقتدی امام کے پیچھے نہیں بلکہ برابر میں تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہوگا بلکہ ساتھ ساتھ ہی کھڑا ہوگا۔ وهو الظاهر

ہاں جب مقتدی ایک سے زیادہ ہوں تو بہتر ہے کہ مقتدی پیچھے چلیں جائیں، اگر وہ پیچھے نہیں جاتے تو امام آگے چلا جائے، آگے بڑھنے کی جگہ نہ ہو تو اسی طرح نماز مکمل کرلیں۔

نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز

مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ بچہ کی اقتدامیں نماز پڑھے ۔نہ فرض میں نہ نفل میں۔فرض میں تو واضح ہے کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ بناء القوی علی الضعیف جائز نہیں۔ بچہ نفل پڑھنے والا ہوتا ہے اور فرض پڑھنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ متنفل کے پیچھے نماز پڑھے۔

تراویح اور نوافل میں نابالغ کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟تومشائخ ماوراء النہر کے نزدیک جائز نہیں اور فتوی بھی اسی پر ہے اور مشائخ بلخ کے نزدیک جائز ہے۔ مفتی بہ قول کی دلیل یہ ہے کہ بچے کی نوافل بالغ کے مقابلے میں کمزور درجے کی ہیں یہی وجہ ہے کہ بچہ اگر نفل توڑ دے تو اس پر قضالازم نہیں آتی حالانکہ بالغ اپنی نفل نماز توڑدے تو اس پر قضالازم آتی ہے ۔اس لیے یہاں بھی بناء القوی علی الضعیف کی وجہ سے نماز فاسد ہوگی۔

مشائخ بلخ کی دلیل یہ ہے کہ وہ اس کو مظنون کی نماز پر قیاس کرتے ہیں۔ مظنون وہ شخص ہے جو فرض نماز پوری کر چکا ہے اس کا قعدہ اخیرہ بھی کر چکا ہے لیکن بھولے سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور چھ رکعت پر سلام پھیرا ان آخری دو رکعتوں میں وہ متنفل ہے لیکن کوئی اس کی اقتدا کرلے فرض سمجھ کر تو اس کی اقتدا درست ہے اس سے معلوم ہوا کہ من وجہ متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتدا درست ہے۔

مشائخ ماوراء النہر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مظنون پر قیاس درست نہیں اولا اس لیے کہ امام زفر کے نزدیک اس کی اقتدا درست نہیں دوسرا یہ کہ ایسی صورت بہت نادر ہے اس لیے مظنون کے ظن کو عارضی سمجھا جائے گا اور یوں سمجھا جائے گا کہ وہ متنفل ہے ہی نہیں بلکہ مفترض ہے جس کے پیچھے مفترض نے نماز پڑھی۔

عورت کے پیچھے مرد کی نماز

عورتوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد ہے: ((اخروھن من حیث اخرھن اللہ)) کہ انہیں پیچھے رکھو جیسے اللہ تعالی نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ اس میں مردوں کی ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ وہ عورتوں کو پیچھے رکھا کریں۔ اس لیے اگر مرد نماز میں غفلت برتیں گے اور عورتوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز نہ ہوگی، عورت کی ہو جائے گی۔

مسئلہ محاذات

البتہ اگر مرد مرد ہی کے پیچھے کھڑا ہو لیکن عورت آگے نماز کے لیے کھڑی ہو جائے یا مرد کے برابر میں بغیر حائل کے اس طرح کھڑی ہو جائے کہ پنڈلی پنڈلی کے محاذات میں آجائے اور دونوں ایک ہی نماز میں ایک ہی امام کے پیچھے کھڑے ہوں تو کیا اس صورت میں بھی مرد کی نماز فاسد ہو گی؟ امام شافعی کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی۔ حرمین شریفین میں نماز پڑھنے کی حد تک مجبوری اور عورتوں کی جہالت کی وجہ سے اس پر فتوی دے دیا گیا ہے لیکن بقیہ مساجد میں یہی فتوی ہے کہ محاذات کی تمام شرائط موجود ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وہ شرائط صاحب ہدایہ کے مطابق یہ ہیں:

1۔۔۔ دونوں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں۔ لہذا دونوں الگ الگ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں یا ایک منفرد ہو دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

2۔۔۔ دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہو، لہذا اگر محاذات ہو لیکن دونوں نے الگ الگ نماز کی نیت کی ہو مثلا مرد نے نفل کی نیت کی ہو اور عورت نے فرض نماز کی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

3۔۔۔ نماز مطلق یعنی کامل نماز ہو جس میں رکوع اور سجدہ ہوتا ہے لہذا نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں محاذات مفسد نہیں۔

4۔۔۔ عورت مشتہاۃ ہو۔ مشتہاۃ کا معنی ہے کہ وہ قابل جماع ہو گو بالغ نہ ہو اس میں سات، آٹھ یا نو سال کی قید مناسب نہیں کیونکہ علاقہ علاقہ کے لحاظ سے اور لڑکی کے قد کاٹھ کے لحاظ سے اس میں فرق آسکتا ہے۔

5۔۔۔ دونوں کے درمیان کچھ حائل نہ ہو، لہذا اگر بیچ میں دیوار یا پردہ حائل ہو یا ایک بندے کے فاصلے سے محاذات میں کھڑے ہوں تو یہ محاذات مفسد نہیں۔

بوڑھی عورت کے لیے مسجد میں نماز پڑھنا

امام ابو حنیفہ کے نزدیک بوڑھی عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ فجر مغرب اور عشا کے لیے مسجد جائے ۔صاحبین کے نزدیک بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے مسجد جاسکتی ہے جیسے نماز عید کے لیے وہ عید گاہ جاسکتی ہے؛ اس لیے کہ بوڑھی عورت کو فتنہ کا خوف نہیں ۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ لکل ساقطۃ لاقطۃ یعنی ہر گری پڑی چیز کو کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہی ہے اس لیے بوڑھی عورت کو اگر جوان سے خوف نہیں تو بوڑھے سے تو خوف ہے۔ امام صاحب، صاحبین کو جواب میں فرماتے ہیں کہ عید گاہ بڑا ہوتا ہے بوڑھی عورتوں کے لیے علیحدہ انتظام ممکن ہے لہذا اس میں کراہت نہیں جبکہ عام مساجد میں ایک راستہ ہوتا ہے جگہ چھوٹی ہوتی ہے اس لیے بے انتظامی اور اختلاط کی وجہ سے جائز نہیں۔ لیکن آج کل فتوی اس پر ہے کہ جس طرح جوان عورتیں مسجد نہیں جاسکتیں بوڑھی بھی نہیں جاسکتیں، نہ عید کے لیے نہ کسی اور نماز کے لیے۔

بناء القوی علی الضعیف پر مبنی مسائل

تندرست کی معذور کے پیچھے، قاری کی امی کے پیچھے، لباس پوش کی بے لباس کے پیچھے، قاعد کی مومی کے پیچھے، مفترض کی تنفل کے پیچھے نماز درست نہیں۔لانہ یبنی القوی علی الضعیف، ایک فرض پڑھنے والی کی نماز دوسرے فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز درست نہیں، البتہ متوضی کی متیمم کے پیچھے اور پاؤں دھونے والے کی مسح علی الخفین کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے۔ کیونکہ یہ قوی کی بنا قوی ہی پر ہے۔ قائم کی قاعد کے پیچھے خلاف قیاس، حدیث کی وجہ سے درست ہے۔ اگر امام امی یا اشغ ہو اور اس کی اقتدا میں کچھ امی ہوں کچھ قاری ہوں تو صاحبین کے نزدیک قراء کی نماز نہ ہوگی، امیوں کی نماز ہو جائے گی، امام صاحب کے نزدیک کسی کی بھی نماز نہ ہوگی؛ کیونکہ قاری کے ہوتے ہوئے امی کی امامت درست ہی نہیں۔امام صاحب کا قول راجح ہے البتہ آج کل یہ فتوی ہے کہ اگر کوشش کے باوجود امام کی قراءت درست نہ ہو رہی ہو تب اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر کوشش ہی نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز اس مسئلے میں درست نہ ہو گی، ہاں سارے ہی اس کی طرح ہوں تو درست ہو جائے گی۔اسی طرح اگر قاری امام کسی امی کو آخری دو رکعتوں میں خلیفہ بنادے تو کیونکہ امی امامت کا اہل نہیں اور گو آخری دو رکعتوں میں قراءت تحقیقاً واجب نہیں لیکن تقدیراً واجب ہے اس لیے نماز فاسد ہو جائے گی۔

باب الحدث فی الصلاۃ

اس باب میں بنااور نماز میں خلیفہ بنانے کے مسائل بیان ہوں گے۔ نماز میں حدث پیش آجائے تو قیاس کی رو سے بنادرست نہیں؛ کیونکہ اس میں چلنا پھرنا، قبلہ سے انحراف وغیرہ لازم آتا ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، لیکن احناف بعض احادیث کی وجہ سے قیاس ترک کردیتے ہیں "من قاء أو رعف أو أمذى في صلاته فلينصرف وليتوضأ وليبن على صلاته مالم يتكلم" اور "إذا صلى أحدكم فقاء أو رعف فليضع يده على فمه وليقدم من لم يسبق بشيء" تاہم خلاف قیاس حدیث کے اصول کے مطابق شرائط لگادی گئیں تاکہ جب یہ تمام شرائط موجود ہوں تبھی بنا کی جاسکے ورنہ نہیں۔ یہ شرائط تیرہ ہیں، لیکن صاحب ہدایہ نے ان سب کا استیعاب نہیں کیا، جن شرائط کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں:

(1) حدث جان بوجھ کر لاحق نہ کیا ہو، بلکہ خود سے لاحق ہوا ہو۔

(2) وہ حدث کثرت الوجود ہو نادر نہ ہو۔ لہذا جنون، احتلام، قہقہہ وغیرہ جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں ان میں بنا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھنا متعین ہے۔

(3) کسی سے بات چیت نہ کی ہو۔ قہقہہ بھی بات چیت کے حکم میں ہے۔

مکمل تفصیل اور شرائط درج ذیل فتوی میں ملاحظہ فرمائیں:

شرائط صحت بناء:

سوال:- اگر نماز مغرب یا کوئی نماز پڑھ رہا ہو، تین رکعتیں یا دو رکعتیں پڑھ چکا ہو، اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ دوبارہ وضو کرنے گیا تو پوری نماز پڑھے گا یا دو رکعتیں یا ایک رکعت جو رہتی ہے وہ پڑھے گا؟ کن صورتوں میں بناء جائز ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

جواز بناء کے لئے تیرہ شرائط ہیں:-

(۱) حدث میں یا اس کے سبب میں کسی انسان کا کوئی دخل نہ ہو، اگر عمداً وضو توڑا یا کسی نے زخم کرکے خون نکال دیا تو بناء نہیں کر سکتا، اس لئے کہ پہلی صورت میں نفس حدث اور دوسری میں سبب حدث یعنی زخم انسان کی طرف سے ہے، کھانسنے سے خروج ریح بناء سے مانع ہے، اور چھینکنے سے خروج ریح کا مانع ہونا مختلف فیہ ہے،

(۲) حدث نمازی کے بدن سے ہو، اگر خارج سے کوئی نجاست اس پر گر گئی تو بناء درست نہیں،

(۳) حدث موجب غسل نہ ہو، اگر نماز میں نیند آگئی، اور احتلام ہو گیا تو بناء صحیح نہیں،

(۴) حدث نادر الوجود نہ ہو، مثلاً قہقہہ یا بیہوشی،

(۵) حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کرنا، اگر حالت سجدہ میں حدث ہوا اور اتمام سجدہ کی نیت سے سر اٹھایا، یا وضو کے لئے جاتے ہوئے قراءت میں مشغول رہا تو بناء نہیں کر سکتا،

(۶) چلنے کی حالت میں کوئی رکن ادا نہ کرنا، مثلاً وضو کے بعد لوٹتے ہوئے قراءت کرنا، ہاں آتے جاتے تسبیح پڑھنا مانع نہیں،

(۷) نماز کے منافی کوئی کام نہ کرنا، مثلاً قدرتی حدث کے بعد عمداً حدث یا کلام وغیرہ یا کنوئیں سے پانی کھینچنا،

(۸) بے ضرورت کام نہ کرنا مثلاً وضو کے لئے قریب جگہ چھوڑ کر دو صف سے زیادہ دور جانا، ہاں قریب مقام پر ازدحام یا نسیان کی وجہ سے دور جانے میں حرج نہیں،

(۹) بلا ضرورت تین بار سبحان ربی الاعلی کہنے کی مقدار تاخیر کرنا، ازدحام کے عذر سے یا نکسیر وغیرہ کا خون بند نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر مضر نہیں،

وضو کی سنتیں بھی ادا کرے، اگر وضو کے صرف چار فرائض پر اکتفاء کیا تو بناء جائز نہیں،

(۱۰) حدث سابق کا ظاہر نہ ہونا، مثلاً موزہ پر مسح کی مدت ختم ہونا، متیمم کا پانی دیکھنا، خروج وقت مستحاضہ

(۱۱) صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد نہ آنا، البتہ اگر یاد آنے پر قضا نہ پڑھی بلکہ وقتیہ کی بنا کرلی، پھر مزید چار یعنی مجموعہ چھ فرض نمازیں اس کے ذمہ قضا ہوگئیں، تو بنا والی نماز صحیح ہو جائے گی،

(۱۲) اگر مقتدی کو حدث ہو یا امام کو ہو اور اس نے کوئی خلیفہ بنا دیا ہو، اور وضو سے فراغت تک جماعت ختم نہ ہوئی ہو اور مقام وضو ایسی جگہ ہو کہ وہاں سے اقتداء صحیح نہ ہو تو یہ شرط ہے کہ یہ امام یا مقتدی ایسی جگہ پر آکر بناء کرے جہاں سے اقتداء صحیح ہو اگر مقام وضو لائق اقتداء ہو یا وضو سے قبل جماعت ختم ہو چکی ہو یا منفرد کو حدث ہوا ہو تو ان تینوں صورتوں میں اختیار ہے کہ مقام وضو ہی میں بناء کرے یا سابق مقام پر لوٹ کر آئے، مقام وضو ہی میں بناء افضل ہے،

(۱۳) امام کو حدث ہو تو اس کا ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنانا جو امامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یہ بھی منافی صلوٰۃ میں داخل ہے، جس کا بیان نمبر ۷ میں گزرا، مگر بوجہ خفاء اس کو مستقل ذکر کیا گیا ہے، درحقیقت شرائط بارہ ہی ہیں،

شرائط مذکورہ سے بناء اگرچہ جائز ہے، مگر استیناف افضل ہے، البتہ وقت تنگ ہو تو بناء افضل بلکہ زیادہ تنگ ہو تو واجب ہے، استیناف کے لئے ضروری ہے کہ پہلی نماز کو سلام پھیر کر یا کسی فعل منافی سے ختم کرے، پھر نئی نماز شروع کرے، بدون سلام یا فعل منافی استیناف صحیح نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلط فہمی ہو گئی کہ حدث لاحق ہوا ہے

اگر کسی کو نماز کے دوران گمان ہوا کہ اسے حدث لاحق ہوا ہے اس گمان سے وہ بنا کی نیت سے نماز سے نکل آیا حالانکہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا تھا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1--- اس غلط فہمی میں اگر وہ مسجد سے نکل گیا تھا تو مکان بدل جانے کی وجہ سے اب بنا نہیں کر سکتا لہذا اب وہ شروع سے نماز پڑھے گا۔

2۔۔۔اگر مسجد سے نہیں نکلا تو مفتی بہ قول کے مطابق اب بھی نماز باقی ہے اس لیے بنا کر سکتا ہے۔ امام محمد کے نزدیک یہ جو گھومنا بغیر عذر ہے لہذا نماز فاسد ہو جائے گی۔

استحسان اور مفتی بہ قول کی وجہ کہ ہے کہ نماز میں اس کا گھومنا اور چلنا پھرنا اصلاح کی نیت سے ہے اور جو چلنا پھرنا اصلاح صلوۃ کے لیے ہو اس سے نماز فاسد نہیں ہونی چاہیے اس کی دلیل یہ ہے اگر حقیقت میں مذکورہ شخص کو حدث لاحق ہوتا تو بالاتفاق بناء کی اجازت ہوتی لہذا اس کی نیت اصلاح کو حقیقت اصلاح کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا اور اتحاد مکان کی وجہ سے نماز کو درست تسلیم کر لیا جائے گا۔ البتہ اگر مذکورہ شخص کو یہ غلط فہمی ہوتی کہ میرا وضو نہیں ہے اور میں وضو بنانے کے لیے جارہا ہوں پھر مسجد کے اندر اندر اس کی غلط فہمی دور ہو جاتی تو اس کے لیے بنا جائز نہیں؛ کیونکہ اس صورت میں اس کا یہ چلنا پھرنا اصلاح صلاۃ اور بنا کی غرض سے نہیں بلکہ نماز توڑ کر دوسری نماز کی نیت سے ہے اس لیے جیسے حقیقت میں وضو ٹوٹا ہوتا تو نماز نہ ہوتی اور بنا درست نہ ہوتی اسی طرح اس کی نیت کو بھی حقیقت کے ساتھ ملحق کر کے بنا سے مانع قرار دیا جائے گا۔

ضابطہ یہ نکلا کہ اگر نماز سے انصراف اصلاح کی نیت سے ہو تو بنا درست ہے اور رفض اور ترک کی نیت سے ہو تو درست نہیں۔

حصر عن القراءۃ (امام کو چپ لگ جائے)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر امام کو قراءت کرتے ہوئے چپ لگ جائے اور اس وجہ سے وہ خلیفہ بنادے تو ایسا کرنا جائز ہے؛ کیونکہ چپ لگ جانا نادر نہیں بلکہ عام عذر ہے۔ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں، اس لیے کہ اس کا وجود نادر ہے اور ایسا ہے جیسے نماز میں احتلام اور جنون وغیرہ

مسائل اثنا عشریہ

امام صاحب کے نزدیک خروج بصنع المصلی یعنی اپنے اختیار سے نماز سے نکلنا نماز کے فرائض میں سے ہے؛ کیونکہ جب تک اپنے اختیار سے نماز سے نکلے گا نہیں، اس وقت تک دوسری نماز شروع نہیں کر پائے گا گویا کہ دوسری نماز موقوف ہے پہلی سے نکلنے پر اور فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے مالا یتوصل إلى الفرض إلا به یکون فرضا اس لیے جب اگلا فرض پہلے فرض سے نکلنے پر موقوف ہے تو یہ مقدمہ یعنی خروج بصنع المصلی بھی فرض ہوا۔ چنانچہ جب تک یہ فرض نہیں پایا جائے گا نماز کے ارکان مکمل نہ ہوں گے اس سے پہلے کوئی منافی نماز بات پائی گئی تو یہ ایسے ہی شمار کیا جائے گا جیسے بیچ نماز میں کوئی منافی نماز عمل پایا جائے اس لیے نماز فاسد ہو جائے گی۔

صاحبین اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک بقیہ ارکان نماز ادا ہونے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے اور ارکان نماز میں سے آخری رکن قعدہ اخیرہ ہے اس لیے جیسے قعدہ اخیرہ کیا نماز مکمل ہو گئی۔ خروج بصنع المصلی فرض نہیں۔ چنانچہ قعدہ اخیرہ کے بعد خروج بصنع المصلی سے پہلے کوئی منافی صلوۃ بات پائی جائے تو نماز مکمل ہو جائے گی۔ یعنی ارکان نماز مکمل ہو جائیں گے۔

اوپر ذکر کردہ دلائل مسائل اثنا عشریہ کی بنیاد ہے۔ اس بنیاد پر بارہ بلکہ 100 سے زائد مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے صرف 12 مسائل ذکر فرمائے ہیں جو یہ ہیں:

(1) قعدہ اخیرہ کی مقدار بیٹھنے کے بعد تیمم کرنے والے نے پانی دیکھا۔

(2) قعدہ اخیرہ کے بعد مسح علی الخفین کرنے والے کی مسح کی مدت ختم ہو گئی۔

(3) قعدہ اخیرہ کے بعد مسح علی الخفین کرنے والے نے عمل کثیر کیے بغیر موزے اتار دیے۔

(4) قعدہ اخیرہ کے بعد امی نے سورت سیکھ لی۔

(5) قعدہ اخیرہ کے بعد برہنہ نماز پڑھنے والے کو کپڑے مل گئے۔

(6) قعدہ اخیرہ کے بعد اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع سجدہ پر قادر ہو گیا۔

(7) صاحب ترتیب کو قعدہ اخیرہ کے بعد یاد آگیا کہ اس کی ایک نماز فوت شدہ رہ گئی ہے۔

(8) قعدہ اخیرہ کے بعد وہ امام جو قاری ہے امی کو خلیفہ بنا بیٹھے۔

(9) فجر پڑھ رہا تھا کہ اس دوران قعدہ اخیرہ کے بعد سورج طلوع ہو گیا۔

(10)۔ جمعہ پڑھ رہا تھا کہ اس دوران قعدہ اخیرہ کے بعد عصر کا وقت داخل ہو گیا ہو گیا۔

(11)۔ جبیرہ پر مسح کیا ہوا تھا کہ زخم کی پٹی زخم ٹھیک ہو کر گر گئی قعدہ اخیرہ کے بعد۔

(12)۔ قعدہ اخیرہ کے بعد صاحب عذر کا عذر ختم ہو گیا۔

ان تمام مسائل میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی ۔امام صاحب کے نزدیک ان عوارض کا قعدہ اخیرہ کے بعد کے بعد پیش آنا ایسا ہے جیسے نماز کے درمیان میں پیش آنا۔ صاحبین کے نزدیک ان عوارض کا پیش آنا ایسا ہے جیسا کہ سلام کے بعد پیش آنا۔ یاد رہے کہ صاحبین کے نزدیک سلام کا واجب رہ گیا ہے اس لیے گو نماز مکمل ہو گئی، اعادہ فرض نہ ہو گا لیکن ترک واجب کی وجہ سے اعادہ واجب ضرور ہو گا۔(حاشیہ مفتی ابولبابہ بحوالہ شامیہ)

قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے قہقہہ مارا یا اسے حدث لاحق ہو گیا تو مسبوقین کی نماز امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیونکہ ان کی نماز ابھی بیچ میں ہی چل رہی ہے۔ صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی کیونکہ جب امام کی نماز درست ہو گئی تو تمام مقتدیوں کی نماز بھی درست ہو گی؛ کیونکہ مقتدی اپنی نماز کے جواز اور فساد میں امام کے تابع ہوتا ہے۔ البتہ

قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے بات کرلی یا مسجد سے نکل گیا یعنی خروج بصنع المصلی کے ساتھ نماز سے نکلا تو امام صاحب کے نزدیک بھی مسبوقین کی نماز درست ہو جائے گی۔

استخلاف کے مسائل

اگر ایک امام ایک مقتدی ہو اور امام کو کوئی حدث لاحق ہو جائے تو مقتدی صرف اس مسئلے میں خود بخود خلیفہ بن جائے گا، اگر امام وضو بنا کر بنا کرنا چاہے تو وہ اس مقتدی کے پیچھے بنا کرے گا، البتہ جب مقتدی زیادہ ہوں تو خلیفہ بننے کی تین شرطیں ہیں:

صحت استخلاف کی تین شرطیں ہیں ۔

① صحت بناء کی وہ سب شرائط جن کی تفصیل اوپر کے مسئلہ میں بیان کی گئی ہے (تبویب میں یہ مسئلہ باب مفسدات الصلوۃ میں بعنوان "شرائط صحت بناء" آیا ہے) البتہ خلیفہ متعین ہو جانے کے بعد بقیہ شرائط صرف امام کی بناء کے لئے ہیں، خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز کے لئے نہیں، اگر اس کے بعد امام نے کوئی فعل منافی کیا تو خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی،

② اگر مسجد یا ۳۶۰۰ مربع فٹ = ۳۳۴٫۴۵۱ مربع میٹر سے چھوٹے کمرے یا اس سے چھوٹے صحن میں جماعت ہو تو امام کے اس سے باہر نکلنے سے پہلے خلیفہ متعین ہو، اور اگر کھلی فضا یا مذکورہ رقبہ کے برابر یا اس سے بڑے کمرے یا بڑے صحن میں ہو تو جہت قبلہ میں سترہ سے اور سترہ نہ ہو تو موضع سجود سے تجاوز سے قبل اور بقیہ تین اطراف میں صفوف سے تجاوز سے قبل خلیفہ متعین ہو جائے،

③ خلیفہ میں امامت کی صلاحیت ہو، یعنی عورت یا نابالغ نہ ہو،

خلیفہ کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو امام ہی متعین کرے، بلکہ اگر مقتدیوں نے کسی کو آگے کر دیا یا کوئی شخص از خود خلیفہ بن گیا تو بھی جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ امام خود خلیفہ بنائے، مسبوق بھی خلیفہ بن سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها

قاعدہ:

نماز میں کوئی ایسا عمل کرنا جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہو مکروہ تحریمی ہے البتہ مکروہ تحریمی نہ ہونے کی کوئی اور دلیل موجود ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ خلاف سنت کام کرنا بھی مکروہ تنزیہی ہے جبکہ واجب چھوڑنا مکروہ تحریمی۔

قاعدہ:

نماز میں مکروہ تنزیہی فعل سرزد ہو جائے تو اعادہ واجب نہیں، مکروہ تحریمی فعل سرزد ہو جائے تو اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے لیکن اس وقت جبکہ اس کا تعلق نماز کی ماہیت سے ہو، جیسے واجبات نماز میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدہ سہو کرنا بھول جائے، لہذا نماز کی ماہیت سے خارجی کسی چیز سے کراہت تحریمی پیدا ہو جائے جیسے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا، تصویر کے سامنے نماز وغیرہ تو نماز مکروہ ہو گی لیکن واجب الاعادہ نہ ہو گی۔

آئندہ سطور میں مفسدات اور مکروہات کی فہرست پیش کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ فتاوی شامیہ کی مدد سے مفتی بہ اقوال کی تعیین کی گئی ہے۔

مفسدات نماز

	عنوان	حکم	دلیل	اختلاف / اہم بات
1	بات کرنا چاہے کم بات ہو یا زیادہ	نماز فاسد	إن صلاتنا هذه لا يصلح فيها شيء من كلام الناس وإنما هي التسبيح والتهليل وقراءة القرآن	امام شافعی کے نزدیک سہو اسے فاسد نہ ہوگی
2	باہر سے چیز اٹھا کر کھانا عمداً ہو یا سہواً	نماز فاسد	عمل کثیر کی تعریف صادق آتی ہے	
3	باہر سے کوئی مشروب لے کر پینا	نماز فاسد	عمل کثیر کی تعریف صادق آتی ہے	
4	عمداً سلام کرنا یا سہواً کسی انسان کو سلام کر لینا (شامی)	نماز فاسد	کلام کے مشابہت کی وجہ سے مفسد نماز ہے بوجہ کاف ضمیر مخاطب	
5	عمل کثیر	نماز فاسد	دیکھنے والا یہی یقین کرتا ہے کہ نماز میں نہیں	
6	بغیر عذر قبلہ سے سینہ پھر جانا	نماز فاسد	دیکھنے والا یہی یقین کرتا ہے کہ نماز میں نہیں	
7	قعدہ میں سہواً سلام پھیر لینا	مفسد نہیں	اس حالت میں سہواً سلام ذکر کے مشابہ ہے	

8	درد کی وجہ سے آواز سے رونا	نماز فاسد	کیونکہ یہ بھی کلام ہی ہے گویا وہ کہہ رہا ہے کہ میری مدد کرو مجھے تکلیف ہو رہی ہے	امام ابو یوسف کے نزدیک آہ مفسد نہیں، اوہ مفسد ہے
9	جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے سے رونا	فاسد نہیں	یہ تو خشوع و خضوع کی دلیل ہے۔	
10	کلام الناس کے مشابہ دعا مانگنا	مفسد ہے	کلام الناس کے قبیل سے ہے	
11	بلا عذر کھنکھارنا	نماز فاسد	بلا عذر ہونے کی وجہ سے کلام کے مشابہ ہے	جبکہ دو حرف بھی ادا ہوں
12	گلا صاف کرنے کے لیے کھنکھارنا	فاسد نہیں	یہ عذر ہے۔ نماز کی اصلاح اس سے وابستہ ہے	
13	ڈکار	فاسد نہیں	یہ عذر ہے۔ نماز کی اصلاح اس سے وابستہ ہے	
14	چھینک آنا	فاسد نہیں	یہ عذر ہے۔ نماز کی اصلاح اس سے وابستہ ہے	
15	چھینک آنے پر عاطس یا سامع کا الحمدللہ کہنا	مکروہ ہے	گو یہ ذکر ہی ہے لیکن نماز چھینک کے اس ذکر کا محل نہیں۔	

نمبر	مسئلہ	حکم	وجہ	ملاحظہ
16	یرحمک اللہ کہنا	نماز فاسد	یہ بھی کلام ہی ہے بوجہ کاف ضمیر مخاطب	
17	امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دینا	نماز فاسد	یہ تلقین اور تعلیم و تعلم کی وجہ سے کلام ہی ہے	
18	اپنے امام کو لقمہ دینا	فاسد نہیں	یہ عذر ہے۔ نماز کی اصلاح اس سے وابستہ ہے	
19	امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا پھر بھی لقمہ دینا	نماز فاسد	یہاں لقمہ دینا بلا ضرورت ہے اس لیے اصل کا اعتبار ہو گا اور لقمہ دینا اصلاً تعلیم و تعلم ہے	
20	سوال کے جواب میں کلمہ پڑھنا	نماز فاسد	جواب میں کہنے کی وجہ سے یہ بھی کلام ہی ہے	عند ابی یوسف فاسد نہیں
21	افسوس ناک خبر پر انا للہ پڑھنا	نماز فاسد	اظہار افسوس کی وجہ سے یہ بھی کلام ہی ہے	عند ابی یوسف فاسد نہیں
22	کلمہ یا کوئی اور ذکر یہ بتانے کے لیے پڑھنا کہ میں نماز میں ہوں	بالاجماع فاسد نہیں	کیونکہ اس صورت میں یہ ذکر و تسبیح کے حکم میں ہے اذا نابت أحدكم نائبة في الصلاة فليسبح	

23	ایک نماز پڑھتے ہوئے دوسری نماز کی نیت کر کے تکبیر کہہ دینا	پہلی والی نماز فاسد	کیونکہ نیت اور تحریمہ کی وجہ سے پہلی نماز ختم ہو چکی ہے اس لیے پہلی نماز ختم ہو گئی	
24	قرآن دیکھ کر پڑھنا	نماز فاسد	یہ خارج صلاۃ سے لقمہ لینے کی طرح ہے	ایک قول میں مفسد نہیں
25	قرآن ہاتھ میں اٹھا کر پڑھنا	نماز فاسد	تلقن من الخارج کے ساتھ ساتھ عمل کثیر بھی ہے	
26	کسی لکھی ہوئی تحریر کو سمجھ لینا	مفسد نہیں	کوئی مفسد نماز عمل نہیں پایا گیا	
27	سامنے سے عورت کا گزرنا	مفسد نہیں	لا يقطع الصلاة مرور شيء	گزرنے والی گناہ گار ہو گی
28	نمازی کے سامنے سے گزرنا	گناہ ہے	لو علم المار بين يدي المصلي ماذا عليه من الوزر لوقف أربعين	مراد چالیس سال
29	راستے میں بغیر سترہ کے نماز پڑھنا	گناہ ہے	گناہ کا سبب یہ خود بن رہا ہے	
30	نمازی کا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو اشارے سے روکنا	جائز ہے	ادرءوا ما استطعتم، ولانه فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بولد أم سلمة رضي الله عنها	

مکروہات نماز

	عنوان	حکم	دلیل	اہم بات
1	نماز میں لغو کام کرنا	مکروہ تحریمی	إن الله تعالى كره لكم ثلاثا وذكر منها العبث في الصلاة	یہ غیر نماز میں بھی مکروہ ہے
2	کنکر وغیرہ ہٹانا	مکروہ تحریمی	مرة يا أبا ذر وإلا فذر	اگر سنت کے مطابق سجدہ نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے
3	انگلیاں چٹخانا	مکروہ تحریمی	لا تفرقع أصابعك وأنت تصلي	وَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ تَحْرِيمِيَّةً لِلنَّهْيِ الْمَذْكُورِ حِلْيَةٌ وَبَحْرٌ (شامی)
4	کوکھ پر ہاتھ رکھنا	مکروہ تحریمی	لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن الاختصار في الصلاة قال الشامي: والذي يظهر أن الكراهة تحريمية في الصلاة للنهي المذكور	
5	دائیں بائیں دیکھنا	مکروہ تنزیہی	لو علم المصلي من يناجي ما التفت، قال الشامي: (وَالِالْتِفَاتُ بِوَجْهِهِ كُلِّهِ (أَوْ بَعْضِهِ) لِلنَّهْيِ وَبِبَصَرِهِ يُكْرَهُ تَنْزِيهًا	
6	تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا	مکروہ تحریمی	نهاني خليلي عن ثلاث أن أنقر نقر الديك وأن أقعى إقعاء الكلب وأن أفترش افتراش الثعلب	فَإِنْ فُسِّرَ بِمَا قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَهُوَ الْأَصَحُّ كَانَ مَكْرُوهًا تَحْرِيمًا لِوُجُودِ النَّهْيِ عَنْهُ بِخُصُوصِهِ (شامی)

7	بازو بچھا کر سجدہ کرنا	مکروہ تحریمی	نهاني خليلي عن ثلاث أن أنقر نقر الديك وأن أقعى إقعاء الكلب وأن أفترش افتراش الثعلب	والظَّاهِرُ أنَّهَا تَحْرِيمِيَّةٌ لِلنَّهْيِ الْمَذْكُورِ مِنْ غَيْرِ صَارِفٍ.
8	ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا یا جواب دینا	مکروہ	معنیٰ کلام کے مشابہ ہے لیکن نماز اس لیے فاسد نہیں کہ منہ سے کچھ نہیں بولا	زبان سے سلام عمداً ہو تو مفسد نماز ہے کمامر
9	نماز میں بالوں کا جوڑا باندھنا	مکروہ تحریمی	انه عليه الصلاة والسلام نهى أن يصلي الرجل وهو معقوص	وَالْأَشْبَهُ بِسِيَاقِ الْأَحَادِيثِ أَنَّهَا تَحْرِيمٌ
10	بلا عذر چوکڑی مار کر بیٹھنا	مکروہ تنزیہی	نماز میں بیٹھنے کی سنت ہیئت کے خلاف ہے	(وَ) كُرِهَ (التَّرَبُّعُ) تَنْزِيهًا لِتَرْكِ الْجِلْسَةِ الْمَسْنُونَةِ (در مختار)
11	کپڑے سمیٹنا	مکروہ تحریمی	ایک گونہ تکبر ہے اور نماز سے خارج عمل بھی ہے	وَحَرَّرَ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ مَا يُفِيدُ أَنَّ الْكَرَاهَةَ فِيهِ تَحْرِيمِيَّةٌ (شامی)
12	رومال کا ایک یا دونوں پلو لٹکا کر نماز پڑھنا	مکروہ تحریمی	لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن السدل	كُرِهَ (سَدْلُ) تَحْرِيمًا لِلنَّهْيِ (در مختار)
13	تنہا امام اونچائی پر کھڑا ہو	مکروہ تنزیہی	اہل کتاب کی مشابہت ہے اور اب مشابہت نہیں رہی اس لیے کراہت تنزیہی ہے۔ (شامی)	وَلَعَلَّ الْكَرَاهَةَ تَنْزِيهِيَّةٌ لِأَنَّ النَّهْيَ وَرَدَ فِي الْأَوَّلِ فَقَطْ (شامی)

14	تنہا امام نیچے ہو باقی سب اوپر کھڑے ہوں	مکروہ تحریمی	اس میں امام کی توہین ہے اس لیے کراہت تحریمی ہے۔	
15	گپ شپ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا	مکروہ نہیں	آپ ﷺ حضرت عائشہ کے پیچھے اور حضرت ابن عمر نافع کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔	اگر اس سے نماز میں غلطی کا امکان ہو تو مکروہ ہے
16	قرآن کے سامنے نماز	مکروہ نہیں	شرک کا شبہ نہیں ہے	
17	تلوار کے سامنے نماز	مکروہ نہیں	شرک کا شبہ نہیں ہے	
18	چراغ کے سامنے نماز	مکروہ نہیں	آتش پرست بڑی آگ کی پوجا کرتے ہیں	چراغ کی پوجا نہیں ہوتی
19	تصویروں پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھنا	مکروہ نہیں	جس تصویر کی اہانت ہو رہی ہو تو اس کا استعمال مکروہ نہیں، گو بنانا اس کا بھی جائز نہیں	
20	تصویر پر سجدہ کرنا	مکروہ تحریمی	تصویر کی حرمت پر اجماع ہے	وَهٰذِهِ الْكَرَاهَةُ تَحْرِيمِيَّةٌ
21	تصویر کے سامنے نماز	مکروہ تحریمی	تصویر کی حرمت پر اجماع ہے	وَهٰذِهِ الْكَرَاهَةُ تَحْرِيمِيَّةٌ
22	تصویر دائیں بائیں یا چھت پر ہو وہاں نماز پڑھنا	مکروہ تحریمی	تصویر کی حرمت پر اجماع ہے	دائیں بائیں تصویر ہو تو کراہت کم ہے

وهذهِ الكَرَاهَةُ تحريمِيَّةٌ	تصویر کی حرمت پر اجماع ہے	مکروہ تحریمی	جان دار کی تصویر والے کپڑوں میں نماز	23
وهذهِ الكَرَاهَةُ تحريمِيَّةٌ	تصویر کی حرمت پر اجماع ہے	مکروہ تحریمی	تصویر سیدھی کھڑی ہو یا پردے پر لٹکی ہوئی ہو وہاں نماز پڑھنا	24
عمل کثیر ہوا تو نماز فاسد ہو جائے گی گناہ نہ ہوگا	أقتلوا ذا الطُّفيتَيْنِ وَالأَبتَرِ، وَإِيَّاكُمْ وَالحَيَّةَ البَيضاء فإِنَّها مِنَ الجِنِّ	مکروہ نہیں	سانپ بچھو مارنا	25
انگلی دبا کر گننا مکروہ نہیں	الدرمع الرد(1/ 649) (وَ) كُرِهَ تَنْزِيهًا (عَدُّ الآيِ وَالسُّوَرِ وَالتَّسْبِيحِ بِالْيَدِ	مکروہ تنزیہی	انگلیوں سے تسبیحات یا آیات گننا	26
وَيُكْرَهُ تَحْرِيمًا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ بِالْفَرْجِ	احادیث کثیرہ کی وجہ سے۔	مکروہ تحریمی	قبلہ کا استقبال واستدبار	27

ان کے علاوہ اور بھی مکروہات ہیں، جیسے: ایسے لباس میں نماز پڑھنا جو محفل میں نہیں پہنے جاتے، ننگے سر نماز پڑھنا، پیشاب پاخانہ یا ریح روک کر نماز پڑھنا، جمائی لینا، آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا، آستین چڑھا کر نماز پڑھنا وغیرہ۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں: الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (1/ 652)

[فُرُوعٌ]يُكْرَهُ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالِاعْتِجَارُ وَالتَّلَثُّمُ وَالتَّنَخُّمُ وَكُلُّ عَمَلٍ قَلِيلٍ بِلَا عُذْرٍ؛ كَتَعَرُّضٍ لِقَمْلَةٍ قَبْلَ الأَذَى،وَتَرْكُ كُلِّ سُنَّةٍ وَمُسْتَحَبٍّ، وَحَمْلُ الطِّفْلِ

باب صلاۃ الوتر

وتر کے حوالے سے چار اختلافات ہیں:۔

1۔۔۔۔پہلا اختلاف وتر کے حکم میں ہے کہ وتر واجب ہے یا سنت؟ امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔صاحبین کے نزدیک سنت۔امام صاحب کی دلیل حدیث مرفوع ہے: إن الله تعالى زادكم صلاة ألا وهي الوتر فصلوها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر اس میں فصلوھا صیغہ امر ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے۔اسی وجہ سے وتر کی قضا بالاجماع لازم ہے اگر یہ سنت ہوتے تو قضا واجب نہ ہوتی۔فتوی امام صاحب کے قول پر ہے۔

2۔۔۔۔دوسرا اختلاف وتر کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں ہے۔احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں اور سلام ایک ہی ہے آخر میں۔جبکہ مالکیہ اور امام شافعی کے قول میں دو سلام ہوں گے،پہلا سلام دو رکعتوں کے بعد ہوگا اور دوسرا تیسری رکعت کے آخر میں۔احناف کی دلیل اجماع ہے اور حدیث ہے: روت عائشة رضي الله عنها أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يوتر بثلاث

3۔۔۔۔تیسرا اختلاف اس کے محل میں ہے کہ قنوت وتر رکوع سے پہلے ہے یا بعد؟ احناف کے نزدیک قراءت کے بعد اور رکوع سے پہلے ہے۔لما روي أنه عليه الصلاة والسلام قنت قبل الركوع جبکہ امام شافعی کے نزدیک رکوع سے اٹھنے کے بعد ہے۔لما روي أنه عليه الصلاة والسلام قنت في آخر الوتر۔جواب یہ ہے کہ اس روایت میں بعد الرکوع کا لفظ کہاں ہے؟ اس میں تو صرف یہ ہے کہ وتر کے آخر میں قنوت پڑھا اور "آخر" نصف سے زائد کو کہتے ہیں۔اس لیے تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے بھی آخر وتر ہی ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ بعد الرکوع والی کوئی روایت ثابت بھی

ہے تو اس کا محمل قنوت نازلہ ہے۔احناف کے مفتی بہ موقف کے مطابق قنوت نازلہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھا جائے گا۔

4۔۔۔چوتھا اختلاف اس کی مدت میں ہے کہ قنوت پورے سال ہے یا صرف رمضان کے آخری پندرہ دن؟ احناف کے نزدیک قنوت وتر بلاناغہ پڑھنے کی چیز ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک قنوت فجر پورے سال ہے۔ قنوت وتر رمضان کے آخری 15 دن کے لیے ہے۔

5۔۔۔پانچواں اختلاف اس حوالے سے ہے کہ قنوت صرف وتر کے ساتھ خاص ہے یا کسی اور نماز میں بھی قنوت ہے؟ احناف کے نزدیک قنوت صرف وتر کا خاصہ ہے۔ فجر یا کسی اور نماز میں قنوت نہیں ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک قنوت فجر کی نماز میں بھی ہے۔ پورے سال کے لیے ۔احناف کہتے ہیں کہ فجر کا قنوت سخت حالات کے موقع پر مہینے بھر کرنے کا عمل ہے جس کا نام قنوت نازلہ ہے، یہ سال بھر کا عمل نہیں ہے۔ البتہ چونکہ یہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے اس لیے اگر حنفی فجر کی نماز شافعی کے پیچھے پڑھے تو شافعی امام کی اقتدا میں قنوت میں شرکت درست ہے۔وھذا قول ابی یوسف وعلیہ الفتوی۔ نیز حرمین شریفین میں وہاں کے ائمہ کے پیچھے وتر بھی درست ہے۔وبہ یفتی۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مسلک غیر کے امام کے پیچھے اقتدا درست ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور مطلقا جواز کو راجح اور وھوالحق عندالمحققین قرار دیا ہے۔ مراجعت کرلی جائے۔

☆☆☆

باب النوافل

سنن مؤکدہ کل بارہ ہیں: فجر کی دو رکعت، ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو۔ مغرب کے بعد دو رکعت اور عشا کے بعد دو رکعت۔ جمعہ کے دن فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے بعد صرف دو رکعت پڑھنے کی بھی بعض حضرات نے گنجائش ہے، لیکن فتوی اس پر ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت بالاتفاق سنت مؤکدہ ہیں۔ اس کے بعد کی دو سنت مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام ابویوسف کے نزدیک یہ بھی سنت مؤکدہ ہیں۔ متاخرین احناف نے امام ابویوسف کے قول کو راجح قرار دیا ہے؛ کیونکہ آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (2/ 13)

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ «كَانَ يُصَلِّي النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بَعْدَ الزَّوَالِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقُلْت: مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي تُدَاوِمُ عَلَيْهَا؟ فَقَالَ: هَذِهِ سَاعَةٌ تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ فِيهَا، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ، فَقُلْت: أَفِي كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ؟ قَالَ نَعَمْ، فَقُلْت: بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ أَمْ بِتَسْلِيمَتَيْنِ؟ فَقَالَ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ» رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ بَيْنَ الْجُمُعَةِ وَالظُّهْرِ، فَيَكُونُ سُنَّةُ كُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا أَرْبَعًا. وَرَوَى ابْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادِهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ «كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ» وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا» رَوَاهُ مُسْلِمٌ زَيْلَعِيٌّ. زَادَ فِي الْإِمْدَادِ: وَلِقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «إذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوا أَرْبَعًا، فَإِنْ عَجَّلَ بِك شَيْءٌ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَكْعَتَيْنِ إذَا رَجَعْت» رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إلَّا الْبُخَارِيَّ.

عصر سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھنا افضل ہے۔ دو بھی پڑھ سکتے ہیں۔ عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ ہیں۔ دو بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تاہم چار پڑھنا افضل ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ عشا کی پہلی چار سنن غیر موکدہ کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ قیاس سے ہے۔

جہاں تک عام نوافل کی بات ہے تو امام شافعی کے نزدیک دن ہو یا رات نوافل دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔ صاحبین کے نزدیک دن میں چار چار کر کے پڑھنا افضل ہے اور رات میں دو دو کر کے۔ امام صاحب کے نزدیک دن رات دونوں اوقات میں چار چار کر کے پڑھنا افضل ہے سوائے تراویح کے کہ سہولت کی خاطر اسے دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے۔

فصل فی القراءة

کتنی رکعتوں میں قراءت فرض ہے؟

فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنن، نوافل اور واجب نماز کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔ نوافل کا ہر شفعہ (دو رکعتیں) مستقل نماز کے حکم میں ہوتا ہے اس لیے اس کی ہر رکعت میں قراءت فرض ہے۔ لقولہ ☐: لا صلاۃ إلا بقراءۃ سنن بھی بہت سی چیزوں میں نوافل ہی کے حکم میں ہیں اس لیے اس کا حکم بھی نوافل کی طرح ہے اور واجب گو عملاً فرض کی طرح ہے لیکن قراءت کے معاملے میں احتیاطاً ہر رکعت میں قراءت واجب قرار دی گئی ہے۔

جہاں تک بات ہے فرض نماز کی تو اس کی کتنی رکعتوں میں قراءۃ فرض ہے؟ اس میں پانچ اقوال ہیں:

1۔ ابو بکر اصم اور سفیان بن عیینہ کے نزدیک کسی بھی رکعت میں قراءت فرض نہیں۔

2۔ امام زفر اور حسن بصری کے نزدیک صرف ایک رکعت میں قراءت فرض ہے۔

3۔ احناف کے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکعت میں قراءت فرض ہے۔ پہلی میں اس لیے کہ آیت {فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ} امر ہے اور تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا۔ اس لیے صرف ایک رکعت میں قراءت فرض ہو گی البتہ دوسری رکعت کے اندر مکمل طور پر پہلی رکعت کی مشابہت پائی جاتی ہے اس لیے احتیاطا دوسری میں بھی قراءت فرض ہو گی۔ جبکہ آخری دو رکعتیں سفر میں بھی معاف ہیں، ان میں جہر بھی نہیں ہے اور قراءت کی مقدار بھی کم ہے اس لیے ان کے اندر پہلی رکعتوں کی مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے قاعدہ الامر لا يقتضي التكرار کے تحت قراءت فرض نہ ہو گی۔

4۔ امام مالک کے نزدیک للاکثر حکم الکل کے قاعدے سے تین رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

5۔ امام شافعی کے نزدیک چاروں میں قراءت فرض ہے۔ لقولہ ☐: لا صلاة إلا بقراءة

امام شافعی کی دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ صلاۃ صراحتاً مذکور ہے اور جب بھی لفظ صلاۃ صراحتاً مذکور ہو وہاں کامل صلاۃ مراد ہوتی ہے اور کامل صلاۃ دو رکعت ہے۔ تو حدیث کا مطلب یہ بنا کہ ہر شفعہ میں قراءت فرض ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں قراءت فرض ہے۔ اس لیے یہ حدیث احناف کی تائید کرتی ہے نہ کہ امام شافعی کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث نوافل پر محمول ہے فرائض پر نہیں۔

نوافل کی ہر رکعت میں قراءت فرض ہونے کی ایک دلیل تو یہی حدیث ہے لا صلاة إلا بقراءة۔ دوسری دلیل ایک اور حدیث ہے: لا يصلي بعد صلاة مثلها جس کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد قراءت کے لحاظ سے اسی جیسی نماز نہ پڑھی جائے۔ چنانچہ فرض کی دو رکعتوں میں

قراءت ہے وہ میں نہیں ہے اس لیے سنن وتوافل میں ایسا نہ کیا جائے بلکہ ہر رکعت میں قراءت کی جائے۔

نوافل کی قضا

نفل فاسد ہو جائے یا فاسد کر دی جائے تو اس کی قضا واجب ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک نفل کی قضا واجب نہیں؛ کیونکہ نفل ایک تبرع اور اضافی چیز ہے اور تبرعات میں کوئی لزوم یا جبر نہیں ہو سکتا۔

احناف کے نزدیک آیت لاتبطلوا اعمالکم کی بنیاد پر انسان اپنی عبادات کی حفاظت کا ذمہ دار ہے نفل بھی انسان کا نیک عمل اور عبادت ہے اس کی حفاظت یہی ہے کہ یا تو پورے کرے یا توڑ بھی دے تو قضا کرے۔ واضح رہے کہ یہی اختلاف نفلی روزے میں بھی ہے اور اس کے دلائل وجواب بھی یہی ہیں۔ فافہم

چار رکعت نوافل شروع کر کے فاسد کر دیے تو قضا کتنی رکعتوں کی لازم ہو گی؟

نوافل کی چار رکعتیں پڑھنا شروع کی، دو رکعتوں میں قراءت کی اور قاعدہ اولی بھی کیا پھر آخری دو رکعتوں کو فاسد کر دیا تو اب کتنی رکعتوں کی قضا لازم آئے گی؟ اس میں اختلاف ہے:

طرفین فرماتے ہیں کہ دو رکعتوں کی قضا کرے گا؛ اس لیے کہ نوافل میں ہر دو رکعت مستقل نماز شمار ہوتی ہے اس لیے دو رکعت پوری ہونے پر نماز مکمل ہو گئی اس کے بعد تیسری رکعت میں کھڑے ہونا بمنزلہ نئی تحریمہ کے ہے۔ اس تحریمہ سے صرف اگلے دو ہی نوافل لازم ہوئے اس لیے ان آخری دو رکعتوں کو فاسد کیا تو انہی دو رکعتوں کی قضا لازم ہو گی گزشتہ کی

نہیں۔ چنانچہ اگر شفع ثانی کو شروع کرنے سے پہلے ہی نماز کو فاسد کر دیا تو اس صورت میں آخری دو رکعتوں کی قضا واجب نہیں بلکہ پہلی دو رکعتوں کی قضا واجب ہو گی۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ چاروں رکعتوں کی قضا کرے گا؛ کیونکہ جب چار رکعتوں کی نیت کی تو چاروں اس پر ایسے لازم ہو گئیں جیسے چار رکعت کی نذر ماننے سے چاروں لازم ہوتی ہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر کسی نماز کو شروع کرنا اس رکعت کو تو لازم کرتا ہی ہے جس کو شروع کیا ہے ساتھ میں دوسری رکعت کو بھی لازم کرتا ہے کیونکہ پہلی رکعت کی دوسری رکعت کے بغیر کوئی حیثیت نہیں۔ پہلی رکعت اسی وقت درست ہو گی جب دوسری رکعت بھی پڑھے۔ اس لیے ایک تحریمہ سے صرف دو ہی رکعتیں لازم ہونی چاہییں، اس سے زیادہ نہیں؛ کیونکہ دوسرا شفع مستقل حیثیت رکھتا ہے اس کی صحت پہلے شفع پر یا پہلے شفع کی صحت دوسرے شفع پر موقوف نہیں۔

ظہر کے چار سنن مؤکدہ شروع کر کے فاسد کر دیے تو قضا کتنی رکعتوں کی لازم ہو گی؟

سنن مؤکدہ بھر در حقیقت نوافل ہی ہیں اس لیے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر اسے فاسد کر دیا تو دو ہی رکعتوں کی قضا لازم ہو گی لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ چار رکعت کی قضا کرے گا اس لیے کہ چار رکعت سنت مؤکدہ کی مشابہت فرض نماز کے ساتھ بھی ہے اس لیے فرض نماز کی طرح چاروں کو ایک نماز کے مرتبہ میں قرار دیا جائے گا۔ وعلیہ الفتویٰ

مسئلہ ثمانیہ یا ستہ عشریہ

صاحب ہدایہ نے صورت مسئلہ یہ بنائی ہے کہ چار نوافل پڑھے اور کسی میں بھی قراءت نہیں کی تو طرفین فرماتے ہیں کہ دو رکعت کا اعادہ کرے گا۔ امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ چار رکعت کی قضا کرے گا۔ پہلی نظر میں لگتا ہے کہ صرف طرفین اور امام ابو یوسف کا اختلاف ہے حالانکہ تینوں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ہر ایک کا موقف الگ الگ ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھنے سے صرف دو رکعتیں لازم ہوتی ہیں جیسا کہ اوپر گزرا اس لیے اگر دونوں میں قراءت ترک کر دی تب تو قراءت کا رکن چھوڑنے کی وجہ سے تحریمہ باطل ہو کر نماز (شفع اول) فاسد ہو جائے گا لہذا جب شفع اول باطل ہو گیا تو شفع ثانی کی بنیاد شفع اول پر درست ہی نہ ہو گی اس لیے صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا واجب ہو گی لیکن اگر دو کے بجائے ایک رکعت میں قراءت ترک کی تو فصل فی القراءۃ کے پہلے مسئلے میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ الامر لا یقتضی التکرار کے قاعدہ کے تحت صرف ایک رکعت کی قراءت فرض بنتی ہے جبکہ دوسری رکعت میں قراءت صرف مشاکلت کی وجہ سے احتیاطا فرض قرار دی ہے ورنہ حقیقت میں دوسری رکعت کی قراءت مجتہد فیہ مسئلہ ہے قطعی نہیں، اس اختلاف کے پیش نظر احتیاطا ہم کہتے ہیں کہ شفع اول کی ایک میں قراءت نہیں کی تو اس ترک قراءت کو ترک فرض قرار دے کر تحریمہ کو باطل نہیں کہہ سکتے کیونکہ کم از کم ایک رکعت میں قراءت کا فرض ادا ہو چکا ہے لہذا جب تحریمہ باطل نہیں ہوا تو شفع ثانی کی بنیاد اس پر رکھنا درست ہے۔ جب شفع ثانی کی بنیاد شفع اول پر درست ہے تو جب شفع ثانی میں قراءت نہ کر کے اسے فاسد کر دیا تو تحریمہ کے تسلسل اور بقا کی وجہ سے چاروں رکعتوں کی قضا لازم ہو گی، دو کی نہیں۔

اسی کو صاحب ہدایہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 69)

وعند أبي حنيفة رحمه الله ترك القراءة في الأوليين يوجب بطلان التحريمة وفي إحداهما لا يوجب لأن كل شفع من التطوع صلاة على حدة وفسادها بترك القراءة في ركعة واحدة مجتهد فيه فقضينا بالفساد في حق وجوب القضاء وحكمنا ببقاء التحريمة في حق لزوم الشفع الثاني احتياطا

امام محمد فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ مفسدات نماز سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز کے کسی رکن کو چھوڑ دینا بھی مفسد صلوۃ ہے اس لیے اس نے بھی جب دونوں یا کسی ایک رکعت میں قراءت ترک کر دی تو نماز کے تمام افعال اور پوری نماز فاسد ہو گئی۔ جب نماز فاسد ہو گئی تو تحریمہ بھی باطل ہو گیا کیونکہ فساد صلوۃ کے ساتھ تحریمہ باقی نہیں رہ سکتا۔ لہذا جب شفع اول کا تحریمہ ترک قراءت کی وجہ سے باطل ہو گیا تو شفع اول پر شفع ثانی کی بنا بھی درست نہیں ہوئی؛ کیونکہ شفع ثانی کی بنا شفع اول پر اس وقت درست ہوتی جب شفع اول کا تحریمہ باقی ہوتا۔ جب اسی کا تحریمہ باطل ہو گیا تو شفع ثانی کی بنا ہی اس پر درست نہ ہوئی اس لیے شفع ثانی لغو ہو گیا اس کی کوئی قضا نہیں، صرف شفع اول کی قضا ہے۔ امام محمد کی دلیل کی بنیاد احناف کے اصل مذہب پر ہے کہ دونوں رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔ کسی ایک میں بھی قراءت ترک کی جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 68)

والأصل فيها أن عند محمد رحمه الله ترك القراءة في الأوليين أو في إحداهما يوجب بطلان التحريمة لأنها تعقد للأفعال

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس شخص نے تحریمہ ایک شفع کے لیے نہیں بلکہ دو شفعوں کے لیے باندھا ہے اس لیے شفع اول کی ایک رکعت میں قراءت چھوڑی جائے یا دونوں میں، اس سے اس کا یہ تحریمہ باطل نہیں ہوگا، بلکہ باقی رہے گا۔ لہذا جب تحریمہ باقی ہے تو شفع اول پر شفع ثانی کی بنا بھی درست ہے اس لیے اگر چاروں میں قراءت ترک کر دی تو بقائے تحریمہ کی بنیاد پر چاروں کی قضا واجب ہوگی۔ ترک قراءت سے تحریمہ باطل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قراءت نماز کا رکن تو ہے لیکن رکوع سجدہ کی طرح رکن اصلی نہیں بلکہ رکن زائد ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ گونگے کی نماز بغیر قراءت کے بھی درست ہے۔ مقتدی بھی امام کے پیچھے حقیقتاً قراءت نہیں کرتا۔ اسی طرح نو مسلم جسے قراءت نہ آتی ہو اس کے لیے بھی قراءت فرض نہیں۔ ان تمام نظائر سے معلوم ہوا کہ قراءت رکن زائد ہے ایسا رکن نہیں جس کی وجہ سے لازماً نماز اور تحریمہ فاسد ہو جائے بلکہ اس کے ترک کے باوجود تحریمہ باقی رہ سکتا ہے۔

اسی بنیاد پر اب ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک قاری اپنی نماز میں قراءت چھوڑ دے تو تحریمہ باطل نہ ہوگا صرف نماز میں فساد آئے گا لیکن یہ فساد ایسا نہیں ہے جس سے بطلان تحریمہ ہو کر سرے سے نماز ہی ختم ہو جائے، بلکہ اس فساد ادا کو آپ ترک ادا، تاخیر ادا یا بیع فاسد کے مشابہ کہہ سکتے ہیں، جیسے ایک آدمی اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھے اس کے بعد کوئی بھی رکن ادا نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا ہی رہے تو اس تاخیر اور ترک ارکان کی وجہ سے تحریمہ فاسد نہ ہوگا بلکہ ہم انتظار میں رہیں گے کہ تحریمہ باندھا ہے تو ان شاء اللہ ارکان ادا کر کے ہی چھوڑے گا۔ یا نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز ترک کر کے وضو بنانے چلا جاتا ہے تو یہ بھی ترک ادا ہے اس سے جب تحریمہ ختم نہیں ہوتا تو رکن زائد کو چھوڑنے سے بھی تحریمہ ختم نہیں ہوگا۔ یا جیسے بیع فاسد میں احناف کہتے ہیں کہ اصل بیع موجود ہوتی ہے البتہ وصف فوت ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ترک قراءت سے اصل صلوۃ باقی رہے گی، صرف وصف فوت ہوگا۔ لہذا اگر اس نے شفع

اول یااس کی کسی ایک رکعت میں قراءت نہیں کی تو اس کی وجہ سے شفع اول کو سرے سے باطل نہیں کہہ سکتے، بلکہ اس کی اصل اور تحریمہ باقی رہنے کی وجہ سے اس پر شفع ثانی کی بنا درست ہو گی اس طرح چاروں کی قضا واجب ہو گی۔(فتح، عنایہ، بنایہ)

وعند أبي يوسف رحمه الله ترك القراءة في الشفع الأول لا يوجب بطلان التحريمة وإنما يوجب فساد الأداء لأن القراءة ركن زائد؛ ألا ترى أن للصلاة وجودا بدونها غير أنه لا صحة للأداء إلا بها وفساد الأداء لا يزيد على تركه فلا يبطل التحريمة

مذاہب اور اس کے دلائل سمجھنے کے بعد اب ان کی تطبیق بھی سمجھ لیجیے۔

متن میں مذکور صورت میں جب اس نے چاروں رکعتوں میں قراءت نہیں کی تو طرفین کے نزدیک دو رکعت کی قضا کرے گا۔ ان دونوں کے نزدیک شفع اول میں قراءت چھوڑنے کی وجہ سے تحریمہ باطل ہو گیا ہے ۔امام صاحب کے نزدیک دو رکعتوں میں ترک قراءت کی وجہ سے تحریمہ باطل ہوا ہے اور امام محمد کے نزدیک ایک ہی سے باطل ہو گیا تھا۔لہذا دوسرے شفع کو شروع کرنا صحیح نہیں ہوا تو اس کی قضا بھی ذمہ میں لازم نہیں ہوئی۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں کی قضا کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک شفع اول کا تحریمہ باقی تھا اس لیے شفع ثانی کو شروع کرنا صحیح ہو گیا تھا۔

اس مسئلہ کی کل سولہ صورتیں ہیں:

(1) چاروں میں قراءت کی۔ظاہر ہے چاروں درست ہو گئیں۔

(2) چاروں میں رکعت قراءت ترک کر دی۔یہ متن والا مسئلہ ہے۔

(3) پہلی دو رکعت میں قراءت ترک کردی۔ اس میں بھی متن والامسئلہ ہی جاری ہو گا۔ طرفین کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہے شفع ثانی لغو ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک چاروں کی قضا کرے گا۔

(4) آخر دو رکعت میں قراءت ترک کردی ۔ اس مسئلے میں بالاتفاق صرف آخری دو رکعتوں کی قضالازم ہے؛ کیونکہ شفع اول قراءت کرنے کی وجہ سے درست ہوچکا ہے جس کی وجہ سے شفع ثانی کی بنا بھی اس پر درست ہے اس لیے صرف شفع ثانی کی قضاواجب ہے۔

(5) صرف پہلی رکعت میں قراءت ترک کردی۔ اس میں اختلاف منطبق ہو گا۔ امام محمد کے نزدیک ایک رکعت میں ترک قراءت کی وجہ سے نماز فاسد ہوچکی ہے اس لیے صرف اسی پہلے شفع کی قضاواجب ہو گی کیونکہ بطلان تحریمہ کی وجہ سے شفع ثانی کی بناہی درست نہ تھی۔ اور شیخین کے نزدیک بقائے تحریمہ کی وجہ سے چاروں کی قضاواجب ہو گی۔

(6) صرف رکعت ثانی میں قراءت ترک کردی۔ اس میں بھی اختلاف منطبق ہو گا۔ امام محمد کے نزدیک ایک رکعت میں ترک قراءت کی وجہ سے نماز فاسد ہوچکی ہے اس لیے صرف اسی پہلے شفع کی قضاواجب ہو گی کیونکہ بطلان تحریمہ کی وجہ سے شفع ثانی کی بناہی درست نہ تھی۔ اور شیخین کے نزدیک بقائے تحریمہ کی وجہ سے چاروں کی قضاواجب ہو گی۔

(7) صرف تیسری رکعت میں قراءت ترک کردی۔ اس مسئلے میں بالاتفاق صرف آخری دو رکعتوں کی قضالازم ہے؛ کیونکہ شفع اول قراءت کرنے کی وجہ سے درست ہوچکا

ہے جس کی وجہ سے شفع ثانی کی بنا بھی اس پر درست ہے اس لیے صرف شفع ثانی کی قضاواجب ہے۔

(8) صرف چوتھی رکعت میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں بھی بالاتفاق صرف آخری دو رکعتوں کی قضالازم ہے؛ کیونکہ شفع اول قراءت کرنے کی وجہ سے درست ہوچکا ہے جس کی وجہ سے شفع ثانی کی بنا بھی اس پر درست ہے اس لیے صرف شفع ثانی کی قضاواجب ہے۔

(9) پہلی اور تیسری رکعت میں قراءت ترک کر دی۔ اس میں اختلاف منطبق ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک شفع اول کے اندر ایک رکعت میں ترک قراءت کی وجہ سے نماز فاسد ہوچکی ہے اس لیے صرف اسی پہلے شفع کی قضاواجب ہوگی جبکہ شیخین کے نزدیک بقائے تحریمہ کی وجہ سے چاروں کی قضاواجب ہوگی۔

10۔ شفع اول اور چوتھی رکعت میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں طرفین کے نزدیک پہلے شفع کی قضاواجب ہوگی اور شفع ثانی لغو ہے جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک بقائے تحریمہ کی وجہ سے چاروں کی قضاواجب ہوگی۔

11۔ رکعت اول اور شفع ثانی میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں امام محمد کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہوگی شفع ثانی لغو ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چاروں کی قضاواجب ہے۔

12۔ دوسری رکعت اور شفع ثانی میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں بھی امام محمد کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہوگی شفع ثانی لغو ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چاروں کی قضاواجب ہے۔

13۔ رکعت اول اور رابع میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں بھی امام محمد کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہو گی شفع ثانی لغو ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چاروں کی قضاواجب ہے۔

14۔ دوسری رکعت اور تیسری میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں بھی امام محمد کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہو گی شفع ثانی لغو ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چاروں کی قضاواجب ہے۔

15۔ دوسری اور چوتھی رکعت میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں بھی امام محمد کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہو گی شفع ثانی لغو ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چاروں کی قضاواجب ہے۔

16۔ رکعت اولی اور ثالثہ میں قراءت ترک کر دی۔ اس مسئلے میں بھی امام محمد کے نزدیک شفع اول کی قضاواجب ہو گی شفع ثانی لغو ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چاروں کی قضاواجب ہے۔

قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے

لقوله عليه السلام ((صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم)) اس لیے کہ نماز افضل العبادات ہے اور بسا اوقات بندہ پر قیام دشوار ہوتا ہے اس لیے تنفل کے واسطے قیام کا ترک جائز ہے تا کہ اس سے یہ خیر منقطع نہ ہو جائے۔ بیٹھنے کی کیفیت میں مختار قول یہ ہے کہ اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد کی حالت میں بیٹھتا ہے۔

شہر سے باہر سواری پر نفل نماز پڑھنے کا حکم

جو شخص شہر سے باہر ہو گو مسافر نہ ہو وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے یعنی نہ قیام اور زمین پر رکوع سجدہ شرط ہے نہ قبلہ رخ ہونا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((رأيت رسول صلى الله عليه وسلم يصلي على حمار وهو متوجه الى خيبر، يومي ايماء)) دلیل عقلی یہ ہے کہ

نوافل وقت کے ساتھ خاص نہیں ہیں پس اگر سواری سے اترنا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا لازم کردیں تو اس سے بے شمار نفل نمازیں رہ جائیں گی یا متنفل قافلہ سے بچھڑ جائے گا جبکہ فرائض خاص اوقات کے ساتھ خاص ہیں اس لیے اس میں اترنے اور قبلہ کی شرط مضر نہیں۔

البتہ فتوی اس پر ہے کہ سنت فجر بیٹھ کر بلا عذر نہیں پڑھ سکتا اترنا ضروری ہے؛ کیونکہ وہ باقی سنتوں سے زیادہ موکد ہے۔ خارج مصر کی قید لگانا شرط سفر کی بھی نفی کرتا ہے اور شہر میں جواز کی بھی۔

نفل کھڑے کر شروع کیے اس کے بعد بیٹھ گیا

اگر نفل نماز سواری پر شروع کی پھر زمین پر اتر گیا تو نماز جاری رکھ سکتا ہے، لیکن اگر ایک رکعت زمین پر پڑھی پھر سوار ہو گیا تو اب از سر نو نماز پڑھے گا، بنا نہیں کر سکتا؛ کیونکہ سوار کا تحریمہ اس حالت میں منعقد ہوا تھا کہ رکوع وسجدہ واجب نہ تھا صرف جائز تھا اب جب سواری سے اتر آیا اور زمین پر رکوع سجدہ کر رہا ہے تو اس تحریمہ کے خلاف نہیں ہوا جبکہ زمین پر نفل شروع کرنے والے کا تحریمہ اس طرح شروع ہوا تھا کہ رکوع سجدہ واجب تھا نہ کہ صرف جائز اس لیے اب اگر سوار ہو جاتا ہے تو رکوع سجدہ نہیں کر سکے گا اس طرح تحریمہ کے خلاف ہونا لازم آئے گا۔

فصل فی قیام شهر رمضان

1۔۔۔۔رمضان کے مہینہ میں مسجد میں تراویح جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک مواظبت پر عذر بیان کر دیا تھا اور وہ ہم پر فرض ہونے کا خوف ہے۔اس سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

2۔۔۔امام ان کو پانچ ترویحات یعنی 20رکعت پڑھائے گا۔ہر ترویحہ دو سلاموں یعنی چار رکعتوں پر مشتمل ہوگا۔ہر ترویحہ کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا بہتر ہے، معمولی وقفہ بھی درست ہے۔آخر میں امام ان کو وتر پڑھائے۔

3۔۔۔وتر عشا کے فرض کے بعد بھی جائز ہے۔یعنی وتر عشا کے تابع ہے تراویح کے نہیں، نیز وتر کی جماعت صرف رمضان کی خصوصیت ہے۔عام دنوں میں وتر کی جماعت مکروہ ہے۔

4۔۔۔تراویح میں ایک بار ختم قرآن سنت ہے۔اسے نہ چھوڑا جائے البتہ دعائیں اور تسبیحات وغیرہ مختصر کی جاسکتی ہیں۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 70)

وأكثر المشايخ رحمهم الله على أن السنة فيها الختم مرة فلا يترك لكسل القوم بخلاف ما بعد التشهد من الدعوات حيث يتركها لأنها ليست بسنة

باب إدراك الفريضة

انفرادی فرض نماز کے دوران جماعت کھڑی ہو جائے

1۔۔۔ایک شخص انفرادی طور پر ظہر کی فرض نماز پڑھ رہا تھا، ایک رکعت مکمل کی تھی کہ امام نے اللہ اکبر کہہ دیا تو نمازی کو چاہیے کہ دوسری رکعت پڑھ کر دو رکعتوں پر سلام پھیر لے، یہ دو رکعت نفل ہو جائیں گی اور نماز بطلان سے محفوظ ہو جائے گی؛ کیونکہ ایک رکعت نماز نہیں ہوتی، پھر فضیلت جماعت حاصل کرنے کے لیے جماعت میں شامل ہو جائے۔

2۔۔۔اسی صورت میں اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا کہ امام نے اللہ اکبر کہہ دیا تو اب فورا نماز قطع کر لے اور جماعت میں شامل ہو جائے؛ کیونکہ ایک رکعت سے کم ویسے بھی نماز نہیں ہے اور کئی ایسی نظائر ملتی ہیں کہ ایک رکعت مکمل نہ ہوئی ہو تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نیز یہاں ایک رکعت سے کم کو چھوڑنا فرض کی تکمیل ہی کے لیے ہے کیونکہ انفرادی فرض نماز کے مقابلے میں باجماعت نماز کئی گنا افضل ہے۔

3۔۔۔تیسری صورت یہ ہے کہ یہ شخص ظہر کے تین فرض مکمل ادا کر چکا ہے پھر جماعت کھڑی ہوتی ہے تو للاکثر حکم الکل کے تحت اب اسی انفرادی نماز کو مکمل کر لے پھر اگر فجر عصر اور مغرب کے علاوہ کوئی نماز ہو تو جماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہو سکتا ہے۔

فجر اور عصر کے بعد نفل نہیں اس لیے ان کے لیے جماعت میں شریک نہ ہو اور مغرب کے بعد اس لیے شریک جماعت نہ ہو کہ نفل کی تین رکعتیں نہیں ہوتیں۔

4۔۔۔ فجر کی ایک رکعت فرض پڑھ لی تھی کہ جماعت کھڑی ہوگئی تب بھی فرض توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے؛ تاکہ فضیلت جماعت حاصل ہو جائے البتہ اگر دوسری رکعت کے سجدہ سے اٹھ گیا ہے تو اب انفرادی فرض ہی مکمل کر لے۔ پھر جماعت میں شریک بھی نہ ہو۔ کمامر

یاد رہے یہ حکم انفرادی فرض نماز کا ہے۔ اگر نمازی سنن یا نوافل ادا کر رہا ہو تو اگرچہ ایک رکعت بھی مکمل نہ ہوئی ہو تب بھی دو رکعت پورے کرے گا، کیونکہ اس کو توڑنا تکمیل کے لیے نہیں ہوگا اور جماعت کی فضیلت ویسے بھی حاصل ہو جائے گی۔ بلکہ ظہر اور جمعہ کی سنتوں کے بارے میں "کفایت المفتی" میں لکھا ہے کہ چاروں سنتیں پڑھ کر سلام پھیرے؛ کیونکہ سنن قبلیہ بہت سی چیزوں میں فرض کی طرح صلوۃ واحدہ کے حکم میں ہے۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام " لا یخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق

البتہ تین صورتیں مستثنیٰ ہیں:

(1) یہ شخص کسی دوسری مسجد کا امام یا مؤذن ہے اگر وہ نہیں جائے گا تو دوسری مسجد کی نماز میں حرج ہوگا تو ایسا شخص نکل سکتا ہے۔

(2) نماز پڑھ چکا ہے تو وہ بھی جا سکتا ہے۔ البتہ جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو اب نکلنا موضع تہمت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(3) فجر، عصر یا مغرب کی نماز پڑھ چکا اس کے بعد جماعت کھڑی ہو جائے تو جماعت کھڑی ہونے کے باوجود نکل جانا جائز ہے۔

فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو کیا کرے؟

اگر امید ہو کہ دوسری رکعت مل جائے گی تو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوں؛ کیونکہ سنت فجر کی اہمیت بقیہ سنن مؤکدہ سے بہت زیادہ ہے۔ صلوھا ولو طردتکم الخیل۔

نیز اگر سنن فجر ابھی نہیں پڑھی تو پھر وقت کے اندر پڑھنے کا موقع نہیں ملتا کیونکہ فجر کے بعد نوافل اور سنتوں کی قضا مکروہ ہے۔ اسی وجہ سے سنن فجر بغیر عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ اور سفر میں بھی اس کا اہتمام کرنے کا حکم ہے۔

البتہ مسجد سے باہر صحن میں یا مسجد کے اندر کسی ستون کے پیچھے پڑھے اس طرح نہ پڑھے کہ لوگ جماعت میں شریک سمجھیں۔

ہاں! اگر دوسری رکعت نکلنے کا اندیشہ ہو تو پھر سنتیں چھوڑ دے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر سنن کی قضا طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک کسی وقت میں کر لینا مستحب ہے۔ یہ امام محمد کا قول ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔ شیخین کے نزدیک آفتاب نکلنے کے بعد بھی سنت فجر کی قضا نہیں ہے جیسے بقیہ سنن کی قضا نہیں ہے؛ کیونکہ قضا صرف فرض اور واجب کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ سنن فجر واجب نہیں اس لیے اس کی قضا بھی نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ سنن فجر کی تاکید زیادہ ہے نیز آپ ﷺ نے لیلۃ التعریس کے واقعہ کے بعد سنن فجر کی بھی قضا کی تھی اس لیے گو قضا واجب نہیں لیکن پسندیدہ ضرور ہے۔

شیخین فرماتے ہیں کہ لیلۃ التعریس کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی تبعیت میں سنت فجر کی قضا کی ہے چونکہ فجر کی فرض نماز بھی فوت ہوگئی تھی اس لیے جب آپ نے

فرض کی قضا کی تو تبعا سنت کی بھی قضا فرمائی۔ لیکن یاد رہے بقیہ فرض نمازوں میں تبعا بھی سنن کی قضا نہیں۔ یہی راجح ہے۔

ظہر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو کیا کرے؟

ظہر کی سنتیں فرض سے پہلے پڑھنے کا موقع نہ ہو یا صرف دو پڑھی ہوں تو فرض کے بعد پڑھ لے لیکن پہلے اس وقت کی دو سنتیں ادا کرے اس کے بعد چار سنن قبلیہ ادا کرے۔ علیہ الفتوی

جماعت کی فضیلت پانے کی حد

ایک ہے حقیقت میں جماعت سے نماز پڑھنا اور دوسرا ہے صرف اس کی فضیلت اور ثواب پالینا۔ فقہائے کرام دونوں میں فرق کرتے ہیں۔

امام کو نماز کے کسی بھی حصے میں پالیا یہاں تک کہ قعدۂ اُخیرہ میں پالیا تب بھی جماعت کا ثواب اور اس کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن حقیقت میں جماعت سے نماز پڑھنا اس وقت شمار ہو گا جب چار رکعت والی نماز میں کم سے کم آخری دو رکعتیں پوری مل جائیں اور دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت پوری مل جائے۔

اس کا ثمرہ قسم کے مسائل میں ظاہر ہو گا۔ اگر ایک شخص قسم کھائے کہ جماعت سے نماز نہیں پڑھوں گا تو جب تک نصف نماز جماعت سے نہ پالے قسم نہیں ٹوٹے گی لیکن اگر یہ قسم کھائی ہو کہ جماعت میں شریک نہیں ہوں گا تو قعدہ اخیرہ میں شریک ہو گیا تب بھی حانث ہو جائے گا۔

انفرادی فرض کے ساتھ سنن ہیں یا نہیں؟

ایک خاتون گھر میں انفرادی نماز پڑھ رہی ہے یا کسی مرد کی جماعت نکل گئی ہے اب وہ انفرادی نماز پڑھ رہا ہے تو کیا انفرادی فرض نماز کے ساتھ سنن قبلیہ وبعدیہ پڑھنی ہیں یا جماعت چھوٹنے کی وجہ سے اس کی اہمیت بھی ختم ہے؟ اس میں تین قول ہیں:

(1) منفرد کو سنن ونوافل کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ فرض کی تکمیل ہو سکے اس لیے اس کو سنن ونوافل پڑھنے ہوں گے۔ الا یہ کہ وقت تنگ ہو تو صرف فرض پر اکتفا کرلے۔ وعلیہ الفتوی

(2) فجر اور ظہر کی سنن مؤکدہ کی تاکید زیادہ ہے اس لیے ان کو نہ چھوڑے بقیہ سنن کو چھوڑ سکتا ہے۔

(3) اختیار ہے پڑھ بھی سکتا ہے اور تمام نمازوں کی سنن چھوڑ بھی سکتا ہے؛ کیونکہ سنن مؤکدہ کی ادائیگی اس وقت ثابت ہے جب جماعت سے نماز پڑھی گئی ہو اس کے بغیر ان کا پڑھنا منقول نہیں۔

رکعت پانے کی آخری حد

کسی رکعت کے رکوع میں امام کو ایک لمحہ کے لے بھی پالیا تو وہ رکعت مل گئی لیکن اس سے پہلے امام کھڑا ہو گیا تو رکعت نہیں ملی۔ علیہ الفتوی۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ رکوع کا حکم قیام کی طرح ہے۔ قیام نہ ملے صرف رکوع ملے تو رکعت مل جاتی ہے اسی طرح رکوع نہ ملے صرف قومہ مل جائے تب بھی یہی کہا جائے گا کہ رکعت مل گئی۔

جواب یہ ہے کہ رکوع ملنے سے رکعت مل جانا خود خلاف قیاس ہے اس پر مزید قیاس درست نہیں۔ جب اسے نہ قیام ملا نہ رکوع تو مشارکت فی الافعال نہیں پائی گئی تو کس طرح رکعت پالی؟

امام سے پہلے کوئی رکن ادا کر لینا

مثلاً امام رکوع میں تھا کہ مقتدی غلطی سے قومہ میں چلا گیا، امام اس کے بعد قومہ میں گیا تو اگر مقتدی سجدے میں بھی چلا گیا تو مکمل رکن میں امام سے آگے بڑھ گیا اس لیے اس کی نماز فاسد ہو گئی لیکن اگر وہ قومہ ہی میں رہا اور امام اس کے بعد قومہ میں شریک ہوا تو اسے امام سے آگے بڑھنا نہیں کہا جائے گا گو کراہت آئے گی لیکن نماز فاسد نہ ہو گی اور انتہائے قومہ میں مشارکت کی وجہ سے نماز ہو جائے گی۔ مشارکت مکمل طور پر اس وقت ختم ہو گی جب نہ ابتدائے رکن میں امام کے ساتھ شریک ہو اور نہ انتہائے رکن میں۔

طرف اول سے مراد ابتدائے رکن اور طرف آخر سے مراد انتہائے رکن۔ جیسے رکوع یا قومہ کی ابتدا امام کے ساتھ کرے لیکن انتہا میں امام سے آگے بڑھ جائے تو نماز ہو جاتی ہے اسی طرح ابتدا میں آگے بڑھ جائے اور انتہا میں امام کے ساتھ مل جائے یا امام اس کے ساتھ مل جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆

باب قضاء الفوائت

اگر کسی شخص کے ذمہ بالغ ہونے سے لے کر اب تک چھ یا اس سے زیادہ نمازوں کی قضا نہیں ہے تو وہ "صاحب ترتیب" ہے۔ اور اگر کسی کے ذمہ چھ یا اس سے زیادہ نمازوں کی قضا ہے تو وہ صاحب ترتیب نہیں ہے۔ اور پھر اگر وہ شخص اپنی قضا نمازوں کو ادا کرلے اور اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اس نے اپنی تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا کرلی ہے اور اس کے ذمہ ایک بھی نماز کی قضا لازم نہیں رہی تو وہ دوبارہ صاحب ترتیب بن جائے گا، اب وہ چھ نمازیں قضا ہونے تک جس میں وتر بھی شامل نہیں ہے، صاحب ترتیب رہ سکتا ہے، البتہ اگر اب اس سے ترتیب ساقط ہو جائے تو دوبارہ صاحب ترتیب بننے کے لئے ضروری ہو گا کہ اس کے ذمہ ایک نماز بھی باقی نہ رہے۔ صاحب ترتیب سے اگر کوئی نماز قضاء ہو جائے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے قضاء نماز ادا کرے اور پھر وقتیہ نماز ادا کرے۔ لقوله عليه الصلاة والسلام " من نام عن صلاة أو نسيها فلم يذكرها إلا وهو مع الإمام فليصل التي هو فيها ثم ليصل التي ذكرها ثم ليعد التي صلى مع الإمام۔ خندق کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہو گئیں تو آپ ﷺ نے انہیں ترتیب وار ادا کیں اور قال:((صلو كما رأيتموني اصلي))

ترتیب تین صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے:

(1) اگر وقتیہ نماز کا وقت ختم ہونے والا ہو تو پھر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور قضا نماز بعد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

(2) اپنی قضا نماز بھول جائے تو پھر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور قضا نماز اس کے بعد پڑھی جاسکتی ہے۔

(3) یا قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے تو پھر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور پھر قضا نماز بعد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

فوت شدہ نمازیں کم رہ جائیں تو کیا ترتیب لوٹ آئے گی؟

کسی شخص کی قضا نمازیں چھ سے زیادہ ہو گئیں، اس نے لوٹانا شروع کیا، یہاں تک کہ چھ سے کم رہ گئیں تو کیا ترتیب لوٹ آئے گی؟ اس میں اختلاف ترجیح ہے۔ صاحب ہدایہ کا رجحان اس طرف ہے کہ ترتیب لوٹ آئے گی، صاحب ہدایہ نے اس کو وھو الأظهر کہا ہے۔ صاحب عنایہ بھی اس موقف کے حامی ہیں لیکن عموماً فتویٰ اس پر دیا جاتا ہے کہ جب تک تمام نمازیں ادا نہ کر لے تب تک ترتیب نہیں لوٹے گی۔ صاحب ہدایہ کی دلیل امام محمد کی ایک روایت ہے:

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 73)

فإنه روي عن محمد رحمه الله فيمن ترك صلاة يوم وليلة وجعل يقضي من الغد مع كل وقتية فائتة فالفوائت جائزة على كل حال والوقتيات فاسدة إن قدمها لدخول الفوائت في حد القلة وإن أخرها فكذلك إلا العشاء الأخيرة لأنه لا فائتة عليه في ظنه حال أدائها

مطلب یہ ہے کہ ایک صاحب ترتیب شخص کی فجر تا عشا پانچ نمازیں قضا ہو گئیں اس نے اگلے دن سے ہر وقتی نماز کے ساتھ ایک فوت شدہ کی قضا کرنا شروع کر دی تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔۔۔ اگر فجر کی وقتی نماز پہلے پڑھے اور کل کی فجر وقت گزرنے کے بعد پڑھے تو صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے اس کی وقتیہ ادا نہ ہو گی؛ کیونکہ پانچ نمازوں سے ترتیب باقی رہتی ہے چھ سے ساقط ہوتی ہے اور اس کی ابھی تک پانچ قضا ہوئی تھیں اس لیے صاحب ترتیب ہی تھا اس کو چاہیے تھا کہ پہلے پانچوں فوائت ادا کرتا لیکن اس نے فوائت ادا نہیں کیں بلکہ وقتیہ پڑھ لی تو خلاف

ترتیب نماز پڑھنے کی وجہ سے نماز ادا نہ ہوئی، بلکہ وہ نفل ہوگئی، لہذا فوائت کل چھ ہوگئیں اور صاحب ترتیب نہیں رہا اس کے بعد جب اس نے پہلی فائتہ یعنی کل کی فجر ادا کرلی تو فوائت دوبارہ پانچ ہوگئیں اور وہ دوبارہ صاحب ترتیب بن گیا۔ امام محمد کی اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ فوائت پانچ تک آجانے سے ترتیب لوٹ آتی ہے۔ اگر فوائت پانچ تک آنے سے ترتیب نہ لوٹتی تو امام محمد یہ فرماتے کہ فوائت چھ ہونے سے ترتیب ساقط ہوگئی لہذا اب ترتیب سے نماز پڑھنا ضروری نہیں، جس طرح بھی چاہے نمازیں ادا کرلے۔ جب تمام قضا نمازیں ادا کرلے گا تب دوبارہ صاحب ترتیب بن جائے گا۔

بہر حال اس کے بعد جب ظہر کی وقتیہ پہلے پڑھی تو پھر وہی بات کہ اس کو چاہیے تھا کہ پہلے پانچوں فوائت ادا کرتا لیکن فوائت ادا نہیں کیں بلکہ وقتیہ پڑھ لی تو خلاف ترتیب نماز پڑھنے کی وجہ سے نماز ادا نہ ہوئی، بلکہ وہ نفل ہوگئی، لہذا جیسے ہی وقتیہ نماز ظہر پڑھی تو فوائت کل چھ ہوگئیں اور صاحب ترتیب نہیں رہا اس کے بعد جب اس نے کل کی ظہر ادا کرلی تو فوائت دوبارہ پانچ ہوگئیں اور وہ دوبارہ صاحب ترتیب بن گیا۔ یہ سلسلہ عشا تک چلتا ہی رہے گا جب تک پہلے پانچوں فوائت ادا نہ کرلے۔ عشا کی وقتیہ اور اس کے بعد فائتہ ادا کرنے کے بعد وہ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ میرے ذمہ کچھ نہیں رہا، حالانکہ اس کے ذمہ آج کی وقتیات فوائت کی صورت میں کھڑی ہوں گی۔ اس سے یہ وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ فوائت پانچ تک آجانے سے ترتیب لوٹ آتی ہے۔

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کل فجر کی فائتہ پہلے ادا کرلے اور فجر کی وقتیہ بعد میں ادا کرے تب بھی یہی سلسلہ چلے گا۔ پہلے فائتہ پڑھنے سے فوائت چار رہ جائیں گی، یہ صاحب ترتیب ہے اسے چاہیے کہ پہلے فوائت ادا کرلے لیکن فوائت ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کی وقتیات فاسد ہوتی رہیں گی اور فوائت ذمہ سے اترتی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جب کل کی عشا پڑھ

رہاہو گا تو یہ سمجھ رہاہو گا کہ تمام قضا نمازیں ادا کر چکا ہوں حالانکہ ابھی اس کے ذمہ چار نمازیں جو آج کی وقتیات تھیں، باقی ہیں، البتہ یہ شخص اگر عامی ہے تو اس کی اس جہل کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے بعد کی وقتیہ نماز ادا ہو جائے گی، صرف چار نمازیں ذمہ میں رہ جائیں گی۔ اور عالم ہو تو عشا بھی فاسد ہو کر کل فوائت پانچ ہو جائیں گی۔

ابن الہمام نے صاحب ہدایہ کے برخلاف اس قول کو ترجیح دی ہے کہ ایک بار جب ترتیب ساقط ہو جائے تو جب تک تمام قضا نمازیں ادا نہ کرلی جائیں ترتیب لوٹتی نہیں۔ اور صاحب ہدایہ کے اس استدلال کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اس میں ترتیب برقرار رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ترتیب ساقط ہی نہیں ہوئی؛ کیونکہ وقتیہ نماز کو ادا کرنے کے فوراً بعد وقت نکلنے سے پہلے ہی فائتہ ادا کرلی تو ترتیب کہاں ساقط ہوئی؟ ترتیب اس وقت ساقط ہوتی جب مثلاً آج کی فجر کا وقت نکلنے کے بعد فائتہ ادا کی ہوتی۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

فتح القدير للكمال ابن الهمام (1/ 493)

(قَوْلُهُ وَهُوَ الْأَظْهَرُ) خِلَافُ مَا اخْتَارَهُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ وَفَخْرُ الْإِسْلَامِ وَصَاحِبُ الْمُحِيطِ وَقَاضِي خَانْ وَصَاحِبُ الْمُغْنِي وَالْكَافِي وَغَيْرُهُمْ، وَمَا اسْتَدَلَّ بِهِ عَنْ مُحَمَّدٍ فِيهِ نَظَرٌ نَذْكُرُهُ

فتح القدير للكمال ابن الهمام (1/ 493)

وَجْهُ الِاسْتِدْلَالِ أَنَّهُ إذَا قَدَّمَ الْوَقْتِيَّةَ صَارَتْ هِيَ سَادِسَةَ الْمَتْرُوكَاتِ فَسَقَطَ التَّرْتِيبُ. فَعَلَى تَقْدِيرِ أَنْ لَا يَعُودَ كَانَ يَنْبَغِي أَنَّهُ إذَا قَضَى بَعْدَهَا فَائِتَةً حَتَّى عَادَتْ الْمَتْرُوكَاتُ إلَى خَمْسٍ أَنْ تَجُوزَ الْوَقْتِيَّةُ الثَّانِيَةُ قَدَّمَهَا أَوْ أَخَّرَهَا. وَإِنْ وَقَعَتْ بَعْدَ عِدَّةٍ لَا تُوجِبُ سُقُوطَ التَّرْتِيبِ: أَعْنِي خَمْسًا أَوْ أَرْبَعًا لِسُقُوطِ التَّرْتِيبِ قَبْلَ أَنْ يَصِيرَ إلَى الْخَمْسِ، وَجْهُ النَّظَرِ أَنَّهُ لَمْ يَسْقُطْ التَّرْتِيبُ أَصْلًا، فَإِنَّ سُقُوطَهُ

بِخُرُوجِ وَقْتِ السَّادِسَةِ وَهُوَ لَمْ يَخْرُجْ حَتَّى صَارَتْ خَمْسًا بِقَضَاءِ الْفَائِتَةِ، وَلَا يُمْكِنُ تَخْرِيجُهُ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ مِنْ اعْتِبَارِ دُخُولِ وَقْتِ السَّادِسَةِ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمْ تَفْسُدْ الْوَقْتِيَّاتُ، فَالْأَصَحُّ أَنَّ التَّرْتِيبَ إِذَا سَقَطَ لَا يَعُودُ

خلاف ترتیب پڑھی گئی نماز سرے سے فاسد ہے یا نفل ہے؟

یعنی صاحب ترتیب خلاف ترتیب نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی تو نماز نہ ہونے سے کیا مراد ہے کیا سرے سے نماز ہی باطل ہے یا یہ مطلب ہے کہ فرضیت باطل ہو جاتی ہے لیکن اصل صلوۃ باقی رہنے کی وجہ سے وہ نفل بن جاتی ہے؟

تو شیخین کا مذہب یہ ہے کہ فرضیت باطل ہو جاتی ہے، اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ نفل بن جاتی ہے۔ اسی پر فتوی ہے۔

امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ نماز سرے سے باطل ہو جائے گی؛ اس لیے کہ تحریمہ فرض کے لیے منعقد ہوا ہے جب فرضیت باطل ہو گی تو تحریمہ بھی باطل ہو جائے گا۔

شیخین فرماتے ہیں کہ تحریمہ وصف فرضیت کے ساتھ اصل نماز کے لیے منعقد کیا گیا ہے پس وصف کے باطل ہونے سے اصل کا باطل ہونا ضروری نہیں۔

بحث فساد موقوف

ایک صاحب ترتیب شخص نے عصر کی نماز پڑھ لی، حالانکہ اسے یاد ہے کہ ظہر کی نماز ابھی ادا نہیں کی، اس کے بعد وہ وقتیات نمازیں ادا کرتا رہا یہاں تک کہ اگلے دن ظہر کی نماز کا وقت بھی نکل گیا۔ تو گزشتہ اصول ومسائل کے مطابق ترتیب فوت ہونے کی وجہ سے عصر اور تمام وقتیات فاسد ہونی چاہییں اور آج ظہر کا وقت نکلنے سے فوائت چھ ہو گئیں اس لیے

اب آج کی عصر سے اس سے ترتیب آئندہ نمازوں اور خود فوائت کے بیچ ساقط ہونی چاہیے۔ یہی صاحبین کا بھی مذہب ہے۔

لیکن امام صاحب ایک نکتے کی بات فرماتے ہیں کہ اگر اس کے بعد مزید پانچ نمازیں پڑھ لیں یہاں تک کہ اگلے دن ظہر کا وقت نکل گیا تو فوائت چھ ہونے کی وجہ سے جیسے اگلی نمازوں میں ترتیب کو ساقط کر دے گا گزشتہ نمازوں میں بھی ترتیب کو غیر مؤثر کر دے گا، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک گزشتہ پانچ نمازوں کا فساد فساد موقوف تھا جیسے ہی فوائت چھ ہوئیں پچھلی نمازیں سب خود بخود درست ہو گئیں۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ گزشتہ نمازوں کا فساد حتمی فساد ہے جو کسی حال میں درست نہیں ہو سکتیں۔ فتوی امام صاحب کے قول پر ہے۔

ثم العصر يفسد فسادا موقوفا حتى لو صلى ست صلوات ولم
يعد الظهر انقلب الكل جائزا عند أبي حنيفة رحمه الله
وعندهما يفسد فسادا باتا لا جواز له بحال

وتر مستقل نماز ہے یا عشا کے تابع؟

صاحبین کے نزدیک وتر عشا کے تابع ہے۔ عشا درست تو وتر بھی درست، عشا فاسد تو وتر بھی فاسد۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ وتر مستقل نماز ہے عشا کے تابع نہیں ہے لیکن اس کا وقت عشا کے بعد ہے۔ جیسے مغرب اور عشا مستقل نمازیں ہیں لیکن عشا کا وقت مغرب کے بعد ہے۔ لہذا کسی وجہ سے عشا فاسد ہو گئی اور وتر اس کے بعد صحیح طریقے سے بغیر فساد کے پڑھ لی تو امام صاحب کے نزدیک صرف عشا کا اعادہ ہو گا وتر کا نہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک تابع ہونے کی وجہ سے وتر کا بھی اعادہ ہو گا۔ اس اختلاف کا مدار اس پر ہے کہ وتر سنت ہے یا واجب؟ صاحبین کے نزدیک یہ عشا کی سنتوں میں سے ہے جبکہ امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔

باب سجود السہو

سجدہ سہو سلام سے پہلے یا بعد؟

احناف فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں تشہد پڑھ کر سلام پھیر لے اس کے بعد سہو کے دو سجدہ کرے پھر تشہد اور درود شریف اور دعائیں پڑھ کر سلام پھیرے۔ یعنی سجدہ سہو سلام کے بعد کرنا ہے۔ دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
((لکل سہو سجدتان بعد السلام)) ایک اور حدیث فعلی میں ہے:((انہ علیہ السلام سجد سجدتی السہو بعد السلام))

امام شافعی فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا جائے۔ دلیل ہے:
((انہ علیہ السلام سجد للسہو قبل السلام)) واضح رہے کہ یہ اختلاف جائز ناجائز کا نہیں، اولی غیر اولی کا ہے۔

صاحب ہدایہ نے امام شافعی کے موقف کے دو جواب دیے ہیں:

1۔ محدثانہ جواب یہ ہے کہ ایک فعلی روایت آپ نے پیش کی ایک ہم نے۔ دونوں فعلی روایتیں متعارض ہو گئیں، اس لیے اصول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو فیصلہ کن مان لیا جائے اور وہ یہی ہے کہ ((لکل سہو سجدتان بعد السلام))

2۔ فقہی جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو کو سلام سے پہلے رکھنے کا نقصان ہے اور وہ یہ کہ اگر سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لیا اور پھر خدانخواستہ موجبات سہو میں سے کوئی سبب پیش آگیا تو اس کا کوئی حل ممکن نہ ہو گا؛ کیونکہ سجدہ سہو ایک ہی بار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس سجدہ سہو کو سلام کے بعد رکھنے

میں یہ نقصان نہیں ہے کیونکہ نماز مکمل ہونے کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے گا تو اب مزید کسی غلطی کی گنجائش بہت کم ہی رہے گی۔

دوبار سجدہ سہو کا جزئیہ

ایک صورت میں صورتاً دوبار سجدہ سہو ہوگا وہ یہ کہ دو رکعت نوافل میں کوئی سہو ہوا جس کے لیے سجدہ سہو بھی کر لیا اس کے بعد اس کا ارادہ مزید دو رکعت نوافل پڑھنے کا ہو گیا تو مزید دو رکعت ملانا منع ہے؛ تاکہ سجدہ سہو وسط صلوۃ میں نہ آئے لیکن اگر اس نے اس کے باوجود دو رکعتیں ملالیں تو وہ سجدہ سہو باطل ہو جائے گا اور چوتھی رکعت کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

لیکن اس کا جواب ہم نے شروع میں دے دیا ہے کہ یہ صورتاً دو سجدہ سہو ہیں، حقیقت میں یہ ایک ہی سجدہ سہو ہے کیونکہ ہم نے جب پہلے سجدہ سہو کو باطل کہہ دیا تو وہ غیر معتبر ہو گیا۔

ومن صلى ركعتين تطوعا فسها فيها وسجد للسهو ثم أراد أن يصلي أخريين لم يبن " لأن السجود يبطل لوقوعه في وسط الصلاة بخلاف المسافر إذا سجد للسهو ثم نوى الإقامة حيث يبني لأنه لو لم يبن يبطل جميع الصلاة ومع هذا لو أدى صح لبقاء التحريمة ويبطل سجود السهو هو الصحيح

سجدہ سہو کا سلام دونوں طرف پھیرے یا ایک طرف؟

صاحب ہدایہ کا رجحان یہ ہے کہ دونوں طرف پھیرا جائے لیکن فتوی اس پر ہے کہ سہو کا سلام ایک طرف پھیرا جائے گا؛ تاکہ سلام سہو اور سلام نماز میں فرق ہو جائے۔

درود شریف اور دعا قعدہ صلوۃ میں ہے یا قعدہ سہو میں؟

امام طحاوی وغیرہ کا رجحان یہ ہے قعدہ صلوۃ میں درود شریف اور دعائیں پڑھے، جبکہ امام کرخی اور صاحب ہدایہ وغیرہ کا فتوی اس پر ہے کہ قعدہ سہو میں پڑھے؛ کیونکہ نماز کا آخر اب یہی ہے اور دعائیں آخر ہی میں کی جاتی ہیں۔ وعلیہ الفتوی

اسباب سجدہ سہو

ہدایہ کی ترتیب کے مطابق ان صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے:

نمبر شمار	اسباب	مثال
1	نماز میں اضافہ	دو بار رکوع کر لیے، تین سجدے کر لیے، دو بار متصلا سورہ فاتحہ پڑھ لی
2	نماز میں کمی	سورہ فاتحہ چھوڑ دی، سورت ملانا بھول گیا، قنوت بھول گیا، قعدہ اولی کرنا بھول گیا
3	ترک واجب	سورہ فاتحہ چھوڑ دی، سورت ملانا بھول گیا، قنوت بھول گیا، قعدہ اولی کرنا بھول گیا
4	تاخیر واجب	اگلے واجب میں جانے سے پہلے بقدر رکن خاموش رہا تو واجب میں تاخیر ہو گئی
5	تاخیر رکن	قراءت کے بعد بھول سے بقدر رکن خاموش رہا تو رکوع میں تاخر ہو گئی

امام نے بجائے جہر کے آہستہ آواز میں یا بجائے سر کے جہراً قراءت کرلی	تغیرِ واجب	6

قعدہ اولیٰ کیے بغیر تیسری رکعت میں کھڑا ہو گیا

قعدہ اولیٰ واجب ہے اور قیام الی الثالثۃ فرض ہے۔ اگر بھولے سے قعدہ اولیٰ چھوڑ کر قیام میں چلا گیا ہے تو فرض چھوڑ کر واپس قعدہ کی طرف لوٹنا بہت برا ہے لیکن کسی نے غلطی سے کر لیا تو فتوی اس پر ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں! اگر ابھی تیسری رکعت کے لیے مکمل کھڑا نہیں ہوا بلکہ قعدہ کے قریب ہی ہے (جس کی حد یہ ہے کہ اکڑوں جس طرح ڈبلیو سی پر بیٹھتے ہیں اس حالت میں ہے) تو یہ قعدہ ہی شمار ہو گا اس لیے قعدہ کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں لیکن اس اگر قیام کے قریب ہے تو واپس نہ لوٹے اور ترک قعدہ کی وجہ سے سجدہ سہو کر لے۔

قعدہ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا

اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو کیونکہ سجدہ کے بغیر رکعت نامکمل اور غیر معتبر ہے اس لیے یاد آنے پر قعدہ میں لوٹ آئے اور تاخیر رکن کی وجہ سے سجدہ سہو کر لے۔

2۔ پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو فرض کے اندر نفل نماز کی ایک کامل رکعت کو داخل کرنے کی وجہ سے نماز کی فرضیت باطل ہو جائے گی اور مکمل نماز نفلی بن جائے گی۔ اس کے لیے بہتر ہے کہ مزید ایک رکعت ملا کر چھ رکعتیں پوری کر لے، چھٹی رکعت نہ ملائے تو بھی حرج نہیں۔ نیز آخر میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ (فتح، شامی)

قعدہ اخیرہ کر لینے کے بعد پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا

اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ قعدہ اخیرہ کر لینے کی وجہ سے فرض تو مکمل ہو گئے ہیں۔ اب اضافی نماز پڑھ رہا ہے اس لیے اگر پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو کیونکہ سجدہ کے بغیر رکعت نامکمل اور غیر معتبر ہے اس لیے یاد آنے پر قعدہ میں لوٹ آئے اور پہلے تاخیر سلام کی وجہ سے سجدہ سہو کرے پھر مشروع طریقے سے سلام پھیرے۔

2۔ پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو فرض اپنی جگہ مکمل ہیں کیونکہ قعدہ اخیرہ کر لینے کی وجہ سے ارکان نماز پورے ادا ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد اسی کے ساتھ نفل نماز کی ایک کامل رکعت مل گئی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ مزید ایک رکعت ملا کر نفل کی دو رکعتیں پوری کر لے کیونکہ صرف ایک رکعت پڑھنا "بتیراء" ہے جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ یہاں ایک ضمنی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی دو نفل پوری نہ کرے تو ان دو کی قضا واجب نہ ہو گی کیونکہ نفل کی قضا اس وقت واجب ہوتی ہے جب انہیں مستقل حیثیت سے شروع کر کے توڑ دیا جائے جبکہ اس صورت میں اس کی حیثیت مستقل نہیں بلکہ غلط فہمی کی بنیاد پر نفل شروع ہو گئی ہے۔

اس صورت میں گزشتہ مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں آنا چاہیے کیونکہ فرض اور نفل دونوں کو ملانا موجبات سہو میں سے نہیں، لیکن اس صورت میں استحساناً سجدہ سہو لازم قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ فرض کی تکمیل ناقص طریقے سے ہو رہی ہے اس نقصان کی تلافی کے لیے سجدہ سہو واجب ہو گا۔ وعلیہ الفتوی

تین ضمنی مسئلے

1۔۔۔کیا مذکورہ دونوافل سنن بعدیہ کے قائم مقام ہوسکتے ہیں؟ایک قول یہ ہے کہ جی ہوسکتے ہیں،لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ قائم مقام نہیں ہوسکتے؛کیونکہ سنن بعدیہ کا طریقہ جو سنت سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ انہیں مستقل طور پر پڑھا جائے،اس لیے ضمنی نوافل، مستقل کے قائم نہیں ہوسکتے۔

2۔۔۔اگر امام نے اس طرح چھ رکعتیں پڑھادیں اور کوئی مسبوق آخری دو رکعتوں یعنی پانچویں یا چھٹی میں شریک ہوا تو وہ دو رکعتیں پڑھے گا یا چھ؟امام محمد فرماتے ہیں کہ امام کی اتباع میں چھ پڑھے گا۔وعلیہ الفتوی۔امام ابو یوسف کے نزدیک دو پڑھے گا؛کیونکہ امام فرض پورے کرچکا ہے۔اس نے اقتدا نوافل میں کی ہے،البتہ اگر مقتدی اس نماز کو توڑ دے تو امام محمد کے نزدیک قضا واجب نہیں جیسے امام پر واجب نہیں۔امام ابو یوسف کے نزدیک دو کی قضا واجب ہے؛کیونکہ امام کو غلط فہمی ہوئی تھی مسبوق کو نہیں ہوئی۔وعلیہ الفتوی۔

3۔۔۔پیچھے گزرا کہ سجدہ کے بغیر رکعت غیر معتبر ہے۔سوال یہ ہے کہ سجدہ پیشانی رکھ دینے سے مکمل ہوجاتا ہے یا پیشانی زمین سے اٹھالینے کے بعد سجدہ مکمل ہوتا ہے؟امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ سجدہ پیشانی رکھنے سے ہی مکمل ہوجاتا ہے لہذا سجدہ کے لیے پیشانی رکھتے ہی رکعت مکمل ہوجائے گی اور گزشتہ مبحث میں فرض باطل ہوکر نفل کی طرف نماز منتقل ہوجائے گی۔امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ اس کا سجدہ سے سر اٹھانے سے سجدہ مکمل ہوتا ہے اس لیے گزشتہ مبحث میں پیشانی اٹھانے سے باطل ہوگا۔فتوی امام محمد کے قول پر ہے۔

سلام کے بعد مسبوق شریک نماز ہوا

اس کی تین صورتیں ہیں:

1۔۔۔امام پر سجدہ سہو واجب تھا مقتدی کو پتا تھا کہ پہلا سلام سہو کا ہو گا وہ یہ سمجھ کر نماز میں شریک ہوا اور امام نے سجدہ سہو بھی کیا۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ مقتدی کی اقتدا درست ہے۔

2۔۔۔دوسری صورت یہ ہے کہ امام سجدہ سہو کرنا بھول گیا اور اس نے دونوں طرف سلام پھیر لیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مسجد سے نکلنے سے پہلے اور منافی نماز کوئی کام کرنے سے پہلے اسے یاد آگیا اور سجدہ سہو کر لیا تب تو سب کے نزدیک اقتدا درست ہو گئی۔

3۔۔۔لیکن اگر امام کو یاد نہ آیا اور مسجد سے نکل گیا یا کسی سے بات چیت کر لی تو کیا مسبوق جماعت میں شریک شمار ہو گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:

امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ جماعت میں شامل شمار ہو گا کیونکہ حقیقت کے لحاظ سے امام کی نماز پوری ہوئی ہی نہیں اس لیے اس کی اقتدا درست ہے چاہے سجدہ سہو کرے یا نہ کرے۔

شیخین فرماتے ہیں کہ جماعت میں شامل نہیں ہوا؛ کیونکہ سلام محلل فی نفسہ ہے یعنی جس طرح تکبیر تحریمہ سے نماز کا احرام شروع ہو جاتا ہے اور سب منافی نماز کام حرام ہو جاتے ہیں اسی طرح سلام سے انسان حلال ہو جاتا ہے اور سب ممنوع امور حلال ہو جاتے ہیں۔ لہذا سلام کا کام ہی یہ ہے کہ نماز سے نکال دے چاہے نماز سے نکلنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو اس لیے جب امام نے سلام پھیر دیا تو اقتدا کا وقت ختم ہو گیا، اب کسی کی شرکت مفید نہیں۔

رہا یہ سوال کہ سجدہ سہو سے پہلے بھی تو سلام پھیرتا ہے اس کی وجہ سے کیوں نماز سے نہیں نکلتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاص اس صورت میں سلام اپنا کام سجدہ سہو کی حاجت کی وجہ سے نہیں دکھاتا، لیکن ظاہر ہے یہ استثنائی صورت اسی وقت لاگو ہوگی جب سجدہ سہو کرے لیکن جب وہ سجدہ سہو کر ہی نہیں رہا تو سلام اپنا اثر دکھا کر رہے گا۔ فتوی شیخین کے قول پر ہے۔

نماز میں شک

1۔۔۔اگر شک پہلی بار ہوا ہے تو سرے سے نماز پڑھے گا؛لقولہ علیہ السلام ((اذا شک احدکم فی صلاتہ انہ کم صلی ؟ فلیستقبل الصلاۃ))

2۔۔۔اگر کثرت سے شک ہوتا ہو اس کی دو صورتیں ہیں: کسی ایک طرف غالب گمان بن رہا ہے تو اسی پر عمل کرے اور سجدہ سہو بھی نہیں ہوگا؛لقولہ علیہ السلام ((من شک فی صلاتہ فلیتحر الصواب

3۔۔۔غالب گمان نہیں بن رہا ،بلکہ دونوں پہلو برابر معلوم ہوتے ہیں تو پھر اقل پر بنا کرے۔ مثلاً تین اور چار میں شک ہے تو تین سمجھے لیکن احتیاطاً قعدہ بھی کرے کہ شاید چوتھی رکعت ہو پھر چوتھی رکعت پڑھے اور اس کے آخر میں بھی قعدہ کرے؛ کیونکہ یہ قعدہ اخیرہ ہے؛ لقولہ علیہ السلام ((من شک فی صلاتہ فلم یدر أثلاثا صلی أم أربعا؟ بنی علی الأقل))

باب صلاۃ المریض

اگر کسی کو کوئی ایسا مرض یا تکلیف لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں سخت مشقت ہوتی ہو یا بیماری یا اس کی مدت بڑھنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے شریعت نے رخصت رکھی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

1۔۔۔ اگر وہ بیٹھ کر رکوع سجدے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ زمین پر کرے؛ لقوله عليه الصلاة والسلام لعمران بن حصين رضي الله عنه " صل قائما فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى الجنب تومئ إيماء " ولأن الطاعة بحسب الطاقة.

2۔۔۔ اگر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے لیکن رکوع سجدہ زمین پر نہیں کر سکتا تو رکوع سجدہ اشاروں سے کرے، رکوع کے لیے جتنا جھکے سجدہ کے لیے اس سے زیادہ جھکے؛ لقوله عليه الصلاة والسلام " إن قدرت أن تسجد على الأرض فاسجد وإلا فأوم برأسك

3۔۔۔ اگر بیٹھ کر اشاروں سے بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے۔ بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے۔ چت لیٹنا بہتر ہے، کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: يصلي المريض قائما فإن لم يستطع فقاعدا فإن لم يستطع فعلى قفاه يومئ إيماء فإن لم يستطع فالله تعالى أحق بقبول العذر منه اگر قبلہ رخ کرانے میں مریض کو تکلیف ہوتی ہو تو امام صاحب کے مسلک کے مطابق قبلہ رخ کرانا معاف ہے۔

4۔۔۔ اگر لیٹ کر اشاروں سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو آنکھوں یا پلکوں کے اشاروں سے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے بعد اگر پانچ نمازوں سے پہلے پہلے یہ کیفیت ختم ہو کر افاقہ ہو جائے تو نماز پڑھے ورنہ 24 گھنٹے گزرنے کے بعد نمازیں معاف ہو جائیں گی۔ صاحب ہدایہ کا رجحان اس طرف ہے کہ نماز مؤخر ہو گی معاف نہ ہو گی لیکن فتوی پہلے قول پر ہے کہ نماز ہی معاف ہو جائے

گی؛لقوله علیه الصلاة والسلام " يصلي المريض قائما فإن لم يستطع فقاعدا فإن لم يستطع فعلى قفاه يومئ إيماء فإن لم يستطع فالله تعالى أحق بقبول العذر منه

5۔۔۔اگر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن رکوع سجدہ زمین پر نہیں کر سکتا تو احناف کے ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر ہے قیام معاف ہے البتہ کوئی قیام کر لے تو وہ بھی جائز ہے، لیکن امام زفر اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ قیام مستقل رکن ہے اس لیے قیام کرنا ہوگا۔ دارالعلوم کراچی کا آخری فتوی یہ ہے کہ اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن قیام کرنا افضل ہے تاکہ تمام مذاہب پر عمل ہو جائے۔

دوران نماز مرض یا افاقہ

1۔۔۔صحت مند انسان نماز کے دوران سخت بیمار ہو جائے یا سخت تکلیف اٹھے جس کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر یا لیٹ کر غرض جس طرح نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے؛لأنه بنى الأدنى على الأعلى

2۔۔۔مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا کہ افاقہ ہو گیا تو دوران نماز ہی کھڑے ہو کر نماز مکمل کرے ۔فیہ خلاف محمد

3۔۔۔مریض اشاروں سے نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے افاقہ ہو گیا اور کھڑے ہونے کی طاقت آگئی تو اب نماز دوبارہ پڑھے؛لأنه بناء الأعلى على الأدنى

دوران نفل سہارا لگانا یا بیٹھ جانا

1۔۔۔نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر دوران نماز ہی کسی چیز سے سہارا کسی عذر کی وجہ سے لیا تو کوئی کراہت نہیں۔

2۔۔۔ سہارا بغیر عذر لیا ہو تو صورتا بے ادبی ہے اس لیے مکروہ ہے۔

3۔۔۔ سہارا نہیں لیا بلکہ بیٹھ گیا چاہے عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو یا بلاعذر کوئی کراہت نہیں، البتہ بلاعذر بیٹھنے کی صورت میں ثواب آدھا ملے گا۔ یہ مسئلہ بغیر اختلاف کے اسی طرح ہے۔ یہاں صاحب ہدایہ کی عبارت سے اختلاف کا پتا چلتا ہے لیکن شاید یہاں خط کشیدہ عبارت میں ناسخین سے نقل عبارت میں کچھ تسامح ہوا ہے۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 77)

ومن افتتح التطوع قائما ثم أعيا لا بأس بأن يتوكأ على عصا أو حائط أو يقعد " لأن هذا عذر وإن كان الاتكاء بغير عذر يكره لأنه إساءة في الأدب وقيل لا يكره عند أبي حنيفة رحمه الله لأنه لو قعد عنده بغير عذر يجوز فكذا لا يكره الاتكاء وعندهما يكره لأنه لا يجوز القعود عندهما فيكره الاتكاء وإن قعد بغير عذر يكره بالاتفاق

کشتی میں نماز

1۔۔۔ کشتی میں عموما چکر آتے ہیں والغالب کالمتحقق اس لیے امام صاحب اس میں بیٹھ کر فرض نماز پڑھنے کی مطلق اجازت دیتے ہیں، صاحبین اس کو بھی عذر پر موقوف رکھتے ہیں۔ یہ اختلاف چلتی ہوئی کشتی میں ہے۔ ساحل پر ٹھیری ہوئی کشتی میں عذر نہیں اس لیے وہاں بالاتفاق قیام فرض ہے۔

2۔۔۔ ہوائی جہاز یا ریل کو کشتی پر قیاس کرنا درست نہیں؛ کیونکہ عموما اس میں عموما چکر نہیں آتے اس لیے اس میں بلاعذر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں۔

نماز کب معاف ہے؟

1۔۔اگر کوئی مریض لیٹ کر اشاروں سے بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو اگر پانچ نمازوں سے پہلے پہلے یہ کیفیت ختم ہو کر افاقہ ہو جائے تو نماز پڑھے ورنہ 24 گھنٹے گزرنے کے بعد نمازیں معاف ہو جائیں گی۔

2۔۔۔کوئی شخص بے ہوش ہو جائے تو اگر پانچ نمازوں سے پہلے پہلے یہ کیفیت ختم ہو کر افاقہ ہو جائے تو نماز پڑھے ورنہ 24 گھنٹے گزرنے کے بعد نمازیں معاف ہو جائیں گی۔

3۔۔۔کوئی شخص مجنون ہو جائے تو اگر پانچ نمازوں سے پہلے پہلے یہ کیفیت ختم ہو کر افاقہ ہو جائے تو نماز پڑھے ورنہ 24 گھنٹے گزرنے کے بعد نمازیں معاف ہو جائیں گی۔

4۔۔۔کسی شخص کی بڑی عمر میں ایسی حالت ہو جائے کہ ہوش و حواس معطل رہنے لگیں، یا بھولنے کی ایسی بیماری ہو جائے کہ نماز میں اکثر و بیشتر چیزیں یاد نہ رہتی ہوں اور یہ کیفیت 24 گھنٹے یا زیادہ عرصے سے ہو تو نماز معاف ہو جائے گی۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 78)

ثم الزيادة تعتبر من حيث الأوقات عند محمد رحمه الله لأن التكرار يتحقق به وعندهما من حيث الساعات هو المأثور عن علي وابن عمر رضي الله عنهم والله أعلم بالصواب.

5۔۔۔لیکن اگر کوئی شخص 24 گھنٹے سوتا رہے تو اس سے نمازیں معاف نہ ہوں گی۔ لأن امتداده نادر فيلحق بالقاصر

باب فی سجدۃ التلاوۃ

اس باب میں متعدد ابحاث ہیں:

1۔ آیات سجدہ کی تعداد

2۔ سجدہ تلاوت واجب ہونے کے اسباب

3۔ مجلس کے اتحاد اور اختلاف سے حکم میں فرق کی وضاحت وغیرہ

تعداد آیات سجدہ

قرآن پاک کی چودہ آیتوں سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے: ترتیب آیات مع آیت نمبر:

سورۂ اعراف آیت:۲۰۶۔ (۲) سورۂ رعد آیت:۱۵۔ (۳) سورۂ نحل سورۂ نحل آیت:۴۹، ۵۰۔ (۴) سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹۔ (۵) سورۂ مریم آیت:۵۸۔ (۶) سورۂ حج آیت:۱۸۔ (۷) سورۂ فرقان آیت:۶۰۔ (۸) سورۂ نمل آیت ۲۵، ۲۶۔ (۹) سورۂ سجدہ آیت:۱۵۔ (۱۰) سورۂ ص آیت:۲۴، ۲۵۔ (۱۱) حم سجدہ آیت:۳۷، ۳۸۔ (۱۲) سورۂ نجم آیت:۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲۔ (۱۳) سورۂ انشقاق ۲۱۔ (۱۴) سورۂ اقراء آیت:۱۹۔

اسباب سجدہ تلاوت

دو اسباب ہیں:

1۔ آیت جہرا سجدہ پڑھی ہو۔ البتہ ایک ہی آیت مجلس واحد میں کئی بار تلاوت کرے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اسی طرح آیت سجدہ پڑھ کر فورا نماز شروع کر دی اور وہی آیت دوبارہ نماز میں پڑھی تو ایک سجدہ دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ تاہم اس کے برعکس ہوا تو الگ الگ سجدہ

واجب ہو گا۔ مقتدی کے لیے قراءت خلف الامام مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر کسی مقتدی نے کرلی اور اس میں آیت سجدہ پڑھی تو نہ مقتدی پر سجدہ تلاوت واجب ہو گا نہ امام پر، نہ نماز میں نہ نماز کے بعد البتہ خارج صلوۃ کسی شخص نے اس کی تلاوت سنی ہو تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہو گا۔

2۔ آیت سجدہ بالفعل کسی انسان سے سنی ہو۔ اور علم بھی ہو کہ یہ آیت سجدہ ہے۔ تاہم قصد ضروری نہیں۔ لہذا کسی پرندے سے سنی یا ریکارڈ شدہ تلاوت سنی تو سجدہ تلاوت واجب نہیں۔ نماز کے دوران مقتدیوں نے اپنے امام کے علاوہ کسی اور سے جو کہ ان کی نماز میں شریک نہ تھا آیت سجدہ سنی تو نماز میں سجدہ تلاوت نہ کریں، بلکہ نماز کے بعد کریں۔

اتحاد مجلس کا ضابطہ

1۔۔۔ایک مجلس میں متعدد بار ایک ہی آیت سجدہ تلاوت کی تو حقیقت میں تو متعدد اسباب پائے گئے لیکن جنس ایک ہونے کی وجہ سے سب کو سبب واحد قرار دے کر سب کی طرف سے ایک ہی سجدہ تلاوت کافی ہے؛ کیونکہ اصل مقصد اللہ کی تعظیم ہے اور وہ حاصل ایک سے بھی ہوجاتا ہے، بار بار سجدہ واجب کرنے میں حرج ہے۔ اس کو تداخل فی السبب کہاجاتا ہے۔ دوسرا ہے تداخل فی الحکم، یہ عقوبات وتعزیرات کے لائق ہے۔ یعنی تعزیرات میں اسباب متعدد بار پائے جانے کے بعد مجرم گرفتار کرلیاجائے تو وہاں تداخل فی الحکم ہوگا اور ایک ہی سزا دی جائے گی۔

2۔۔۔البتہ اگر آیت سجدہ الگ ہو یا مجلس الگ ہو تو متعدد سجدے واجب ہوں گے۔ مجلس سے صرف کھڑا ہوجانا اور ایک ہی کمرے یا درس گاہ میں چلنا یا مسجد کے اندر اندر چلنا ایک ہی مجلس شمار ہو گا۔ البتہ اگر کوئی کمرہ وغیرہ نہ ہو بلکہ باہر کسی میدان یا راستے میں چلتے ہوئے آیت سجدہ پڑھے تو متعدد سجدے واجب ہوں گے۔ گاڑی یا جہاز کی ڈرائیونگ خود کررہا ہو تب بھی اختلاف مجلس شمار ہو گا، ہاں! اگر یہ پیچھے بیٹھا ہو اور گاڑی کا چلنا یا رکنا اس کے اختیار سے نہ ہو تو پھر مکان واحد شمار ہو گا۔

باب صلوۃ المسافر

اس باب میں متعدد ابحاث ہیں:

1۔مسافت سفر 2۔احکام سفر 3۔ابتدائے سفر 4۔ابتدائے قصر 5۔انتہائے سفر 6۔وطن کی قسمیں 7۔متفرق مسائل

مسافت سفر

صاحب ہدایہ کے مطابق 48 میل کا اعتبار نہیں بلکہ تین دن میں اونٹ یا انسان کی متوسط پیدل رفتار سے جتنا سفر ہو سکے وہی سفر کی مسافت ہے۔ سمندر اور پہاڑوں میں بھی اسی کا اعتبار ہے، لیکن فتوی آج کل 48 میل پر ہی ہے؛ کیونکہ 48 میل ہی وہ مسافت ہے جس میں تجربے اور مشاہدے سے تین دن پیدل مسافت طے ہوتی ہے۔

یہ مسافت حدیث سے ماخوذ ہے والمسافرثلثۃ ایام ولیالیھا یعنی مسافر تین دن تین رات مسح علی الخفین کر سکتا ہے۔ احناف نے اس سے بہت دقیق استدلال کیا ہے اور وہ اس طرح کہ اس حدیث میں المسافر میں الف لام جنس کا ہے عہد ذہنی یا عہد خارجی نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام مسافروں کو 72 گھنٹے مسح علی الخفین کی سہولت ہے۔ جب یہ تسلیم کر لیا کہ تمام مسافروں کے لیے تین دن مسح کی مدت ہے تو لازما یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کم سے کم سفر کی مدت بھی تین دن تین رات یعنی 72 گھنٹے ہیں؛ کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو حدیث کے خلاف یہ ماننا لازم آئے گا کہ بعض مسافر ایسے ہیں جن کے لیے تین دن تین رات سے کم مسح کی مدت ہے۔ اس لیے حدیث پر مکمل عمل تبھی درست ہو سکتا ہے جب اس کی دونوں جہتوں کو مانا جائے۔

احکامِ سفر

48 میل (سوا ستتر کلومیٹر) کے سفر کی نیت سے نکلنے والے شخص کو یہ آسانیاں دی گئی ہیں:

1۔۔۔ چار رکعت والی فرض میں دو رکعتیں معاف ہو جاتی ہیں۔ صرف دو پڑھنی پڑتی ہیں۔ اس آسانی پر عمل واجب ہے، لہٰذا دو کے بجائے چار پڑھنا جائز ہی نہیں۔ اگر کسی نے چار رکعتیں پڑھ لیں تو گناہ ہو گا۔

2۔۔۔ روزہ چاہے تو چھوڑ سکتا ہے۔ بعد میں قضا واجب ہو گی۔

3۔۔۔ قربانی معاف ہے۔

4۔۔۔ جمعہ و عیدین معاف ہیں۔

5۔۔۔ سنن مؤکدہ میں نرمی آجاتی ہے۔

6۔۔۔ مسح علی الخفین کی مدت بجائے 24 گھنٹوں کے 72 گھنٹے ہو جاتی ہے۔

7۔۔۔ عورت 48 میل یا اس سے زائد کا سفر، بغیر محرم نہیں کر سکتی۔

ابتدائے سفر و قصر

مسافت سفر یعنی 48 میل کا شمار گھر سے ہو گا یا شہر کی حدود کے باہر سے؟ اس میں دونوں ہی قول ہیں۔ البتہ قصر کی ابتدا بالاتفاق حدود شہر کو پار کرنے کے بعد ہو گی، لہٰذا جب تک حدود شہر میں رہے نماز مکمل پڑھنی ہو گی۔

انتہائے سفر و قصر

تین باتوں سے سفر کا حکم تبدیل ہو جاتا ہے:

1۔ مسافر کسی آبادی والی جگہ میں 15 یا اس سے زائد مدت تک قیام کی پختہ نیت کر لے۔ اس سے وہ مقیم بن جائے گا اور مقیم کے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ پختہ نیت نہ ہو سکتی ہو تو وہ مسافر ہی رہیں گے جیسے دشمن کے علاقے پر حملہ کرنے جائیں تو قصر ہی کرنی ہوگی کیونکہ دشمن کے علاقے میں شکست بھی ممکن ہے اور فتح بھی۔

2۔ تبعیت کی وجہ سے۔ جیسے بیوی کی نیت سفر کی ہو لیکن شوہر کی نیت اقامت کی ہو تو شوہر کی نیت معتبر ہوگی۔ آرمی میں آفیسر کی جو نیت ہوگی وہ معتبر ہوگی۔ مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز شروع کر دے تو امام کی اتباع میں اسے چار پڑھنی پڑیں گی۔

3۔ وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی سفر ختم ہو جاتا ہے چاہے اس کی نیت سفر ختم کرنے کی ہو یا نہ ہو، اور چاہے سفر مزید جاری رکھے یا نہ رکھے۔

وطن کی اقسام

وطن کی تین قسمیں ہیں: 1۔ وطن اصلی 2۔ وطن اقامت 3۔ وطن سکنی۔

	نام	تعریف	مثال
1	وطن اصلی	اہل و عیال سمیت مستقل رہائش کی نیت سے سکونت اختیار کر لے	آپ ﷺ نے مع اہل و عیال مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ مستقل رہائش اختیار کر لی تو مکہ وطن اصلی نہیں رہا، مدینہ وطن اصلی بن گیا

2	وطن اقامت	کسی آبادی میں 15 یا اس سے زائد دن قیام کی نیت ہو۔	کراچی کا رہائشی 15 یا اس سے زیادہ دن قیام کی نیت سے لاہور چلا جائے تو لاہور اس کا وطن اقامت بن جائے گا
3	وطن سکنی	کسی آبادی میں 15 دن سے کم قیام کی نیت ہو۔	کراچی کا رہائشی 15 دن سے کم قیام کی نیت سے لاہور چلا جائے تو لاہور اس کا وطن سکنی (محض سفر) بنے گا۔

چند قاعدے

1۔۔۔وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں، جیسے ایک شخص نے چار شادیاں چار الگ الگ شہروں یا ملکوں میں کر رکھی ہوں اور چاروں جگہ وہ پابندی سے آنا جانا رکھتا ہے تو چاروں جگہیں اس کے لیے وطن اصلی ہیں۔

2۔۔۔وطن اصلی ہی وطن اصلی کو باطل کر سکتا ہے۔وطن اقامت یا سفر وطن اصلی کو ختم نہیں کر سکتے۔ جیسے آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ مستقل رہائش کی نیت سے منتقل ہو گئے تو مدینہ منورہ نے مکہ مکرمہ کے وطن اصلی ہونے کو ختم کر دیا، اسی وجہ سے آپ قیام مکہ کے دوران قصر نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن اگر مکہ کا مستقل رہائشی صرف 15 دن یا اس سے کم قیام کی نیت سے مدینہ منورہ چلا جائے تو اس سے مکہ مکرمہ کے وطن اصلی ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔لہٰذا جب یہ مدینہ سے دوبارہ مکہ جائے گا تو مکہ میں مقیم والے احکام ہی اس پر لاگو ہوں گے اور نماز وغیرہ مکمل ہی پڑھے گا۔

3۔۔۔وطن اقامت کو وطن اصلی بھی ختم کر سکتا ہے وطن اقامت بھی اور سفر بھی۔ جیسے کراچی کا رہائشی 15 دن کے قیام کی نیت سے رائیونڈ گیا تو رائیونڈ اس کا وطن اقامت بن گیا یہاں وہ نماز پوری پڑھے گا، اس کے بعد اگر یہاں سے واپس کراچی آجائے تو وطن اصلی میں آنے کی وجہ سے کراچی میں پوری نماز پڑھے گا اس کے بعد دوبارہ رائیونڈ تین دن کے لیے چلا جائے تو رائیونڈ میں اب نماز قصر کرے گا؛ کیونکہ کراچی نے رائیونڈ کے وطن اقامت کو ختم کر دیا۔ اس مثال میں وطن اصلی نے وطن اقامت کو باطل کیا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کراچی کا مقیم رائیونڈ 15 دن قیام کی نیت سے گیا وہاں اس کی تشکیل 20 دن کے لیے فیصل آباد ہو جائے اور وہ سامان سمیت فیصل آباد چلا جائے تو فیصل آباد بھی اس کا وطن اقامت ہے، اب جب 20 دن بعد دوبارہ رائیونڈ جائے گا تو اگر 15 دن سے کم قیام کی نیت ہو تو رائیونڈ میں قصر کرے گا؛ کیونکہ فیصل آباد کے قیام نے رائیونڈ کی اقامت کو باطل کر دیا۔ اس مثال میں وطن اقامت نے وطن اقامت کو باطل کیا۔ تیسری مثال یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر رائیونڈ میں 15 دن قیام کی نیت کے بعد اگر فیصل آباد صرف تین دن تشکیل ہو تو فیصل آباد وطن سکنی بنے گا اور وہاں قصر نماز پڑھی جائے گی اور واپس رائیونڈ پہنچے اور وہاں بھی دس ہی دن قیام ہو تو رائیونڈ میں بھی قصر نماز پڑھے گا؛ کیونکہ تین دن کے سفر نے رائیونڈ کے وطن اقامت کو باطل کر دیا۔ اس مثال میں سفر نے وطن قامت کو باطل کیا۔

4۔۔۔واضح رہے کہ مذکورہ بالا قواعد میں وطن اقامت اس وقت باطل ہوتا ہے جب دوبارہ واپس آنے کی نیت نہ ہو اور سامان بھی ساتھ لے جائے، لہذا اگر سامان وطن اقامت میں موجود ہو اور واپسی کا عزم بھی ہو تو وطن اقامت وطن اصلی، یا وطن اقامت یا سفر سے باطل نہ ہوگا۔ آج کل لوگ بیرون ممالک صرف روزگار کے لیے چلے جاتے ہیں اور پاکستان ان کا وطن ہوتا ہے اگر یہ مہینے دو مہینے کے لیے اپنے وطن آجائیں تو اگر اپنے روزگار والے ملک میں دس دن کے لیے

جائیں تب بھی مقیم ہی کہلائیں گے کیونکہ ان کا سامان بھی یہیں جائے ملازمت میں ہوتا ہے اور نیت بھی واپسی کی ہوتی ہے۔ فتاوی دار العلوم زکریا: 2/509 پر لکھا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص ڈربن کا رہنے والا ہے، اور لینس میں مقیم ہے، نیز سامان وغیرہ بھی لینس میں ہے، لیکن لینس وطنِ اصلی نہیں وطنِ اقامت ہے پھر سفر کر کے وائٹ ریور چلا گیا اور واپسی میں لینس میں صرف ۵ دن قیام کا ارادہ ہے تو ان ۵ دنوں میں قصر کرے گا یا اتمام؟

الجواب: اس مسئلہ میں ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مطلق سفر سے وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ اور دیگر بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سامان وغیرہ ہونے کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا بلکہ جب واپس آئے گا تو اتمام ہی کرے گا۔ موجودہ زمانہ میں حضرت مفتی رشید صاحب، حضرت مفتی عبد الستار صاحب اور حضرت مفتی فرید صاحب اور بعض دوسرے حضرات نے آسانی کی خاطر اسی پر فتویٰ دیا ہیں۔

باب صلاۃ الجمعة

جوازجمعہ کی متعدد شرائط ہیں:

1۔۔۔شہر ہونا۔شہر سے مراد وہ آبادی جس میں شہری سہولیات ہوں اور آبادی تین چار ہزار ہو۔(الکوکب الدری) آج کل اسی پر فتوی دینا چاہیے۔

2۔۔۔دارالاسلام ہو تو اذن سلطان شرط ہے۔دارالحرب میں یہ شرط نہیں۔کورونا کے موقع پر جمعہ کی بندش کو اس پر قیاس کرلیا جائے۔

3۔۔۔ظہر کا وقت ہو۔

4۔۔۔پہلے خطبہ دیا جائے۔امام صاحب کے نزدیک ایک تسبیح یا تحمید خطبہ کی نیت سے کہہ لی جائے تو فرض ادا ہو جائے گا۔

5۔۔۔امام کے علاوہ تین عاقل بالغ مرد حضرات کی جماعت سے جمعہ ادا کیا جائے۔لہذا نابالغ یا صرف عورتیں مقتدی ہوں تو جمعہ ادا نہ ہو گا۔

6۔۔۔اذن عام بھی جمعہ کی شرائط میں سے ہے،ہدایہ اور ظاہر الروایہ میں یہ شرط موجود نہیں ،نوادر میں یہ شرط لگائی گئی ہے اور فقہانے اس کو علی الاطلاق شرط مان کر نوادر کو ترجیح دی ہے۔(دیکھیے فتاوی رحیمیہ:6/84۔89) کرونا کی صورت حال میں اذن عام نہ ہونے کی وجہ سے بھی بہت سے علما کا فتوی یہی رہا کہ جمعہ جائز نہیں،ظہر پڑھی جائے۔

وجوب کی شرائط بھی چھ ہیں:

1۔۔۔جمعہ مقیم پر واجب ہوتا ہے مسافر پر نہیں، گو مسافر جمعہ پڑھ لے یا پڑھادے تو جمعہ ادا ہو جائے گا۔

2۔۔۔جمعہ مرد حضرات پر واجب ہے عورتوں پر نہیں، گو ادا کر لیا تو ادا ہو جائے گا۔

3۔۔۔جمعہ تندرست پر واجب ہوتا ہے مریض پر نہیں، گو ادا کر لیا تو ادا ہو جائے گا۔

4۔۔۔جمعہ آزاد پر واجب ہے، غلام پر نہیں، گو ادا کر لیا تو ادا ہو جائے گا۔

5۔۔۔جمعہ بینا پر واجب ہے بصارت سے محروم پر نہیں، گو ادا کر لیا تو ادا ہو جائے گا۔

6۔۔۔جمعہ ٹانگوں سے معذور پر واجب پر نہیں، گو ادا کر لیا تو ادا ہو جائے گا۔

جمعہ ظہر کا متبادل ہے اصل نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے دن ظہر اصل ہے اور جمعہ بدل ہے یا جمعہ اصل ہے اور ظہر اس کا متبادل ہے؟

شیخین کا قول یہ ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ جمعہ کے دن بھی ظہر ہی اصل ہے لہٰذا کسی نے جمعہ کے بجائے ظہر پڑھ لی تو فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا گو گناہ گار ہو گا۔ امام زفر فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جمعہ ہی اصل فرض ہے، جمعہ متبادل ہے۔ لہٰذا جمعہ کا موقع ہوتے ہوئے بھی کوئی ظہر پڑھ لے تو ظہر ادا ہی نہ ہو گی۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ جمعہ کے دن اصل جمعہ ہے یا ظہر البتہ ان میں سے جو بھی پڑھی وہ ادا ہو جائے گی۔ البتہ ہمیں جمعہ پڑھنے کا حکم ہے اس لیے جمعہ ہی پڑھنا چاہیے۔

باب صلاۃ العیدین

جمعہ کے جواز کی جو شرطیں ہیں وہی عید کے قیام کی بھی شرطیں ہیں۔ البتہ جمعہ فرض ہے اور عید واجب ہے۔ ایک قول میں عید سنت ہے لیکن راجح یہی ہے کہ واجب ہے۔ ذیل میں عیدین میں کچھ فروق بیان کیے جا رہے ہیں:

	عید الفطر	عید الاضحی
1	نماز عید سے پہلے کچھ کھانا مسنون ہے	نماز عید کے بعد قربانی کے گوشت سے کھانا مسنون ہے
2	سورج ایک دو نیزے بلند ہونے کے بعد عید پڑھی جائے	طلوع آفتاب کے بعد جلدی پڑھی جائے
3	صرف پہلے دن عید ہوتی ہے۔	تین دن مسلسل عید رہتی ہے
4	کسی وجہ سے پہلے دن نماز عید نہ ہو سکی تو دوسرے دن پڑھ لی جائے، البتہ تیسرے دن نہیں پڑھ سکتے	کسی وجہ سے پہلے دن نماز عید نہ ہو سکی تو دوسرے دن اور دوسرے دن بھی نہ ہو سکی تو تیسرے دن پڑھ لی جائے
5	تکبیر تشریق آہستہ آواز میں پڑھی جائے	تکبیر تشریق بلند آواز سے پڑھی جائے
6	نمازوں کے بعد تکبیر تشریق نہیں ہے	عرفہ کی فجر سے 13 کی عصر تک تکبیر تشریق پڑھنی ہے

امام صاحب کے نزدیک تکبیر تشریق عرفہ کی فجر سے 10 ذی الحجہ کی عصر تک صرف 8 نمازوں میں ہے لیکن فتوی صاحبین کے قول پر ہے کہ 23 نمازوں میں ہے۔ امام صاحب کے نزدیک تکبیر تشریق کی پانچ شرطیں ہیں: 1۔ صرف فرض نمازوں کے بعد پڑھی جائے، عید یا وتر کے بعد نہیں۔ 2۔ مقیم پڑھے، مسافر پر واجب نہیں۔ 3۔ شہروں میں پڑھی جائے دیہاتوں میں نہیں۔ 4۔ باجماعت نمازوں کے بعد پڑھی جائے، انفرادی نماز میں نہیں۔ 5۔ مردوں کی جماعت ہو عورتوں کی نہیں۔

صاحبین کے نزدیک ان میں سے کوئی بھی شرط نہیں۔ لہذا تکبیر تشریق عید کی نماز کے بعد بھی پڑھیں گے۔ مسافر اور عورت پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے۔ اور دیہاتوں میں تکبیر تشریق پڑھی جائے گی۔ وعلیہ الفتوی

باب صلاۃ الکسوف

1۔۔۔سورج گرہن کی نماز جماعت سے پڑھی جائے تو دو رکعت پڑھی جائیں گی۔ نماز گرہن انفرادی طور پڑھی جائے تو دو بھی پڑھی جاسکتی ہیں اور چار بھی البتہ چار پڑھنا منفرد کے لیے افضل ہے۔

2۔۔۔نماز کسوف میں رکوع ایک ہی ہوگا متعدد نہیں۔ تعدد رکوعات والی روایات خصوصیت پر محمول ہیں اور صاحب ہدایہ نے ان روایات کا جواب یہ دیا ہے کہ تعدد والی رویات حضرت عائشہ کی ہے جبکہ ایک رکوع والی روایت مرد صحابہ کی ہے اور نماز میں مرد امام کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، عورتیں بالکل آخر میں ہوتی ہیں اس لیے مردوں والی روایت زیادہ راجح اور قوی ہوں گی۔

3۔۔۔باجماعت نماز میں قراءت سرا بھی درست ہے اور متاخرین حنفیہ کے نزدیک جہرا بھی جائز ہے تاکہ لوگ اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔

4۔۔۔باقی نماز گرہن کی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ اور عید کی ہیں۔ البتہ اس میں خطبہ نہیں ہے۔

باب الاستسقاء

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز استسقاء سنت نہیں، بلکہ اصل چیز دعا ہے ،لہذا ان کے نزدیک نہ اس کا خطبہ ہے نہ قلب رداء ہے نہ اور کوئی چیز۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ سنت عمل ہے، احادیث سے ثابت ہے۔ اس میں دو رکعت نماز استسقاء کی نیت پڑھی جاتی ہیں۔ قراءت جہرا ہوتی ہے اور عید کی طرح اس کا خطبہ بھی نماز کے بعد ہوگا اور نیک فال کے طور پر اس میں چادر کو پلٹایا جائے گا۔

باب صلاۃ الخوف

امام ابویوسف کے نزدیک صلوۃ الخوف منسوخ ہے۔ طرفین کے نزدیک منسوخ نہیں ہے اور یہی راجح ہے کہ منسوخ نہیں ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر امام مسافر ہو تو پہلے طائفہ کو ایک رکعت پڑھائے۔ ایک رکعت پڑھ کر یہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا طائفہ جو دشمن کے سامنے تھا وہ آجائے۔ امام ان کو دوسری رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے۔ طائفہ ثانیہ یہ ایک رکعت پڑھ کر دوبارہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور پہلا طائفہ نماز کی جگہ آکر اپنی دوسری رکعت لاحق کی طرح مکمل کرلیں یعنی قراءت کیے بغیر دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیرلیں۔ اس کے بعد یہ طائفہ دوبارہ دشمن کے سامنے چلا جائے تاکہ دوسرا طائفہ بھی اپنی نماز مکمل کرسکے۔ دوسرا طائفہ مسبوقین کی طرح نماز مکمل کرے گا یعنی اپنی بقیہ رکعت میں قراءت کرے گا۔ اگر امام مقیم ہو تو ہر طائفے کو دو دو رکعت پڑھائے گا۔

صلوۃ الخوف پڑھنا اس صورت میں جائز ہے جب نماز کے دوران لڑائی نہ کرنی پڑے لہذا نماز کے دوران لڑائی کرنی پڑتی ہو تو فوجی قبلہ رخ کی فکر کیے بغیر جس طرح بھی نماز پڑھ سکتے ہوں اپنے اپنے طور پر انفرادی نماز پڑھیں گے۔

باب الجنائز

1۔ قریب المرگ شخص کو کلمہ کی تلقین کی جائے۔ یہی حدیث لقنوا موتاکم شهادة أن لا إله إلا الله کا مطلب ہے۔

2۔ اس کا چہرہ قبلہ رخ کر دینا حدیث سے ثابت اور سنت ہے البتہ اگر سیدھا رکھا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ سیدھا رکھنے سے روح نکلنے میں آسانی رہتی ہے۔

3۔ جب روح پرواز کر جائے تو اہتمام سے مرحوم کی آنکھیں اور منہ بند کر لیے جائیں؛ تاکہ دیکھنے میں بدرونق معلوم نہ ہو۔ نیز یہ عمل متوارث بھی ہے۔

4۔ غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ غسل و کفن کا سامان منگوالیں۔ چارپائی یا تخت لے لیں، پہلے اس کے چاروں طرف خوشبو کی دھونی دی جائے۔ پانی میں بیری کے پتے ڈالے جائیں، نہ ہوں تو گرم پانی بھی کافی ہے۔ اس کے بعد تخت پر نعش کو رکھ کر ستر کا خیال رکھتے ہوئے کپڑے اتار لیے جائیں، ستر غلیظہ کا ستر کافی ہے۔ اس کے بعد پہلے وضو بغیر مضمضہ واستنشاق کروایا جائے، روئی بھگو کر دانتوں اور ناک میں پھیر لینا جائز ہے۔ کلی وغیرہ اس لیے نہ کروائیں کہ پھر پانی کیسے نکالیں گے؟ اس کے بعد سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے اس کے بعد بائیں کروٹ پر کر دیں تاکہ پانی دائیں کروٹ پر پہلے جائے، پانی بہاتے ہوئے اس طرف کے مکمل جسم پر پانی بہائیں پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر بائیں کروٹ پر پانی بہاتے ہوئے اس طرف کے مکمل جسم پر پانی بہائیں۔ ستر غلیظہ کی صفائی کے لیے گلپس کا استعمال کرنا ہوگا۔ اس کے بعد میت کو بٹھا کر پیٹ آہستہ آہستہ دبائیں تاکہ کچھ خارج ہونا ہو تو ابھی خارج ہو جائے اگر کچھ خارج ہو تو غسل دوبارہ کروانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد تولیے سے پانی پونچھ لیا جائے۔

غسل کے بعد سر اور داڑھی پر حنوط اور بقیہ اعضائے سجدہ پر کافور ملا جائے۔ میت کے بالوں میں کنگھی کرنا، ناخن تراشنا، بال کاٹنا درست نہیں۔ ختنہ نہ ہوا ہو تو ختنہ کرنا درست نہیں۔

5۔۔۔ کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تین کفن اور عورتوں کے لیے پانچ کفن مسنون ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلے طاق عدد میں کفن کو دھونی دی جائے۔ سب سے بڑا کفن لفافہ ہوگا اس سے چھوٹا ازار، اس سے چھوٹا قمیص۔ قمیص گردن سے پاؤں تک، ازار سر سے پاؤں تک اور لفافہ ازار سے کچھ بڑا ہوگا۔ کفن بچھانے کی ترتیب یہ ہو کہ سب سے اوپر قمیص ہو اس کے نیچے ازار اور آخر میں لفافہ۔ تاکہ پہناتے ہوئے پہلے قمیص پہنائی جاسکے پھر ازار اور آخر میں لفافہ۔ لفافے کے دونوں طرف رسیاں باندھ لی جائیں؛ تاکہ کھلنے کا خطرہ نہ رہے۔ ازار اور لفافہ میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ الٹی طرف نیچے ہو اور دائیں طرف اوپر۔

6۔۔۔ عورتوں کے کفن میں دوپٹا اور سینہ بند کا اضافہ کرلیں۔ سب سے اوپر سینہ بند اس کے نیچے قمیص اس سے نیچے خمار پھر ازار اور آخر میں لفافہ۔ بال قمیص کے اوپر دوپٹے کے نیچے رکھنے ہیں۔

7۔۔۔ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار پہلے حاکم وقت ہے بشر طیکہ وہ اس کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، وہ نہ ہو یا وہ دوسروں کو اجازت دے دے تو اس ضلع کا قاضی زیادہ حق دار ہے بشر طیکہ وہ اس کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ پھر ولی زیادہ حق دار ہے بشر طیکہ وہ امام مسجد سے افضل ہو۔ پھر ولی کی اجازت سے مسجد کا امام جس میں وہ نماز پڑھتا تھا زیادہ حق دار ہے۔ ولی کی اجازت کے بغیر کسی اور نے جنازہ پڑھالیا تو ولی کو اعادہ کا حق حاصل ہے لیکن ولی کی اجازت سے جنازہ پڑھالیا گیا تو اب کسی اور کو جنازہ دوبارہ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ تکرار جنازہ مشروع نہیں۔ ولی کی وہی ترتیب ہے جو

نکاح اور میراث میں عصبات کی ترتیب ہے۔ شوہر اور باپ دونوں ہوں تو باپ ولی ہے شوہر نہیں۔ حتی کہ باپ اور بیٹا دونوں ہوں تو ترجیح باپ کو ہے۔ (محمودیہ: 8/574)

8۔ جنازہ کے بغیر ہی تدفین کر دی گئی ہو تو جب تک غالب گمان ہو کہ نعش پھٹی نہیں ہوگی تب تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے اس کے بعد نہیں۔ کتنے دنوں میں نعش پھول پھٹ جاتی ہے اس کا جواب موسم اور مٹی کے حالات پر موقوف ہے۔

9۔ نماز جنازہ کے دو فرض ہیں: 1۔ قیام 2۔ چار تکبیرات۔ بقیہ چیزیں سنن وآداب میں سے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھیں گے دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد کچھ پڑھنا نہیں ہے بلکہ دونوں طرف سلام پھیر دینا ہے۔ چار سے زائد تکبیرات ہمارے ہاں منسوخ ہیں۔ اگر امام چار سے زائد تکبیرات کہتا ہے تو حنفی مقتدی کو اس کی اقتدا نہیں کرنی چاہیے بلکہ خاموش رہنا چاہیے البتہ سلام امام کے ساتھ ہی پھیرنا چاہیے۔

10۔ جنازے کی تکبیرات نکل جائیں تو اگر مقتدی پہلے سے وہیں موجود ہے اور صرف پہلی تکبیر نکلی ہے تو وہ جنازہ میں اپنی تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے لیکن اگر بعد میں آیا ہے اور ایک دو تکبیرات نکل گئی ہیں تو امام کے سلام کے بعد جلدی سے مسبوق کی طرح وہ تکبیرات لوٹا لے، دعائیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

11۔ جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا، امام کو جنازہ کے سینے کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے؛ کیونکہ سینہ ہی میں ایمان ہوتا ہے اس لیے اس کے سینے کے سامنے کھڑا ہونا اس کے ایمان کی سفارش کرنا ہے۔

12۔ مسجد کی تلویث کے خدشہ کی وجہ سے جنازہ مسجد میں رکھنا مکروہ ہے؛ لقول النبي صلى الله عليه وسلم " من صلى على جنازة في المسجد فلا أجر لها۔ البتہ اگر جنازہ اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں ،باقی مسجد کے اندر ہوں تو بالاتفاق کراہت ختم ہو جاتی ہے۔

13۔بچہ پیدا ہوا، اس میں زندگی کے آثار نظر آئے اس کے بعد وہ مر گیا تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ غسل وکفن سب عام اموات کی طرح مسنون طریقے سے ہوگا، نام بھی رکھا جائے گا۔ البتہ اگر پیدا ہی مردہ ہوا یا روح پڑنے کے بعد پیٹ میں ایکسپائر ہو گیا تو اس کا صرف جنازہ نہیں ہوگا، باقی غسل، کفن، دفن، نام رکھنا سب امور انجام دیے جائیں گے۔ اتنی بات ہے کہ اس کے کفن کے لیے ایک کپڑا کافی ہے اور صرف اوپر اوپر سے دھلا دینا ہے یا مسنون طریقے کی رعایت بھی کرنی ہے اس میں دونوں قول ہیں۔لقوله صلى الله عليه وسلم " إذا استهل المولود صلي عليه وإن لم يستهل لم يصل عليه "

14۔کوئی کافر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو وہ اس کی تجہیز و تکفین کرے گا لیکن غسل وکفن کے لیے مسنون طریقے کی رعایت نہیں کی جائے گی، تدفین کے لیے بھی سنت طریقے کی رعایت کیے بغیر گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا جائے گا۔

15۔جنازہ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار کونوں سے چار بندے باری باری 40 قدم اس طرح اٹھا کر چلیں کہ رفتار نہ اتنی تیز ہو کہ نعش حرکت کرے نہ بہت آہستہ رفتار، بلکہ متوسط رفتار سے چلیں۔پہلے میت کے دائیں طرف والے اگلے کونے کو 40 قدم لے کر چلیں پھر پچھلے کونے کو، پھر میت کے بائیں طرف والے آگے والے کونے کو 40 قدم پھر پچھلے والے کونے کو 40 قدم ۔امام شافعی کہتے ہیں کہ جنازہ کو دو بندے اٹھائیں گے۔ایک آگے سے ایک پیچھے سے؛ ان کی دلیل حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ ہے۔جواب یہ ہے کہ ان کے جنازے کو رش اور ازدحام کی وجہ سے اس طرح اٹھایا گیا ورنہ اصل طریقہ جس میں آسانی اور سہولت بھی زیادہ ہے وہ یہی ہے کہ چار کونے چار بندے اٹھائیں۔یاد رہے چارپائی کا دایاں نہیں بلکہ میت کا دایاں مقدم کرنا ہے۔(فتح) قبرستان میں پہنچ کر جنازہ کو گردنوں سے اتارنے تک ساتھ آنے والوں کے لیے بیٹھنا مکروہ ہے۔

16۔۔۔جن علاقوں کی مٹی پتھریلی اور سخت ہو وہاں لحد (بغلی قبر) بنانی چاہیے اور جہاں مٹی نرم ہو ،قبر گرنے کا خطرہ ہو وہاں شق (سیدھی قبر) بنانا مکروہ نہیں۔لقوله عليه الصلاة والسلام " اللحد لنا والشق لغيرنا

17۔۔۔میت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کو قبر کے سامنے اس طرح رکھا جائے کہ جنازہ کی چارپائی سے نکالتے ہوئے جنازہ قبلہ کی سمت سے اندر جائے۔امام شافعی کے نزدیک "سل" مسنون ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میت کو قبر کے پائنتی کی طرف اس طرح رکھا جائے کہ میت اتارتے وقت پہلے سر والا حصہ آئے پھر بقیہ جسم۔احناف کہتے ہیں کہ سل والی روایات مضطرب ہیں اس لیے قابل حجت نہیں لہذا قبلہ رخ والا طریقہ اولی ہونا چاہیے۔

18۔۔۔قبر میں اتارتے وقت بسم الله وعلى ملة رسول الله پڑھیں۔عورت کو اس کے محارم قبر میں اتاریں۔عورت کی میت کو اتارتے وقت پردہ کروایا جائے،قبر میں مردہ اتارنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول کر باہر نکال دیں۔میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر لٹائیں۔قبر کی چھت کو بانس کے چھلکوں یا کچی اینٹوں کی مدد سے بند کریں۔پکی اینٹیں یا لکڑی مکروہ ہے۔اس کے بعد حاضرین قبر پر مٹی ڈالیں۔قبر کو کوہان کی طرح اٹھی ہوئی بنائیں اسے پکا نہ کریں۔آپ ﷺ کی قبر مبارک بھی مسنم یعنی کوہان کی طرح ہے، پکی نہیں ہے۔لأنه صلى الله عليه وسلم نهى عن تربيع القبور ومن شاهد قبره عليه الصلاة والسلام أخبر أنه مسنم.

باب الشہید

ایک ہے شہید اخروی اور دوسرا ہے شہید دنیوی۔ شہید اخروی، جس کی دنیا میں عام اموات ہی کی طرح تجہیز و تکفین ہوتی ہے البتہ شہید جیسا ثواب ملتا ہے اس کی پچاس سے زیادہ اقسام ہیں: جیسے طاعون کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے ،وضع حمل کے دوران مرنے والی خاتون شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، اچانک مرنے والا شہید ہے۔ لیکن اس باب میں اس کا ذکر مقصود نہیں۔ یہاں دوسری قسم کے احکام بیان کرنا مقصود ہے جس کو شہید دنیوی یا شہید حقیقی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شہید ہے جس پر دنیا میں بھی شہید کے احکام جاری ہوتے ہیں اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی اسے شہادت کا مرتبہ ومقام عطا ہوگا۔ شہید کے احکام یہ ہیں کہ اسے غسل نہیں دیا جاتا، خون صاف نہیں کیا جاتا، انہی خون آلود کپڑوں میں تدفین عمل میں لائی جاتی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نماز جنازہ بھی نہیں ہوتا۔

اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے چھ سات شرائط ہیں:

1۔۔۔ ظلماً قتل کیا گیا ہو، نہ کہ بطور سزا۔ مشرکین نے یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو تو وہ ظلماً ہی کہلائے گا، اسی طرح مسلمانوں نے ناحق قتل کیا ہو تو وہ بھی ظلماً کہلائے گا۔

2۔۔۔ تیز دھار آلہ یا آلہ قاتلہ سے قتل کیا ہو۔ گلا گھونٹ کر یا ڈنڈی مار مار کر قتل کر دیا ہو تو وہ شہید نہیں کہلائے گا۔ یہ شرط اس وقت ہے جب مسلمان مسلمان کو ظلماً قتل کر دے، مشرک یا ڈاکو یا باغی کسی بھی چیز سے قتل کرے وہ شہید دنیوی کہلائے گا۔ ومن قتله أهل الحرب أو أهل البغي أو قطاع الطريق فبأي شيء قتلوه لم يغسل

3۔۔۔اس قتل کی سزا میں قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہو دیت وغیرہ نہیں۔ یعنی قتل عمد ہو، شبہ عمد یا خطا کی کوئی قسم نہ ہو؛ کیونکہ قتل عمد کے علاوہ قتل کی دیگر اقسام میں جرم ہلکا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے شہادت دنیوی کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

4۔۔۔قتل کے وقت مقتول جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو بلکہ اس سے پاک ہو۔ لہٰذا حدث اکبر کی حالت میں قتل ہونے والا شہید دنیوی نہ ہو گا۔

5۔۔۔مقتول عاقل بالغ ہو، مجنون یا نابالغ نہ ہو۔ لہٰذا بچہ یا مجنون ظلماً قتل کر دیا گیا تو وہ شہید دنیوی نہیں کہلائے گا۔

6۔۔۔زخمی ہونے کے بعد سے موت تک اس نے کوئی دنیوی منافع نہ اٹھائے ہوں۔ ورنہ وہ شہید دنیوی نہیں کہلائے گا۔ دلیل کے طور پر نجم الفتاوی سے ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں:

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔۔شہید دنیوی کی تعریف میں فقہاء کرام جو عدم ارتثاث کی قید لگاتے ہیں یعنی اس نے زخمی ہونے کے بعد موت تک دنیا کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو، یہ احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے اور انہوں نے دنیا کا کوئی نفع نہیں اٹھایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بغیر غسل کے دفن کرنے کا حکم فرمایا جیسے شہدائے احد (صحیح البخاری ۵۸۴/۲)۔ اور جن صحابہ کرام نے شہادت کے بعد دنیا کا کوئی نفع اٹھایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غسل دینے کا حکم فرمایا جیسے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (کتاب المغازی للواقدی ۵۲۵/۲) اسی طرح خلفائے راشدین کے زمانے میں جو شہداء دنیا کا کوئی نفع حاصل کرتے ان کو غسل دیا جاتا جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔

یہی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ غسل دینے اور نہ دینے میں ارتثاث اور عدم ارتثاث کی قید ملحوظ ہے۔ یعنی شہید مرتث کو غسل دیا جائے گا اور شہید غیر مرتث کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زخمی ہونے کے بعد ارتثاث پایا گیا ہے وہ شہید دنیوی نہ تھے بلکہ ان کو غسل دیا گیا تھا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ اور روایات سے ان کو غسل دینا ثابت ہے۔ (جیسے موطا للامام مالک رحمہ اللہ (ص۴۷۸) مطبع نور محمد، الطبقات الکبری لابن سعد ۶۷/۲ مکتبہ دار الفکر، کتاب المغازی للواقدی ۵۲۵/۲ مؤسسۃ الاعلمی)

وہ بدنصیب جن کا جنازہ نہیں:

جن کو غسل دیا جائے گا لیکن نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ در مختار اور ردالمحتار کے مطابق وہ یہ ہیں:

(1) باغی جبکہ جنگ میں مارا جائے۔

(2) ڈاکو اور دہشت گرد جبکہ ڈکیتی یا دہشت گردی کے دوران مارا جائے۔

(3) قومیت اور عصبیت کی بنیاد پر جنگ ہو اور دوران جنگ فریقین میں سے کوئی مارا جائے۔

(4) اپنے آپ کو مارنے کی نیت سے قصداً خودکشی کرنے والا جبکہ بغیر توبہ مر جائے۔

(5) ماں باپ یا ان میں سے کسی کا قاتل۔

☆☆☆

باب الصلاة في الكعبة

اس باب میں تین مسائل بیان ہوں گے:

1۔۔۔ کعبہ کی چار دیواری کے اندر نماز جائز ہے چاہے فرض نماز پڑھے یا نفل؛ کیونکہ نماز کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے بھی فتح مکہ کے موقع پر اندرون کعبہ نماز پڑھی تھی۔ کعبہ کے اندر باجماعت نماز پڑھی جائے تو مقتدی جس سمت کی طرف نماز پڑھیں نماز ہو جائے گی۔ اگر امام کی مخالف سمت میں کھڑے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی۔ بس یہ خیال رہنا چاہیے کہ امام کی سمت میں کوئی امام سے آگے اس طرح نماز نہ پڑھے کہ مقتدی کی پشت امام کے سامنے ہو، ورنہ اس کی نماز نہ ہو گی۔ اگر امام سے آگے کھڑا ہوا لیکن مقتدی کا چہرہ امام کے سامنے ہے تو نماز ہو جائے گی۔

2۔۔۔ کعبہ کے ارد گرد صفیں بنا کر نماز پڑھنا جائز ہے، بس یہ خیال رہے کہ امام کعبہ کی جس سمت میں نماز پڑھا رہا ہے اس سمت میں کوئی اس سے آگے نہ بڑھے۔ ورنہ آگے بڑھنے والے کی نماز نہ ہو گی۔

3۔۔۔ کعبہ کی چھت پر نماز مکروہ ہے لیکن پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی۔

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کی دس شرائط ہیں۔ ان میں سے کچھ شرائط کا تعلق اس شخص سے ہے جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور کچھ کا تعلق مال سے ہے جبکہ ان کے علاوہ دو شرطیں ایسی ہیں جن کا تعلق کا زکوۃ کی ادائی سے ہے یعنی وہ شرطیں پائی جائیں گی تو زکوۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں۔ یاد رہے زکوۃ واجب ہونے کے بعد فی الفور اس کی ادائیگی واجب ہے۔ بلا تاخیر عذر جائز نہیں۔ وعلیہ الفتوی

شخص سے متعلق شرائط

1۔ وہ مسلمان ہو۔ کافر پر زکوۃ واجب نہیں۔ لأن الزكاة عبادة ولا تتحقق العبادة من الكافر

2۔ وہ آزاد ہو۔ غلام پر زکوۃ واجب نہیں۔ لأن كمال الملك بها (آج کل غلام باندی کا وجود نہیں ہے)

3۔ وہ بالغ ہو، نابالغ عبادات کا مکلف نہیں اس لیے اس پر زکوۃ واجب نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک نابالغ اور مجنون پر زکوۃ واجب ہے وہ اسے عشر، خراج اور نفقہ زوجات پر قیاس کرتے ہیں کہ جب یہ ان پر واجب ہے تو زکوۃ بھی مؤنۃ مالیہ ہے، یہ بھی واجب ہو گا۔

احناف کہتے ہیں کہ یہ صرف نفقہ یا مؤنۃ نہیں بلکہ عبادت کی جہت اس میں غالب ہے جبکہ عشر وغیرہ میں مؤنت کی جہت غالب ہے اس لیے ان پر زکوۃ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

4۔ وہ عاقل ہو، پاگل عبادات کا مکلف نہیں اس لیے اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں :

اگر نابالغ، مجنون کا حصہ الگ ہو تو کیا ان کے کفیل شخص کو ان کے زیر تحویل قابل زکوٰۃ مال سے انکی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب باسم ملہم الصواب

نابالغ اور مجنون بچے کے مال میں زکوٰۃ نہیں جبکہ سال بھر مجنون رہتا ہے۔ فلیس الزکوٰۃ علی صبی ومجنون اذا وجد منه الجنون فی السنة کلها هکذا فی الجوهرة۔ ہاں اگر کچھ وقت کے لئے اسے بالکل افاقہ ہو جاتا ہے تو مالک نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ فلو افاق فی جزء من السنة بعد ملک النصاب فی اولها وآخرها قل او کثر یلزمه الزکوٰۃ اھ (هندیة ص۱۷۲ ج۱)

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۰/۸/۱۴۰۰ھ

مال سے متعلق شرائط

1۔مال نصاب کے برابر ہو؛لأنه صلى الله عليه وسلم قدر السبب به۔نصاب سے کم مال پر زکوۃ واجب نہیں۔

2۔ملکیت تام حاصل ہو۔ملکیت تام نہ ہو تو زکوۃ واجب نہیں۔ جیسے مقروض پر قرض کی زکوۃ واجب نہیں۔

3۔ مملوکہ مال انسانی ضروریات سے زائد ہو،لہذا ضرورت اور استعمال کے سامان پر زکوۃ واجب نہیں۔ قرض بھی ضرورت اصلیہ میں سے ہے اس لیے قرض پر زکوۃ واجب نہیں۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 96)

وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة " لأنها مشغولة بالحاجة

الأصلية وليست بنامية أيضا وعلى هذا كتب العلم لأهلها وآلات المحترفين لما قلنا

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 95)

ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه " وقال الشافعي رحمه الله تجب لتحقق السبب وهو ملك نصاب تام ولنا أنه مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معدوما كظماء المستحق بالعطش وثياب البذلة والمهنة

4۔مال نامی ہو۔مال نامی چھ ہیں(سونا۔چاندی، نقدی ،مال تجارت ،کھیتی،سائمہ جانور)۔ان کے علاوہ اموال پر زکوۃ واجب نہیں۔

5۔ نصاب کے برابر مملوکہ مال قرضوں کے علاوہ ہو۔ گزشتہ سالوں کی واجب الاداءزکوۃ قرض شمار ہوگی البتہ فدیہ،نذراور کفاروں کی رقم قرض شمار نہ ہوگی۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 95)

والمراد به دين له مطالب من جهة العباد حتى لا يمنع دين النذر والكفارة ودين الزكاة مانع

6۔چاند کا سال گزر چکا ہو۔سال گزرنے سے پہلے زکوۃ واجب نہیں ہوتی ،گو کوئی ادا کردے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی ۔لقوله صلى الله عليه وسلم: لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول

ادائے زکوۃ کی شرائط

1۔نیت۔نیت کے بغیر زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔نیت دل میں ہونا کافی ہے،زبان سے زکوۃ کہہ کر دینا ضروری نہیں۔نیت یا تو غریب کو دیتے وقت کرے یا جب زکوۃ کا حساب کرکے رقم الگ کرے تب کرلے۔

فقیر کو رقم دیتے وقت زکوۃ کی نیت نہیں تھی، بعد میں خیال آیا کہ زکوۃ کی نیت کر لینی چاہیے تھی تو اگر فقیر کی ملکیت میں رقم موجود ہو تو ابھی بھی زکوۃ کی نیت کر سکتے ہیں، لیکن اگر فقیر کی ملکیت سے وہ رقم نکل چکی ہے تو اب زکوۃ کی نیت نہیں کی جا سکتی، بس وہ صدقہ ہو گیا۔ زکوۃ دوبارہ ادا کرے۔

ولا يجوز أداء الزكاة إلا بنية مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل مقدار الواجب " لأن الزكاة عبادة فكان من شرطها النية والأصل فيها الاقتران إلا أن الدفع يتفرق فاكتفى بوجودها حالة العزل تيسيرا كتقديم النية في الصوم

2۔ضرورت مند انسان کو دے۔یعنی مال دار کو نہ دے، زکوۃ کے مصارف میں سے کسی کو دے۔اور اداروں کو نہ دے، بلکہ اداروں کے غربا کو دے۔ مصارف زکوۃ کی بحث آگے تفصیلی نقشے کی صورت میں آ رہی ہے۔

3۔تملیک۔ غریب کو مالک بنانا ضروری ہے، مالک نہیں بنایا، اباحت کر دیا تو زکوۃ ادا نہیں ہو گی۔اسی طرح براہ راست مدرسہ، مسجد، ہسپتال میں زکوۃ لگانا جائز نہیں؛ کیونکہ وہ کوئی غریب انسان نہیں، بلکہ ادارے ہیں اور ادارے مالک نہیں بن سکتے۔ انسان مالک بنتے ہیں۔

مال نامی کی تفصیلات

درج ذیل سات صورتیں مال نامی کی ہیں (وائٹ گولڈ کو شامل کرنے سے سات بنائے ہیں) نامی یعنی بڑھنے والا۔ سونا چاندی حقیقتاً مال نامی ہے جبکہ مال تجارت وغیرہ تجارت میں لگنے سے نامی بنتا ہے، اسی لیے اگر وہ تجارت کے لیے نہ ہو تو نامی نہیں۔ نامی مال پر زکوۃ واجب ہے۔

نمبر شمار	مال نامی	نامی نہیں
1	سونا چاندی استعمال میں ہو	سونا چاندی گم ہو گیا ہو
2	سونا چاندی لاکر میں رکھا ہو	قرض کے طور پر دیا ہو اور واپس ملنے کی امید نہ ہو
3	وائٹ گولڈ میں جبکہ سونا غالب ہو	وائٹ گولڈ میں جبکہ سونا مغلوب ہو
4	نقدی چاہے جس غرض کے لیے بھی ہو	نقدی گم ہو گئی ہو
5	تجارت کے لیے خریدی گئی پراپرٹی یا سامان	سامان / پراپرٹی کی پیمنٹ ملنے کی امید نہ ہو
6	سال کا اکثر حصہ باہر چرنے والے جانور	گھر میں پلنے والے یا کام کرنے والے جانور
7	بڑی جگہ میں اگائی گئی کھیتی	گھروں میں اگائی گئی کھیتی

مقدار نصاب کی تفصیلات

اگر آپ کے پاس صرف سونا ہی ہوتا ہے۔ سونے کے علاوہ بقیہ تین چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو ساڑھے سات تولہ (یعنی تقریباً 88 گرام) سونا ہونے کی صورت میں زکوۃ فرض ہے اس سے کم ہونے کی صورت میں آپ پر زکوۃ فرض نہیں۔ اگر آپ کے پاس سونے کے ساتھ بقیہ چیزوں میں سے کچھ بھی ہو مثلاً: 5 روپے ہوں تو زکوۃ اس وقت واجب ہوگی جب ان کے مجموعے کی قیمت ساڑھے باون تولہ (یعنی تقریباً 613 گرام) چاندی کے برابر ہو۔

اگر آپ کے پاس صرف چاندی ہے یا صرف نقدی یا مال تجارت ہے یا ان چار اشیاء یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ہے تو اس میں بھی زکوۃ واجب ہونے کا وہی فارمولا ہے کہ ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے۔ چونکہ عموماً یہ صورت کم ہی پیش آتی ہے کہ کسی کے پاس صرف سونا ہو اس کے ساتھ کچھ بھی نہ ہو اس لیے بقیہ صورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) چاندی کی قیمت کو ہی "نصاب زکوۃ" کہہ دیتے ہیں اور اس نصاب کے حامل کو "صاحب نصاب" کہتے ہیں۔ (شامی: ۲/ ۱۱)

نمبر شمار	جنس	مقدار
1	صرف سونا	ساڑھے سات تولہ
2	چاندی	ساڑھے باون تولہ
3	نقدی	ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر
4	مال تجارت	ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر
5	سونے کے ساتھ مذکورہ کوئی سی دو یا تین اشیا	ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر
6	چاندی کے ساتھ مذکورہ کوئی سی دو یا تین اشیا	ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر
7	نقدی کے ساتھ مذکورہ کوئی سی دو یا تین اشیا	ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر
8	مال تجارت کے ساتھ مذکورہ کوئی سی دو یا تین اشیا	ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر

سال گزرنے کی تفصیلات

سال گزرنے کی تاریخ یاد رکھنا ضروری ہے۔ سال سے قمری سال مراد ہے۔ چند مواقع ایسے ہیں جن میں انسان صاحب نصاب بنتا ہے۔ اس کو یاد رکھے تاکہ اس پر مکمل سال گزر جائے تو زکوۃ دیا کرے۔ مثلاً: شادی، منگنی، کمیٹی، تقسیم میراث، کاروبار میں ترقی، اچھی جاب۔

نمبر شمار	سال پورا ہونے کی صورتیں	سال پورا نہ ہونے کی صورتیں
1	صاحب نصاب بننے کے دن سے لے کر پورا اسلامی سال صاحب نصاب رہا	صاحب نصاب بننے کے دن اور اس کے بعد پورا سال نصاب پورا ہو لیکن سال کے آخری دن نصاب سے کم ہو جائے یا ختم ہو جائے
2	صاحب نصاب بننے کے پہلے اور آخری دن نصاب پورا ہو، بیچ کے دنوں میں نصاب سے کم ہو گیا لیکن ختم نہیں ہوا	کچھ عرصہ صاحب نصاب رہا، پھر نصاب مکمل ختم ہو گیا اور دوبارہ کچھ عرصے کے لیے صاحب نصاب ہوا

مال تجارت کی زکوۃ

ایک ہے عمل اور دوسرا ہے ترک عمل۔ عمل کے لیے صرف نیت کافی نہیں بلکہ عمل بھی ضروری ہے جبکہ ترک کے لیے صف نیت کافی ہے۔ جیسے: سفر عمل ہے صرف نیت سفر سے آدمی مسافر نہیں بنے گا جب تک سفر شروع نہ کر دے، ہاں! سفر کے دوران ترک سفر کی نیت کرلے یعنی اقامت کی نیت کرلے تو صرف نیت ہی کافی ہے۔ روزہ ترک عمل ہے افطار عمل ہے اس لیے بغیر سحری کے بھی صرف نیت سے روزہ درست ہے لیکن افطاری کے لیے کھانا ضروری ہے صرف نیت کافی نہیں۔ اسی طرح تجارت ایک عمل ہے اور ذاتی استعمال ترک تجارت۔ اس لیے اگر کوئی شخص فعل تجارت بھی کرے اور اسی وقت نیت تجارت بھی کرے تب وہ مال تجارت بنے گا لیکن صرف فعل تجارت کرے نیت تجارت نہ ہو یا صرف نیت تجارت ہو فعل تجارت نہ ہو تو مال تجارت نہیں بنے گا۔ ہاں! مال تجارت میں ذاتی استعمال کی صرف نیت کرنے سے ہی وہ مال تجارت سے نکل جائے گا۔ جب تک فعل تجارت کے وقت نیت تجارت ہر وہ چیز مال تجارت ہے جو بیچ کر نفع کمانے کی نیت سے خریدی گئی ہو اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو، خواہ اس چیز کو اسی شکل میں بیچنا ہو یا اس سے کچھ اور بنا کر، اگر چیز خریدی ہی نہیں گئی بلکہ وراثت، وصیت یا ہبہ وغیرہ سے حاصل ہوئی ہے۔ یا خریدی تو ہے لیکن بیچنے کی نیت سے نہیں اگرچہ اب بیچنے کی نیت کرلی ہو، یا بیچنے کی نیت سے خریدی تھی لیکن اب نیت بدل گئی تو ایسا مال مال تجارت نہیں کہلائے گا۔ (شامی: ۲/ ۱۴-۱۵، فتح القدیر: ۲/ ۱۲۵)

جو بھی چیز استعمال کی نیت سے خریدی جائے اس پر زکوۃ نہیں۔ اگر شروع میں تجارت کی نیت ہو پھر نیت استعمال کی ہو جائے تب بھی زکوۃ واجب نہیں۔

باب صدقة السوائم

مویشیوں میں زکوۃ واجب ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

ایک وہ سال کا اکثر حصہ خود چر کر گزارا کرتے ہوں، اگر آدھے سال یا اس سے کم چر کر گزارا کرتے ہوں تو زکاۃ واجب نہیں ہے، اسی طرح جن جانوروں کو گھر میں رکھ کر چارا کھلایا جاتا ہے، جیسا کہ ڈیری والے لوگ بھینس وغیرہ باڑے میں پالتے ہیں، ان میں بھی زکاۃ واجب نہیں ہے۔ دوسرا، ان جانوروں کو چرانے کا مقصد ان سے دودھ حاصل کرنا یا ان کی نسل چلانا ہو؛ لہٰذا جن جانوروں کا گوشت کھانے، کھلانے کے لیے یا سواری کے لیے یا کھیت جوتنے وغیرہ کے لیے اگر پالا جائے تو ان میں زکاۃ واجب نہیں۔ تیسرا، جانوروں کا اتنا صحت مند ہونا شرط ہے کہ بڑھوتری ممکن ہو، اگر ایسے کمزور اور مریل جانور ہوں کہ ان میں اضافے کا امکان نہ ہو تو ان میں زکاۃ واجب نہیں۔ چوتھا، وہ جانور سب کے سب بچے نہ ہوں؛ بلکہ ان میں کوئی نہ کوئی بڑا جانور بھی ہو (اگر سب بچے ہی بچے ہوں تو زکاۃ فرض نہیں)

مذکورہ شرائط پائے جانے کے بعد نصاب کا پورا ہونا ضروری ہے، یعنی وہ جانور نصاب کے عدد کو پہنچ جائیں اور ان پر سال گزر جائے۔ واضح رہے کہ تین قسم کے مویشیوں پر زکوۃ فرض ہے: 1۔ اونٹ ۲۔ گائے ۳۔ بکری۔ (مستفاد جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن)

اونٹ کا نصاب

اساس:

اگر کسی کے پاس اونٹ ہوں تو اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ ہیں یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ واجب نہیں، پانچ اونٹوں پر ایک سالہ ایک بکری دینا واجب ہے، دس پر دو، پندرہ پر تین، بیس پر چار۔

پھر جب ان کی تعداد 25 تک پہنچ جائے تو 25 سے 35 تک میں ایک بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی ہے اور 36 سے 45 تک بنت لبون یعنی ایک دو سالہ اونٹنی ہے، 46 سے 60 تک حقہ یعنی ایک 3 سالہ اونٹنی ہے، 61 سے 75 تک جذعہ یعنی ایک چار سالہ اونٹنی ہے۔ 76 سے 90 تک دو بنت لبون، 91 سے 120 تک دو حقے واجب ہیں۔ ایک اونٹ سے 120 تک کی ترتیب کو اساس کہا جاتا ہے۔

استیناف اول:

پھر 121 سے 150 تک استیناف اول ہو گا یعنی ہر 25 تک ہر پانچ پر دو حقوں کے ساتھ ایک بکری بڑھے گی اور اس کے بعد علی الترتیب بنت مخاض اور حقہ واجب ہو گا۔ 145 پر دو حقے اور ایک بنت مخاض اور 150 پر تین حقے واجب ہوں گے۔

استیناف ثانی:

پھر 151 سے 200 تک استیناف ثانی ہو گا۔ اس میں بھی پہلے کی طرح 25 تک ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری بڑھے گی، اس کے بعد پہلے دس پر بنت مخاض دوسرے دس پر بنت لبون اور پھر حقہ۔ 200 پر چار حقے ہو جائیں گے۔ گویا ہر پچاس پر ایک حقہ لازم ہوتا ہے۔

گائے بیل کا نصاب

گائے بیل کا نصاب تیس گائے ہے، یعنی اگر کسی کے پاس تیس سے کم گائے بیل ہوں تو اس پر زکوۃ واجب نہیں، پھر جب تیس ہوں تو اس پر ایک، ایک سالہ گائے واجب ہے، یہ حکم 39 تک کے لیے ہے، پھر جب 40 ہوں تو اس میں ایک، دو سالہ گائے یا بیل واجب ہے، یہ حکم 59 تک کے لیے ہے، پھر جب 60 ہوں تو اس میں دو ایک سالہ گائے یا بیل واجب ہے اور یہ حکم 69 تک کے لیے ہے۔ جب 70 ہوں تو ایک ایک سالہ گائے اور ایک دو سالہ گائے واجب ہو گی۔ بھینس کا حکم گائے کی طرح ہے۔

بکروں کا نصاب

1۔۔۔ جب بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ کی تعداد چالیس کو پہنچ جائے تو 40 سے 120 تک میں ایک بکری واجب ہے اور 120 سے 200 تک دو بکریاں ہیں اور 201 سے 299 تک 3 بکریاں ہیں۔ پھر چار سو سے زیادہ میں ہر 100 پر ایک ایک بکری ہے اور اگر ان چرنے والی بکریوں کی تعداد 40 سے کم ہو تو ان میں کچھ بھی واجب نہیں۔

2۔۔۔ معزبال والا۔ضان اون والا۔ جبکہ غنم کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔ جذع چھ ماہ سے اوپر اور ایک سال سے چھوٹی بکری۔ ثنی جس کے دودھ دانت گر گئے ہوں۔ بکری میں ثنی ایک سالہ ہوتی ہے۔ گائے میں دوسالہ اور اونٹ میں پانچ سالہ۔

3۔۔۔صاحبین کے نزدیک بھیڑ دنبہ چھ ماہ کا ہو تو زکوۃ میں دے سکتے ہیں۔امام صاحب کے نزدیک نہیں دے سکتے۔ بکری کسی کے نزدیک بھی ایک سال سے کم کی نہیں دے سکتے۔ دلائل دونوں کے قوی ہیں لیکن فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔

گھوڑوں کا نصاب

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سائمہ گھوڑوں پر زکوۃ واجب ہے البتہ اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں بلکہ مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو ہر گھوڑے کے بدلے ایک دینار زکوۃ دے دے یا پھر گھوڑے کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو ڈھائی فی صد زکوۃ دیدے؛لقوله عليه الصلاة والسلام " في كل فرس سائمة دينار أو عشرة دراهم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔صاحبین اور جمہور کے نزدیک گھوڑے اگر تجارت کی نیت سے نہ خریدے ہوں تو ان پر زکوۃ واجب نہیں؛لقوله عليه الصلاة والسلام : ليس على المسلم في عبده ولا في فرسه صدقة امام صاحب نیہ جواب دیتے ہیں کہ اس روایت میں مجاہد کا گھوڑا مراد ہے کہ اس پر زکوۃ نہیں۔ لہذا جہاد کے لیے نہ ہو تو زکوۃ واجب ہو گی۔ قاضی خان فرماتے ہیں کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔

مویشیوں کے بچوں کی زکوۃ

مویشیوں کے بچوں پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ اس میں امام صاحب سے متعدد اقوال منقول ہیں:

1۔ امام صاحب کا پہلا قول یہ تھا کہ بڑوں پر زکوۃ کا جو فارمولا ہے بچوں کی زکوۃ کا بھی وہی فارمولا ہے۔ امام مالک اور امام زفر کا بھی یہی مذہب ہے۔

2۔ اس کے بعد امام صاحب کی رائے بدل کر یہ ہو گئی کہ بچوں کی زکوۃ بچوں ہی میں سے واجب ہو گی؛ تاکہ جانبین کی رعایت ہو جائے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

3۔ اس کے بعد امام صاحب کی یہ رائے بھی بدل گئی اور آخر میں یہ قول اختیار کر لیا کہ جب تک ان کے ساتھ بڑا جانور نہ ہو ان پر زکوۃ واجب نہیں؛ کیونکہ اس صورت میں بچے بڑے کے تابع بن جائیں گے اور نصاب بن جائے گا۔ البتہ زکوۃ بچوں سے نہیں بلکہ بڑے ہی سے ادا ہو گی۔

زکوۃ میں متوسط مال نکالا جائے

اگر سرکاری نمائندہ زکوۃ وصول کرے تو متوسط مال وصول کرے نہ بہت اعلی لے نہ بہت گھٹیا۔ اسی طرح اگر مالک خود زکوۃ ادا کرے تو اسے بھی چاہیے کہ متوسط مال دے۔

لقوله عليه الصلاة والسلام." لا تأخذوا من حزرات أموال الناس أي كرائمها وخذوا من حواشي أموالهم " أي أوساطها ولأن فيه نظرا من الجانبين

اجناس کے بجائے رقم سے زکوۃ نکالنا

مویشیوں اور اجناس کی زکوۃ مویشی اور اجناس کے بجائے رقم کی صورت میں دینا جائز بلکہ بہتر ہے کیونکہ اس سے فقیر کی ضرورت بہتر طریقے سے پوری ہو سکتی ہے۔ جیسے خراج اور جزیہ میں بجائے اجناس کے رقم دینا جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اجناس ہی دینا ضروری ہے جیسے قربانی میں جانور ہی سے قربانی ہو سکتی ہے قیمت دینے سے قربانی نہیں ہوتی۔ امام شافعی کو ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ قربانی پر قیاس درست نہیں؛ کیونکہ وہاں خون بہانے کو عبادت کہا گیا ہے جو خلاف قیاس ہے جبکہ زکوۃ میں محتاج کی ضرورت پوری کرنے کا حکم ہے جو قیاس و عقل کے مطابق ہے اس لیے معقول کو غیر معقول پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مال مستفاد کی زکوۃ

احناف کے نزدیک سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت یہ چاروں جنس واحد ہیں اس لیے کسی کے پاس یہ چاروں یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو تو زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ البتہ مویشی الگ جنس ہے بلکہ مویشی کی ہر جنس الگ نوع ہے اس لیے مویشیوں کو گزشتہ چار کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا، اسی طرح اونٹوں کو گائے یا بکریوں کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اونٹوں سے بچے پیدا ہو جائیں یا نئے اونٹ ملکیت میں آجائیں تو ان کو پہلے سے موجود اونٹوں کے ساتھ ملایا جائے گا اور سال گزرنے کی تاریخ پر سب کی ایک ساتھ زکوۃ واجب ہو گی۔ یہی حکم گائے اور بکری میں بھی لگے گا۔

امام شافعی کے نزدیک بچوں کو تو ملایا جائے گا لیکن کسی اور سبب سے کوئی جانور ملکیت میں آجائیں تو انہیں نہیں ملایا جائے گا؛ کیونکہ جب سبب ملک الگ الگ ہے تو حکم بھی الگ الگ ہونا چاہیے۔ احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ متحد الجنس ہونا علت ہے، نہ کہ سبب ملک الگ

ہونا خود بچوں کو ان کے بڑوں کے ساتھ ملانے کی وجہ بھی متحد الجنس ہونا ہی ہے۔ اگر ہم سبب ملک کا اعتبار کرنے لگیں تو مزکی کے لیے ہر نئے مال کی زکوۃ کی الگ الگ تاریخ یاد رکھنی پڑے گی اور اس طرح اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

ولنا أن المجانسة هي العلة في الهداية في الأولاد والأرباح لأن عندها يتعسر الميز فيعسر اعتبار الحول لكل مستفاد وما شرط الحول إلا للتيسير.

مویشیوں کی زکوۃ میں عفو کی زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت ان میں سے کوئی بھی چیز جس مقدار میں بھی بڑھے اسے نصاب میں شامل کیا جاتا ہے لیکن مویشیوں میں ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے لیکن چھ اونٹ ہونے پر بھی ایک ہی بکری ہے جب تک دس اونٹ نہ ہوں گے ایک ہی بکری واجب رہے گی۔ یہی حال بقیہ نصابوں کا بھی ہے۔ اس نصاب سے زائد کو عفو کہا جاتا ہے۔ اس موقف کی دلیل ہے:

قوله عليه الصلاة والسلام " وفي خمس من الإبل السائمة شاة وليس في الزيادة شيء حتى تبلغ عشرا

امام محمد اور زفر رحمہا اللہ کے نزدیک زکوۃ جیسے نصاب پر ہے عفو پر بھی ہے وہ دونوں کو اصل مانتے ہیں کیونکہ دونوں ہی نعمت خداوندی ہیں۔

ثمرہ یہاں ظاہر ہوگا کہ ہمارے نزدیک دس اونٹوں پر دو بکریاں ہیں اگر سال پورا ہونے سے پہلے ایک اونٹ مر گیا تو زکوۃ میں ایک بکری دینی ہوگی لیکن امام محمد و زفر کے نزدیک ایک بکری مکمل اور دوسری بکری کے پانچ میں سے چار حصے بھی زکوۃ میں دینے ہوں گے۔

یہی حکم اس صورت میں ہے جب دس کے بجائے گیارہ اونٹ ہو جائیں۔ ہمارے نزدیک دو بکریاں واجب ہوں گی ان کے نزدیک دو بکریاں اور تیسری بکری کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ واجب ہوگا۔ البتہ شیخین کے درمیان اس معاملے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ پہلا نصاب نامکمل رہ جانے کے بعد بقیہ اس سے نچلے والے نصاب بھی نامکمل ہوتے چلے جائیں تو کیا حکم ہوگا؟

امام صاحب کے نزدیک نصاب اول یعنی پانچ اونٹ اصل نصاب ہے بقیہ نصاب اس کے تابع ہیں اس لیے اگر اس سے اوپر والے نصاب ہلاک ہوتے ہوتے دو تین یا ایک ہی نصاب رہ گیا تو وہی اصل قرار پائیں گے بقیہ سب کی زکوۃ ساقط ہوتی چلی جائے گی، چنانچہ 35 اونٹوں پر اگر بنت مخاض ہے تو اگر اونٹ ہلاک ہوتے ہوتے صرف پانچ رہ جائیں تو بجائے بنت مخاض کے پچیس حصے کر کے پانچ حصے زکوۃ میں دینے کے صرف بکری دیں گے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ بنت مخاض کے پچیس حصے کر کے پانچ حصے زکوۃ میں دیں گے بقیہ 20 حصے معاف ہو جائیں گے جبکہ امام محمد کے اصول کے مطابق 25 کے بجائے بنت مخاض کے 35 حصے کیے جائیں گے اور اور پانچ حصے واجب ہو کر بقیہ 30 حصے معاف ہو جائیں۔

دہشت گرد زکوۃ لے لیں

اسلامی ملک کے کسی علاقے پر دہشت گردوں کا کنٹرول ہو جائے اور وہ لوگوں سے زکوۃ وغیرہ زبردستی لے لیں اور معلوم نہ ہو کہ وہ مصارف میں خرچ کریں گے یا نہیں تو لوگوں کو چاہیے کہ احتیاطاً دوبارہ زکوۃ اور فطرہ دے دیں۔

البتہ اگر مصارف میں خرچ کریں تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

وجوب زکوۃ کے بعد بغیر تعدی نصاب ہلاک ہو جائے

زکوۃ واجب ہو گئی لیکن جان بوجھ کر مال ہڑپ کر لیا یا کہیں خرچ کر دیا تو زکوۃ معاف نہ ہو گی؛ کیونکہ اپنے اختیار سے مال لگایا ہے لیکن اگر بغیر تعدی کے مال چوری ہو گیا یا آسمانی آفت سے تباہ ہو گیا تو جتنا مال تباہ ہوا ہے اس کی زکوۃ ساقط ہو جائے گی۔ امام شافعی کے نزدیک زکوۃ بہر صورت واجب ہو گی چاہے استہلاک ہو یا ہلاک۔

ہلاک کا مطلب آفت سماوی سے یا بلا تعدی خود ہلاک ہو جائے اور استہلاک کا مطلب جان بوجھ کر ہلاک کر دے مثلاً کھا لے یا کسی جگہ استعمال کر لے۔

ایڈوانس زکوۃ

کئی سالوں کی زکوۃ ایڈوانس میں دینا جائز ہے اسی طرح ایک نصاب کا مالک ہو لیکن ایڈوانس میں زیادہ نصابوں کی زکوۃ دے دینا جائز ہے۔ آئندہ دینا نہیں پڑے گی۔



زکوۃ الفضۃ و الذہب

زیورات اور سونے چاندی کی زکوۃ

سونا اور چاندی جس شکل میں بھی ہوں ان پر زکوۃ واجب ہے، چاہے سکے کی صورت میں ہوں یا زیور اور برتن کی صورت میں۔ چاہے یہ استعمال میں ہوں یا لاکر میں حفاظت سے رکھے ہوئے ہوں۔ البتہ زیورات میں لگے موتی اور نگینوں پر زکوۃ نہیں۔ ہاں! اگر زیورات کا کاروبار ہے تو مال تجارت بننے کی وجہ سے نگینوں پر بھی زکوۃ واجب ہو گی۔ اگر زیور ایسا ہے کہ سونا کم ہے اور کھوٹ زیادہ ملی ہوئی ہے تو وہ عام سامان کے حکم میں ہے۔ اگر تجارت کے لیے ہے تو زکوۃ ہے، استعمال کے لیے ہے یا ایسے ہی بلا ضرورت رکھا ہے تو زکوۃ واجب نہیں۔ عملاً فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ سونا چاندی جس قدر بھی بڑھے اس کی زکوۃ واجب ہو گی؛ کیونکہ جیسے دو سو درہم اللہ کی نعمت ہے تو اس پر بڑھنے والا مزید مال بھی اللہ کی نعمت اور نماء ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک چالیس درہم مزید نہ بڑھیں زکوۃ واجب نہ ہو گی۔

1- " لقوله عليه الصلاة والسلام " ليس فيما دون خمس أواق صدقة (والأوقية أربعون درهما) فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم "

2-لأنه عليه الصلاة والسلام كتب إلى معاذ رضي الله عنه " أن خذ من كل مائتي درهم خمسة دراهم ومن كل عشرين مثقالا من ذهب نصف مثقال "

3-.وقوله عليه الصلاة السلام في حديث معاذ رضي الله عنه " لا تأخذ من الكسور شيئا "

4- وقوله في حديث عمرو بن حزم : وليس فيما دون الأربعين صدقة

صاحبین کی دلیل یہ روایت ہے:

قوله عليه الصلاة والسلام في حديث علي رضي الله عنه " وما زادَ على المائتين فبحسابه " ولأن الزكاة وجبت شكرا لنعمة المال واشتراط النصاب في الابتداء لتحقق الغنى وبعد النصّاب في السوائم تحرزا عن التشقيص

پہلے زمانے میں جب دراہم ودنانیر کا دور تھا اوزان کی کسور کا حساب مشکل تھا اس لیے امام صاحب کے قول پر فتوی تھا لیکن آج کل جبکہ دراہم ودنانیر نہیں ہیں بلکہ نوٹوں کا رواج ہے اس لیے صاحبین کے قول پر فتوی ہے۔

وزن سبعہ کی تحقیق

دور رسالت ﷺ میں تین طرح کے وزن رائج تھے جس سے کافی مشکلات پیش آتی تھی: وزن خمسہ، وزن ستہ اور وزن عشرہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مشکل کو اس طرح ختم کیا کہ تینوں کو جمع کیا جو 21 بنا۔ اور اس کو 3 سے تقسیم کر دیا کیونکہ اوزان تین تھے، اس سے ایک نیا وزن ایجاد ہوا جس کو وزن سبعہ کہا جاتا ہے۔

کھوٹ ملے سونے چاندی کا حکم

سونا چاندی غالب ہو تو اس پر سونے چاندی ہی کا حکم لگے گا اسی طرح کھوٹ اور سونا چاندی مساوی ہوں تو احتیاطا اسے بھی سونا چاندی ہی کا حکم لگے گا یعنی زکوۃ ہر حال میں واجب ہوگی، البتہ کھوٹ غالب ہو تو اس پر سامان کا حکم لگے یعنی تجارت کی نیت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ ہاں! اگر غالب الغش سے سونا چاندی علیحدہ ہو سکتی ہو تو بقدر نصاب ہونے کی صورت میں اس پر سونے چاندی کی طرح زکوۃ واجب ہوگی۔

سونے اور چاندی کو ضم کرنے کی بحث

صرف سونا اور چاندی ہو تو اگر دونوں کا مجموعہ نصاب کے برابر ہو جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔ یہاں تک تو متفق علیہ بات ہے اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ صرف سونا یا صرف چاندی ہو تو وزن کا اعتبار ہوگا ان کی قیمت کا نہیں، لیکن آگے اس میں اختلاف ہے کہ جب سونا اور چاندی دونوں کا مجموعہ ہو تو ان میں قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے نصاب نکالیں گے یا وزن کا اعتبار کرتے ہوئے نصاب بنائیں گے۔ امام صاحب کے نزدیک قیمت کا اعتبار ہوگا، صاحبین کے نزدیک یہاں بھی وزن ہی کا اعتبار ہوگا۔ نتیجہ یہاں ظاہر ہوگا کہ اگر سونا 10 مثقال یعنی نصف نصاب ہو اور چاندی کا نصف نصاب نہ ہو بلکہ کم ہو لیکن دونوں کی قیمت 200 درہم چاندی سے زیادہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک زکوۃ واجب ہوگی، صاحبین کے نزدیک جب تک چاندی بھی وزن کے لحاظ سے نصاب کی تکمیل نہ کرے زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

قیمتی پتھر اور نگینوں پر زکوۃ

سونے اور چاندی کے زیور اگر تجارت کے لیے ہوں تو نگینوں وغیرہ کی قیمت بھی قابل زکوۃ ہے اور اگر استعمال کے لیے ہیں تو نگینوں اور بناوٹ وغیرہ کی قیمت قابل زکوۃ نہیں۔ اسی طرح ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھر اگر تجارت کی غرض سے نہ ہو تو ان پر بھی زکوۃ واجب نہیں۔ (ہدایہ، شامی)

باب فیمن یمر علی العاشر

وہ مال جس کے لیے نجی مقامات کی تفتیش نہ کرنی پڑے اور حکومت کے زیر حفاظت آجائے جیسے سائمہ جانور اور کھیتی باڑی ان کو اموال ظاہرہ کہا جاتا ہے ان کی زکوۃ لینے کا حق حکومت کو حاصل ہے، ان کے علاوہ کو اموال باطنہ کہا جاتا ہے، جیسے سونا چاندی نقدی مال تجارت؛ ان کی زکوۃ صاحب نصاب خود دے، حکومت نہیں لے سکتی البتہ تاجر اپنے اموال باطنہ شہر کے باہر قائم مقامات سے لے کر گزرے تو حکومت کے زیر حفاظت آنے کی وجہ سے ان کی بھی زکوۃ حکومت وصول کر سکتی ہے۔

ان اصولوں کو سمجھنے کے بعد کتاب کی عبارت سمجھ لیں۔ دو مسئلے بیان ہوئے ہیں:

1۔ تاجر اموال باطنہ لے کر گزرے تو وہ مال اب ظاہر ہو گیا، حکومت کو نجی مقامات کی تفتیش کی ضرورت نہیں پڑتی نیز وہ سرکاری حفاظت میں بھی ہے اس لیے حکومت اس کی زکوۃ وصول کر سکتی ہے لیکن اگر تاجر وجوب زکوۃ کا منکر ہو جائے مثلا دین کا مدعی بن جائے یا سال نہ گزرنے کا دعوی کر دے یا خود ادا کرنے کا دعوی کرے یا یہ کہے کہ دوسرے عاشر کو دیدی ہے تو ان سب صورتوں میں سرکاری نمائندہ زکوۃ نہیں لے سکتا۔

2۔ اگر تاجر اموال ظاہرہ جیسے سائمہ جانور لے کر گزرے اور دین کا مدعی بن جائے یا سال نہ گزرنے کا دعوی کر دے یا یہ کہے کہ دوسرے عاشر کو دیدی ہے تو اس کا دعوی معتبر ہے لیکن اگر خود ادا کرنے کا دعوی کرے تو امام شافعی کے نزدیک اس کی بات معتبر ہو گی۔ احناف کے نزدیک معتبر نہ ہو گی کیونکہ سائمہ کی زکوۃ لینے کا حق حکومت کو ہے۔

یہ حکم مسلمان اور ذمی دونوں کا ہے۔ حربی اس قسم کا کوئی بھی دعوی کرے تو معتبر نہ ہو گا۔

نصاب اور مقدار

عاشر کتنی مقدار میں زکوۃ وصول کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان سے ڈھائی فی صد، ذمی سے 5 فی صد اور حربی سے 10 فی صد۔ ٹیکس نصاب کے بقدر مال لینے پر لیا جائے گا۔ حربی اگر قلیل مال کا ٹیکس لیتے ہوں تو ہم ٹیکس نہیں لیں گے۔ اگر حربی مسلمان تاجروں سے کوئی ٹیکس نہ لیتے ہوں تو ہم بھی ان سے ٹیکس نہیں لیں گے۔ خنزیر کا ٹیکس نہیں لیا جائے گا شراب کا لیا جائے گا؛ کیونکہ شراب مثلی ہے ٹیکس میں پیسے لینا عین شراب لینے کے حکم میں نہیں جبکہ خنزیر قیمی ہے اس کے ٹیکس میں پیسے لینا عین خنزیر لینے کی طرح ہے۔

باب في المعادن والركاز

معدنیات سے مراد قدرتی طور پر خود زمین سے نکلنے والی قیمتی دھاتیں۔ رکاز قدرتی نہیں ہوتا بلکہ کوئی خزانہ کسی زمانے میں کسی نے چھپایا ہوتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک معدنیات کا خمس نہیں لیا جائے گا؛ لأنه مباح سبقت يده إليه كالصيد الا یہ کہ سونا چاندی کی معدنیات ہو تو زکوۃ واجب ہو گی۔ احناف کے نزدیک معدنیات سے خمس لیا جائے گا بشرطیکہ تین شرائط پائی جائیں:

1۔۔۔رہائشی گھر سے نہ نکلے۔
2۔۔۔جامد شکل کی ہوں، سیال نہ ہوں، لہذا تیل نکل آئے تو اس کا خمس نہیں لیا جائے گا۔
3۔۔۔جلانے سے پگھل جانے والی معدنیات ہوں، لہذا قیمتی پتھروں کی کان نکل آئے تو اس کا خمس نہیں لیا جائے گا۔

رکاز کا حکم یہ ہے کہ اگر اس پر اسلامی علامت ہو تو لقطہ کا حکم لگے گا اس لیے خمس نہیں لیا جائے گا، اگر کافروں کی کوئی علامت ہو تو یہ تفصیل ہے کہ

1۔ اگر مباح زمین سے خزانہ ملا ہو تو اس سے خمس لیا جائے گا۔ باقی واجد کا ہو گا

2۔ اگر مملوکہ زمین سے ملا ہو تو طرفین کے نزدیک فتح کے بعد جس مجاہد کو بطور جاگیر یہ زمین دے دی گئی تھی اس کو ملے گا۔ اگر اس کا علم نہ ہو سکے تو سب سے آخری وہ مالک جس کا ہمیں علم ہو سکے اس کو دیا جائے گا کمن اصطاد سمکۃ في بطنھا درۃ ملك الدرۃ ثم بالبیع لم تخرج عن ملکہ لأنه مودع فیھا۔

امام ابو یوسف کے نزدیک یہ خزانہ بھی واجد کا ہو گا اور وہ خمس دے کر بقیہ اپنی طرف کر لے گا۔

باب زکاۃ الزروع والثمار

عشر کا نصاب

عشر کل پیداوار پر واجب ہوتا ہے۔ اس کا کوئی نصاب نہیں، پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ ، عشر واجب ہے ، بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر سے کم پر عشر واجب نہیں ۔ قرض اور زراعت کے اخراجات یعنی بیج ڈالنے ،بیلوں یا ٹریکٹر سے ہل چلانے ، اسپرے کرنے ، حفاظت کرنے اور مزدوروں کے اخراجات بھی پیداوار سے منہا نہیں کیے جاتے، البتہ جو لوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت کا کام کرتے ہیں، ان کے حصہ کا عشر خود ان پر ہے۔

عشر کی مقدار

بارانی زمینوں میں جہاں آب پاشی کا کوئی سامان نہیں، صرف بارش پر پیداوار کا مدار ہے یا ندی اور دریا کے کنارے کوئی چیز کاشت کی جائے اور بغیر محنت پیداوار ہو جائے تو ایسی زمینوں میں پیداوار کا دس فیصد (10%) یعنی دسواں حصہ دینا واجب ہے، مثلاً: دس من گندم پیداوار ہوئی تو ایک من عشر دینا واجب ہے ۔

اور جو اراضی ٹیوب ویل، کنویں یا سرکاری نہر کے خریدے ہوئے پانی سے سیراب ہوتی ہوں تو ایسی زمینوں سے 5 فیصد (5%) یعنی کل پیداوار کا بیسواں حصہ عشر نکالنا واجب ہے مثلاً بیس من گندم پیداوار ہوئی تو ایک من بطور عشر دینا واجب ہے۔ پاکستانی زمینیں دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔

اگر کسی کے پاس دونوں قسم کی اراضی ہوں تو غالب اور اکثر حصہ کا اعتبار ہے یعنی اگر زیادہ زمین بارانی ہے تو مکمل زمین پر دس فیصد واجب ہو گا اور اگر زیادہ زمین نہری ہے تو ساری زمین پر پانچ فیصد واجب ہو گا۔ اور اگر دونوں مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک 5 فیصد کے اعتبار سے عشر نکالنا ہو گا اور بعض کے نزدیک عشر کا تین چوتھائی یعنی ساڑھے سات فیصد عشر نکالنا ہو گا مثلاً چالیس من میں تین من واجب ہوں گے۔

ادائیگی عشر کا وقت

جب فصل قابل اطمینان ہو جائے یعنی اس میں پھل لگ جائیں اور ان کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ رہے، اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔

ان چیزوں پر عشر واجب ہے

جو چیزیں پیداوار میں اصل مقصود ہوتی ہیں، ان میں عشر واجب ہے اور جو پیداوار میں اصل مقصود نہیں ہوتیں اس میں عشر واجب نہیں ۔

عشر کا مصرف

عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، البتہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص خود ہی مستحق زکوۃ ہو اور حاکم وقت عشر نہ لیتا ہو تو زمین کی پیداوار خود رکھ سکتا ہے اور اس پر عشر نکالنا واجب نہیں۔(احسن الفتاوی: 4/374)

زکوۃ اور عشر میں فرق

1۔زکوۃ واجب ہونے کے لیے نصاب شرط ہے، جبکہ عشر کے لیے نصاب شرط نہیں، پیداوار کم ہو یا زیادہ، عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

2۔زکوۃ واجب ہونے کے لیے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے، جبکہ عشر میں سال گزرنا شرط نہیں ۔یہ پیداوار کی زکوۃ ہے سال میں جتنی مرتبہ پیداوار تیار ہوگی، اتنی بار عشر دینا واجب ہے۔

3۔زکوۃ واجب ہونے کے لیے بلوغت شرط ہے، جبکہ عشر واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا کوئی شرط نہیں، نابالغ کی پیداوار پر بھی عشر فرض ہے۔

4۔زکوۃ واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ نصاب کا مالک کوئی انسان ہو، جبکہ عشر واجب ہونے کے لیے زمین کا مالک انسان ہونا شرط نہیں۔بلکہ وقف پر بھی عشر واجب ہے۔

5۔ایک فرق یہ بھی ہے کہ زکوۃ میں قرض منہا کیے جاتے ہیں، جبکہ عشر میں قرض منہا نہیں کیے جاتے۔

6۔ایک فرق یہ بھی ہے کہ ایک سال کی زکوۃ ادا کرلی تو آئندہ سال بھی اگر نصاب برقرار رہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے، جبکہ عشر میں ایسا نہیں، ایک مرتبہ جس پیداوار کا عشر ادا کردیا اب چاہے وہ جتنے سال اجناس کی صورت میں باقی رہے، دوبارہ اس پر عشر واجب نہیں ہوتا

باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز

ہر وہ مسلمان جو سید، علوی، عباسی نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے (612.36 گرام) چاندی یا اس کے مالیت کے بقدر سونا نقد رقم، مال تجارت اور روزمرہ کی استعمال سے زائد اشیاء نہ ہوں وہ زکوۃ اور صدقات واجبہ کا مستحق ہے۔ مستحقین کی انواع یہ ہیں:

نمبر شمار	مصارف	مفہوم	شرط
1	فقیر	جس کے پاس وسائل ہوں لیکن وہ نصاب کی مقدار سے کم ہوں	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو

2	مسکین	جس کے پاس کچھ بھی وسائل نہ ہوں	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو
3	عاملین زکوۃ	حکومت کی طرف سے مقرر کردہ وہ افراد جو زکوۃ اور عشر کی وصولی کا کام کرتے ہوں	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو
4	مؤلفۃ قلوب	نو مسلم جو مستحق اور غریب ہوں	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو
5	رقاب	بے گناہ قیدی یا غلام جو غلامی سے آزادی کے لیے رقم جمع کر رہا ہو	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو
6	غارمین	قرض میں پھنسے ہوئے افراد	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو
7	سبیل اللہ	مجاہد، حاجی، تبلیغی بھائی یا وہ طالب علم جو صاحب نصاب نہ ہوں	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو
8	ابن السبیل	مسافر جس کے پاس رقم ختم ہو گئی ہو	جبکہ ہاشمی نہ ہو اور زوجین، اولاد یا والدین میں سے بھی نہ ہو

{إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ } [التوبة: 60]

ان لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں

زکوۃ صدقۃ الفطر کی رقم اپنے "اصول" یعنی جن سے پیدا ہوا ہے، یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور "فروع" یعنی اولاد، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو نہیں دی جاسکتی۔ بیوی شوہر کو، شوہر بیوی کو نہیں دے سکتا۔ اسی طرح غیر مسلم کو بھی زکوۃ اور صدقاتِ واجبہ نہیں دے سکتے۔ سادات کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ جس کی ماں سید ہو باپ سید نہ ہو تو اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

گویا مصرف زکوۃ کی سات شرطیں ہوئیں: 1۔ وہ مسلمان ہو۔ 2۔ اسے زکوۃ کا مالک بنایا جائے۔ 3۔ وہ صاحبِ نصاب نہ ہو۔ 4۔ اس سے ولادت کا رشتہ نہ نکلتا ہو۔ 5۔ زوجیت کا رشتہ بھی نہ ہو۔ 6۔ ہاشمی بھی نہ ہو۔ 7۔ وہ مزکی کی ملکیت نہ ہو یعنی اپنے غلام یا باندی کو نہ دے۔ (شامی: ۲/ ۷۲-۷۳)

بعد میں پتا چلا کہ مستحق نہ تھا

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم زکوۃ نکال دیتے ہیں، پھر بعد میں پتا چلتا ہے کہ جس کو زکوۃ دی ہے وہ مستحق نہیں تھا، مثلا: وہ صاحبِ نصاب تھا یا کافر تھا یا سید تھا ایسی صورت حال میں کیا حکم ہے؟ زکوۃ ادا ہوئی کہ نہیں؟ جواب یہ ہے کہ دیتے وقت مستحق سمجھ کر زکوۃ دی تھی تو زکوۃ ادا ہو گئی، دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں۔

زکوۃ کی منتقلی

بغیر ضرورت کے ایک جگہ سے دوسری جگہ زکوۃ کو منتقل کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں، جیسے جنگوں اور قدرتی آفات کی صورت میں دوسری جگہ زکوۃ بھیجنا بلا کراہت

جائز ہے۔ اسی طرح اپنے غریب اپنے رشتہ داروں کے لیے زکوۃ دوسرے شہر منتقل کرنا بھی مکروہ نہیں، بلکہ باعث اجر ہے۔

سادات اور بنو ہاشم کو زکوۃ دینا

سادات کو زکوۃ دینے میں اہل افتاء کے فتاوی مختلف ہیں، بعض حضرات اس زمانے کے حالات پیش نظر امام اعظم رحمہ اللہ کی ایک روایت اور حضرت (مولانا انور) شاہ صاحب رحمہ اللہ کے قول کی بنا پر جواز کا فتوی دیتے ہیں۔ راجح یہ ہے کہ جہاں صدقات نافلہ سے ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو اور سخت ضرورت ہو تو گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

★★★★★

باب صدقۃ الفطر

ثبوت:

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "ہر آزاد اور غلام، نابالغ اور بالغ سب کی طرف سے گندم کے پونے دو کلو یا جو کے ساڑھے تین کلو ادا کیا جانا ضروری ہے۔" (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے: "ہر آزاد اور غلام، نابالغ اور بالغ جو تمہارے زیرِ پرورش ہیں کی طرف سے تم پر صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔" (بدائع) ایک اور حدیث میں ہے: "عید گاہ نکلنے سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کر لیا کرو!" (ابوداؤد)

<u>صدقۃ الفطر کے مسائل جاننے کے لیے چار باتوں کا سمجھ لینا کافی ہے:</u>

1۔ صدقۃ الفطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

ہر وہ مسلمان جس کی ملکیت میں درج ذیل پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ یعنی 613 گرام چاندی کی قیمت کے بقدر ہو جائے، اس پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان۔ ضرورت سے زائد اشیا کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیزیں جو سال بھر یا تو استعمال ہی نہیں ہوتیں یا ایک دو بار ہی استعمال ہوتی ہیں۔ گناہ کے آلات بھی ضرورت سے زائد اشیا میں شمار ہوتی ہیں۔ ضرورت سے زائد اشیا یہ ہو سکتی ہیں: ٹی وی، وی سی آر، ڈش، تمام غیر شرعی سی ڈیز اور کیسٹس کی قیمتِ فروخت، ضرورت سے زائد کرائے پر دیے ہوئے مکان اور گاڑی نیز دیگر ضروریاتِ زندگی سے زائد سامان اور فرنیچر وغیرہ کی قیمتِ فروخت۔

2۔ صدقۃ الفطر کن کی طرف سے نکالا جائے؟

اپنی ذات کی طرف سے اور جو اس کی پرورش میں ہیں یعنی نابالغ اولاد اور غلام۔ اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب نہیں۔ دیدے تو اس کا احسان ہوگا۔ نابالغ اولاد کی طرف سے اس وقت دینا واجب ہوگا جب ان کے پاس اپنا ذاتی مال نہ ہو۔

2۔ صدقۃ الفطر کی اجناس:

صدقۃ الفطر چار چیزوں میں سے کسی سے بھی دیا جاسکتا ہے: گندم، جو، کشمش اور کھجور۔ ہر ایک کی مقدار یہ ہے:

گندم کے اعتبار سے پونے دو سیر (احتیاطاً دو سیر) یا اس کی قیمت۔ جبکہ جو، کشمش اور کھجور کے اعتبار سے ساڑھے تین سیر یا ان کی قیمت۔

گندم سے فطرہ دینا متوسط اور ضرورت مند طبقے کے لوگوں کے لیے ہے مالدار طبقے کے لیے کشمش، کھجور یا جو کے اعتبار سے صدقہ فطر دینا بہتر ہے۔ ہر شہر اور علاقے کا فطرہ ریٹ کے فرق سے الگ الگ ہوتا ہے۔ اس لیے ایک ہی ریٹ فکس کرکے بتانا یا تو زیادتی ہوگی یا کمی۔ ہاں! یوں کہا جاسکتا ہے کہ کراچی کے لیے فطرہ کی رقم یہ ہے اور فلاں شہر کے لیے یہ ہے۔

3۔ صدقۃ الفطر کا مصرف:

صدقۃ الفطر کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے۔ (شامی، ہدایہ)

کتاب الصوم

روزے کی اقسام:

1۔ فرض معین، جیسے رمضان کے روزے۔

2۔ فرض غیر معین، جیسے قضا روزے۔

3۔ واجب معین، جیسے نذر معین کا روزہ۔

4۔ واجب غیر معین، جیسے نذر غیر معین کے روزے

5۔ نفلی روزے جیسے عام دنوں کے روزے

6۔ مسنون روزے جیسے عاشورا اور اس کے ساتھ ایک یا دو روزے رکھنا۔

7۔ مستحب روزے جیسے ایام بیض کے روزے، شوال کے چھ روزے

8۔ مکروہ روزے، جیسے عیدین اور ایام تشریق کے روزے

کس پر فرض ہیں؟

رمضان کے روزے ہر اس تندرست مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں جو پاگل یا نابالغ نہ ہو۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے بھی۔ پاگل پر روزے فرض نہیں، نابالغ پر روزے فرض نہیں۔ بلا عذر روزہ چھوڑنا گناہِ کبیرہ اور باعثِ فسق ہے۔

نیت کے شرعی معنی

نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس کے لئے زبان سے نیت کرنا بہتر ہے، ضروری نہیں، نماز، روزہ وغیرہ میں زبان سے نیت کے الفاظ کی ادائیگی کو ضروری اور لازم خیال کرنا جہالت ہے، اگر روزہ رکھنے کا ارادہ ہو تو سحری بھی نیت کے قائم مقام ہے۔

نیت کا وقت

اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو رمضان، نذر معین اور نفلی روزوں کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے کرسکتے ہیں۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک جتنے گھنٹے بنتے ہیں ان کو آدھا کرنے سے نصف النہار شرعی سامنے آجاتا ہے جبکہ طلوع سے غروب تک کل وقت کو آدھا کرنے سے زوال کا وقت سامنے آتا ہے۔

ثم قال في المختصر ما بينه وبين الزوال وفي الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الأصح لأنه لا بد من وجود النية في أكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة الكبرى لا إلى وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتتحقق في الأكثر

اس کے برعکس نذر غیر معین اور قضا روزوں کی نیت صرف رات کو کرسکتے ہیں، صبح صادق کے بعد نہیں کرسکتے۔ رات کا مطلب غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق تک کسی بھی وقت۔

رمضان کا روزہ مطلق نیت سے رکھے یا رمضان کی نیت سے یا واجب آخر کی نیت سے بہر صورت رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا جبکہ نذر معین کا روزہ نذر اور مطلق روزے کی نیت سے ادا ہوجائے گا لیکن راجح قول کے مطابق قضا کی نیت نذر معین ادا نہ ہوگا۔

البتہ ایک صورت میں رمضان کے روزے میں واجب آخر کی نیت کی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ مریض یا مسافر پر قضا روزہ واجب ہو اور وقت کو قیمتی بنانے کے لیے بجائے رمضان کے قضا کی نیت سے روزہ رکھ لے تو راجح قول کے مطابق قضا روزہ ادا ہو جائے گا؛لأنه شغل الوقت بالأهم لتحتمه للحال وتخيره في صوم رمضان إلى إدراك العدة

یوم الشک میں روزہ رکھنے کی چھ صورتیں

شعبان کی تیسویں رات کو گواہوں سے چاند ثابت نہ ہو سکا ہو تو شعبان کے 30 دن پورے کیے جائیں گے لیکن کیا 30 شعبان کو روزہ رکھنا جائز ہے؟ اس کی چھ صورتیں ہیں، ان صورتوں کی بنیاد یہ احادیث ہیں:

1-قوله صلى الله عليه وسلم : صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم الهلال فأكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما

2-قوله صلى الله عليه وسلم :لا يصام اليوم الذي يشك فيه أنه من رمضان إلا تطوعا

3-قوله صلى الله عليه وسلم " لا تتقدموا رمضان بصوم يوم ولا بصوم يومين

1۔ رمضان کی نیت سے روزہ رکھے۔ ظاہر ہے یہ تحریف فی الدین کا باعث اور تشبہ بالنصاریٰ کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔

2۔ واجب آخر مثلاً قضا کی نیت سے روزہ رکھے۔ یہ بھی مکروہ ہے لیکن کراہت پہلے سے کم درجے کی۔

3۔ نفلی روزے کی نیت سے روزہ رکھے۔ یہ صورت حدیث نمبر 2 کی رو سے جائز ہے اور حدیث نمبر 3 کی رو سے مکروہ ہے۔ امام شافعی مکروہ کہتے ہیں، احناف جائز کہتے ہیں لیکن احناف کا مختار قول یہ ہے کہ مفتی رکھنا چاہے تو بغیر ظاہر کیے خود رکھ لے اور عوام کو یہ کہے کہ صبح تک کھانے پینے

سے رکے رہیں جب صبح کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ چاند نظر نہیں آیا تو اب کھانا کھا لینے کا کہہ دے۔

والمختار أن يصوم المفتي بنفسه أخذا بالاحتياط ويفتي العامة بالتلوم
إلى وقت الزوال ثم بالإفطار نفيا للتهمة

4۔روزے کی نیت میں ہی تردد ہو یعنی اس طرح نیت کرے کہ کل رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ورنہ سرے سے روزہ ہی نہیں۔اس صورت میں روزہ ہی ادا نہ ہو گا کیونکہ اصل نیت میں شک ہے۔

5۔نیت تو روزے کی یقینی ہو لیکن وصف میں تردد ہو کہ کل رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ورنہ قضا کا۔یہ صورت مکروہ ہے،اب اگر رمضان کا چاند نظر آنے کا فیصلہ ہو گیا تو اصل نیت موجود ہونے کی وجہ سے رمضان کا روزہ ادا ہو گا اور چاند نظر نہ آیا ہو نفلی روزہ ہو جائے گا،قضا ادا نہ ہو گا۔

6۔نیت کی یقینی ہو لیکن وصف میں تردد اس طرح ہو کہ کل رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ورنہ نفل کا۔یہ صورت مکروہ ہے اب اگر رمضان کا چاند نظر آنے کا فیصلہ ہو گیا تو اصل نیت موجود ہونے کی وجہ سے رمضان کا روزہ ادا ہو گا اور چاند نظر نہ آیا ہو نفلی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ رؤیت ہلال

رمضان کا چاند:

1۔چاند صرف ایک شخص کو نظر آئے باقی کسی کو نظر نہ آئے تو وہ تنہا روزہ رکھے،لیکن اگر رکھ کر توڑدے تو کفارہ واجب نہ ہو گا؛کیونکہ کفارہ شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے یہاں شبہ یہ ہے کہ حکومت نے اس کی رؤیت کو رد کر دیا ہے۔

2۔ مطلع ابر آلود ہو تو حکومت ایک عادل شخص کی گواہی سے بھی چاند کا فیصلہ کر سکتی ہے کیونکہ دیانات میں خبر واحد معتبر ہے۔

3۔ مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی رؤیت کے بغیر رمضان کا چاند نظر آنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

عید یا عام مہینوں کا چاند:

1۔ چاند صرف ایک شخص کو نظر آئے باقی کسی کو نظر نہ آئے تو وہ تنہا عید نہیں منا سکتا۔

2۔ مطلع ابر آلود ہو تو حکومت ایک عادل شخص کی گواہی سے بھی چاند کا فیصلہ نہیں کر سکتی ہے بلکہ کم سے کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ کیونکہ عید اور دوسرے مہینے معاملات دنیویہ میں سے ہیں جن کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت ضروری ہے۔

3۔ مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی رؤیت کے بغیر رمضان کا چاند نظر آنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

اگر صورتاً اور معناً دونوں طرح افطار پایا جائے تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ صرف صورتاً یا صرف معناً افطار پایا جائے تو صرف قضا واجب ہو گی، کفارہ نہیں اور نہ صورتاً افطار ہو نہ معناً تو روزہ ہی نہیں ٹوٹے گا۔ جماع میں جب تک انسان کی شرمگاہ میں جماع مع انزال نہیں پایا جائے گا تب تک کفارہ واجب نہ ہو گا۔ صرف احتلام ہو یا دیکھ کر یا سوچنے سے انزال ہو جائے تو یہ نہ صورتاً جماع ہے نہ معناً اس لیے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ استمناء بالید معناً جماع ہے اس لیے قضا واجب ہو گی۔ کنکر نگلنا صورتاً افطار ہے اس لیے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مکھی نگلنے سے بھی روزہ ٹوٹ جانا چاہیے لیکن استحساناً نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس سے احتراز ممکن

نہیں جبکہ کنکر سے بچنا ممکن ہے، اسی طرح بارش سے احتراز ممکن ہے اس لیے بارش کا پانی منہ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ سگریٹ سے تو کفارہ بھی واجب ہو گا۔

☆ بھول کر کھا لینا

☆ بھول کر پانی پی لینا

☆ بلغم نگلنا

☆ تھوک نگلنا

☆ انجکشن لگوانا (کسی بھی طرح کے انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔)

☆ گلوکوز چڑھانا (بلا ضرورت مکروہ ہے)

☆ کھارے پانی سے وضو

☆ خون چڑھانا

☆ مسواک کے ریشے حلق میں چلے جانا

☆ پھول، عطر کی خوشبو سونگھنا

☆ بچہ کو دودھ پلانا

☆ مذی نکلنا

☆ گردوں کی صفائی (گردوں کے مریض کے لیے روزہ نہ رکھنے اور فدیہ دینے کی بھی اجازت ہے)

☆ آنکھ میں سرمہ یا دوائی ڈالنا۔

☆ عورتوں کا لبوں پر سرخی لگانا

☆ انسولین (شوگر کے ٹیکوں) کا استعمال

☆ سر، مونچھوں وغیرہ پر تیل لگانا

☆ مکھی کا بلاارادہ منہ میں چلے جانا

☆ احتلام

☆ دانت نکلوانا جبکہ خون حلق میں نہ جائے۔

☆ خود بخود الٹی ہو جانا اگرچہ منہ بھر ہو

☆ خون نکلنا

☆ نکسیر پھوٹنا جبکہ خون حلق میں نہ جائے

☆ خون دینا

☆ خون ٹیسٹ کروانا

☆ وِکس بام جسم کے بیرونی حصے پر لگانا

☆ سر کے زخم میں مائع دوائی لگانا

☆ کان میں پانی ڈالنا

☆ کان میں دوائی یا تیل ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ جدید تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کان سے کوئی ایک ایسا راستہ نہیں نکلتا جو حلق یا پیٹ یا دماغ میں جاتا ہو۔ تاہم بعض علما قدیم طب پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ پیٹ کے زخم میں مائع دوائی لگانا، جبکہ زخم معدہ یا آنت میں نہ کھلتا ہو

☆ دھواں، گرد و غبار بلا ارادہ ناک منہ میں چلے جانا

☆ ناک میں پانی ڈالنا جبکہ دماغ میں نہ پہنچے ۔ناک میں پاؤڈر والی دوا لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆ مرد یا عورت کا اپنے پیشاب کے مقام میں دوائی، تیل وغیرہ ٹپکانا۔ عورت کے حوالے سے کتاب میں یہی لکھا ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن طب جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ براہ راست پیٹ تک راستہ نہیں جاتا بلکہ مثانہ بیچ میں حائل ہے۔ اس لیے جو حکم مرد کا ہے وہی عورت کے لیے بھی ہونا چاہیے۔

روزہ توڑنے والی چیزیں

(i) صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں:

☆۔۔۔ روزہ یاد ہو اور بے اختیار پانی وغیرہ حلق میں چلا جائے

☆۔۔۔ جان بوجھ کر منہ بھر اُلٹی کرنا۔ (گو ایسا کوئی کرتا نہیں)

☆۔۔۔ جان بوجھ کر گرد و غبار دھواں ناک یا حلق میں لے جانا

☆۔۔۔ ماہواری آجانا ☆۔۔۔ وِکس بام سے بھاپ لینا

☆۔۔۔ انیمہ کرانا جبکہ پیٹ میں پہنچ جائے

☆۔۔۔ زبردستی کی وجہ سے کھا پی لینا

☆۔۔۔ انہیلر یا وینٹولین کا استعمال (بعض علما کا کہنا ہے کہ انہیلر سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ اس سے جو دوائی منہ میں اسپرے کی جاتی ہے وہ منہ میں ہی غائب ہو جاتی ہے، حلق میں نہیں جاتی)

☆۔۔۔ خون، پیپ کا حلق میں چلے جانا ☆۔۔۔ روئی، گھاس، کاغذ نگل لینا

☆۔۔۔ عورت کا اپنے پیشاب کے مقام میں دوائی، تیل وغیرہ ٹپکانا۔ (جدید طبی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ عورت کے پیشاب کے مقام کا براہ راست کوئی راستہ پیٹ کی طرف نہیں نکلتا اس لیے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔)

☆۔۔۔ ہاتھ کے ذریعے شہوت پوری کرنا جبکہ انزال ہو جائے۔

☆۔۔۔ غلطی سے صبح صادق کے بعد یہ گمان کر کے سحری کھائی کہ ابھی وقت ختم نہیں ہوا۔

☆۔۔۔ منہ میں کھانے کی کوئی چیز رکھ کر سو گیا اور صبح صادق کے بعد آنکھ کھلی۔

☆۔۔۔ غروب آفتاب سے قبل یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطاری کا وقت ہو چکا ہے۔

(ii) قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں:

☆۔۔۔ جان بوجھ کر کھا لینا ☆۔۔۔ جان بوجھ کر پانی دوائی وغیرہ پی لینا

☆۔۔۔ جان بوجھ کر سگریٹ بیڑی پینا ☆۔۔۔ جان بوجھ کر حقہ پینا

☆۔۔۔ جان بوجھ کر نسوار استعمال کرنا ☆۔۔۔ جان بوجھ کر وظیفہ زوجیت ادا کرنا

☆۔۔۔ معلوم تھا کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا پھر بھی کھا پی لینا

قضا اور کفارہ کا مطلب

قضا یہ ہے کہ رمضان اور روزے کے پانچ ممنوع ایام (عیدین اور ایام تشریق یعنی یکم شوال اور ۱۰، ۱۳، ۱۲، ۱۱ ذوالحجہ) کے علاوہ دنوں میں ایک روزے کے بدلے میں ایک روزہ رکھ لیا جائے۔ قضا روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں۔

کفارہ یہ ہے کہ رمضان عیدین اور ایام تشریق کے علاوہ ایام میں دو مہینے مسلسل روزے رکھے جائیں۔ اگر چاند کی یکم کو روزے شروع کرے تو چاند کے حساب سے دو ماہ پورے کرے اور درمیان کی کسی تاریخ سے شروع کرے تو ساٹھ دن لگاتار روزے رکھے۔ اگر بیچ میں ناغہ کر دیا یا عیدین وغیرہ کے دن آگئے تو پھر سے 60 روزے رکھنے ہوں گے۔ البتہ عورت کو ماہواری آجائے تو وہ پھر سے روزے نہیں رکھے گی۔

اگر روزے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ محتاجوں کو پیٹ بھر کر دو وقت کھانا کھلا دیا جائے۔ اگر کھانا پکا کر کھلانا مشکل ہو تو ہر محتاج کو پونے دو کلو گندم یا اتنا ہی آٹا دے دے یا اس کی قیمت دے دی تو وہ بھی جائز ہے۔ واضح رہے کہ صرف رمضان کا روزہ توڑنے پر کفارہ ہے۔ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ جتنے بھی روزے ہیں ان کو جان بوجھ کر توڑنے میں قضا ہے، کفارہ نہیں۔ رمضان کے قضا روزے جان بوجھ کر توڑنے پر بھی کفارہ نہیں، صرف قضا ہے۔ (شامی، ہدایہ)

جن وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے

بہت سے لوگ خصوصاً خواتین اور ملازمت پیشہ افراد معمولی معمولی اعذار کی بنا پر بھی روزہ چھوڑ دیتے یا سرے سے رکھتے ہی نہیں۔ اس لیے یہاں تفصیل سے بتایا جا رہا ہے کہ کن اعذار کی بنا پر روزے چھوڑ سکتے ہیں اور کن کی بنا پر نہیں؟

1۔ دین دار ڈاکٹر کا مشورہ ہو یا اپنا تجربہ ہو کہ روزہ رکھنے سے: بیمار ہو جائے گا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر سے ٹھیک ہو گا یا موت ہو جائے گی تو روزہ نہ رکھنا یا رکھا ہوا روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

2۔ حاملہ عورت کو روزہ رکھنے کی وجہ سے بچے یا اپنی جان جانے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنے / روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

3۔ دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے کی وجہ سے بچے یا اپنی جان جانے کا خطرہ ہو اور بچے کے دودھ کا اور کوئی انتظام بھی نہ ہو تو روزہ نہ رکھنے / روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

4۔ 78 کلو میٹر (تقریباً) کے سفر کی نیت سے گھر سے نکلنے والے شخص کے لیے بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن روزہ رکھ لینے کے بعد کوئی شخص مسافر بنے تو اس کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں۔

5۔ حیض کی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ اگر روزے کے دوران حیض آ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

6۔ نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ اگر روزے کے دوران نفاس آجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

7۔ مسلمان فوج / مجاہدین کو یقین یا غالب گمان ہو کہ رمضان میں دشمن سے جنگ ہو گی اور روزے کی وجہ سے لڑائی میں کمزوری آجائے گی تو ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہی نہیں، بہتر بھی ہے۔ اسی طرح اگر روزے کے دوران اچانک جنگ شروع ہو جائے تب بھی لڑائی میں کمزوری محسوس ہونے کی صورت میں روزہ توڑنا بہتر ہے۔ (شامی: ۲/۱۲۶)

8۔ بے ہوشی بھی وہ عذر ہے جس کی وجہ سے روزہ توڑ دینا یا روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

9۔ اکراہ مُلجی یعنی قتل، عضو ضائع کرنے یا سخت مار پیٹ کی دھمکی دے کر کسی کو روزہ توڑنے یا روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے تو ایسے شخص کے لئے بھی روزہ توڑنا / نہ رکھنا جائز ہے۔

10۔ رمضان کا پورا مہینا پاگل رہنے والے پر بھی روزے واجب نہیں، اگر رمضان کے کسی بھی حصے میں افاقہ ہو گیا تو رمضان کے سارے روزے فرض ہو جائیں گے۔

ان دس قسم کے معذوروں پر روزوں کی قضا اس وقت فرض ہے جب عذر ختم ہو کر قضا کرنے کے برابر وقت بھی ان کو میسر آجائے۔ اگر تمام روزے قضا کرنے کی مہلت نہ ملی کچھ دن کی مہلت ملی تو جتنے دن کی مہلت ملی اتنے دن کے روزوں کی قضا واجب ہے۔

لہٰذا اگر کسی معذور کا عذر کے دوران ہی انتقال ہو گیا تو قضا واجب نہ ہو گی اور اگر مثلاً: 15 روزے عذر کی وجہ سے چھوڑے ہوں اور عذر ختم ہونے کے بعد صرف 10 دن وہ زندہ رہا تو اس پر صرف دس دن کی قضا لازم ہو گی۔ اگر اس نے دس دن کی قضا نہ کی تو دس دن کے فدیے کی وصیت واجب ہو گی، 15 دن کی نہیں اور اگر 15 دن وہ صحیح سالم زندہ رہا پھر بھی اس نے قضا نہ کی تو 15 روزوں کے فدیے کی وصیت اس پر واجب ہو گی۔ (شامی: ۲/ ۱۲۸، ۱۲۷)

یاد رہے مذکورہ دس عذر وہ ہیں جو کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتے ہیں لیکن وہ عذر جو کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے اور صحت کی کوئی اُمید ہی نہ رہے، اس کا حکم مذکورہ اعذار سے مختلف ہے اور وہ یہ کہ جس بیمار کو صحت کی کوئی اُمید نہ رہے اور آخری دم تک روزہ رکھنے سے بالکل مایوسی ہو جائے، چھوٹے اور ٹھنڈے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے تو وہ ہر روزہ کے عوض فدیہ ادا کرے۔ اگر زندگی میں فدیہ ادا نہ کر سکے تو اس کی وصیت کرنا فرض ہے۔

فدیے کی مقدار

ایک روزہ کا فدیہ پونے دو کلو، احتیاطاً دو کلو گندم یا اتنا آٹا یا اس کی قیمت ہے۔ پونے دو کلو (احتیاطاً دو کلو) گندم کی جس علاقے میں جو قیمت ہو، حقیقت میں وہ ہی قیمت ایک فدیے کی ہے۔ سہولت کے لیے علماء کرام اس کی ایک خاص رقم طے کر دیتے ہیں۔ فدیہ محتاج کو دینے سے ادا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ فدیہ ادا کر دینے کے بعد پوری زندگی میں کسی بھی وقت روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو فدیہ کالعدم ہو گا اور قضا لازم ہوگی۔ (شامی: ۲/ ۱۳۰)

غلط فہمی کی بنیاد پر کھالینے کے مسائل

1۔۔۔ بھول کر کھانے کے بعد یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر مزید کھالیا تو یہاں قیاس یہی کہتا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اس لیے دلیل موجود ہونے کی وجہ سے کفارہ واجب نہ ہو گا۔ اگرچہ اس کو صحیح حدیث کا علم ہو کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

2۔۔۔ پچھنے لگانے کے بعد یہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس غلط فہمی میں مزید کھانا کھالیا تو روزہ کا کفارہ بھی واجب ہو گا کیونکہ یہاں کوئی یہ قیاس نہیں کر سکتا کہ روزہ حجامہ سے فاسد ہو جاتا ہے بلکہ ہر فہیم شخص یہی قیاس کرتا ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے باہر نکلنے سے نہیں۔

ہاں! اگر کسی مفتی نے یہ اس کو یہ فتویٰ دیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اس بنا پر کھالیا تو اب کفارہ واجب نہ ہو گا۔ افطر الحاجم والمحجوم والی حدیث اس کو معلوم ہوئی ہو اور اس کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہو تو اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ عند محمد لا یکفر و عند الثانی یکفر

3۔۔۔ غیبت کرنے کے بعد یہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس غلط فہمی میں مزید کھانا کھالیا تو بالاتفاق روزہ کا کفارہ واجب ہو گا کیونکہ یہاں کوئی ایسا قیاس کر ہی نہیں کر سکتا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ والحدیث مؤول بالاجماع

فصل في ما يوجبه على نفسه

ایک ہے التزام بالقول یعنی زبان سے منت ماننا کہ للہ علي صوم یوم النحر

دوسرا ہے التزام بالفعل یعنی یوم النحر کو نفلی روزہ شروع کر دینا۔

اگر پہلی صورت ہو یعنی باقاعدہ منت مانی تھی تو کیونکہ نفس منت معصیت نہیں اس لیے نذر منعقد ہو جائے گی لیکن دوسری طرف یوم النحر کو روزہ رکھنا حرام ہے اس لیے اس کو یہی کہا جائے گا کہ روزہ توڑ کر قضا کر لے لیکن خدانخواستہ روزہ پورا کر لے تو ادا ہو جائے گا۔

دوسری صورت یعنی التزام بالفعل کا یہ حکم نہیں بلکہ وہاں ضروری ہے کہ روزہ توڑ دے اور قضا بھی واجب نہ ہوگی کیونکہ اس دن نفلی روزہ جائز ہی نہیں اس لیے اس کی حفاظت کسی بھی درجے میں واجب نہ ہوگی چنانچہ شروع کرنے سے روزہ واجب ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ توڑنا واجب ہوگا۔

للہ علي صوم یوم النحر کی چھ صورتیں

اگر کسی نے یوں کہا کہ للہ علی صوم یوم النحر اور روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس کی چھ صورتیں ہیں جس کا مدار لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی پر ہے:

	صورتیں	حکم
1	کوئی نیت نہیں کی	الفاظ نذر کے ہیں اس لیے نذر شمار ہوگی لہذا قضا واجب ہوگی

2	صرف نذر کی نیت تھی	الفاظ نذر کے ہیں اس لیے نذر شمار ہوگی لہذا قضا واجب ہوگی
3	نذر کی نیت تھی اور یہ بھی نیت تھی کہ یہ قسم نہیں ہے	الفاظ نذر کے ہیں اس لیے نذر شمار ہوگی لہذا قضا واجب ہوگی
4	قسم کی نیت تھی اور یہ بھی نیت تھی کہ یہ نذر نہیں ہے	مجازی معنی یعنی قسم شمار ہوگی، نذر شمار نہ ہوگی
5	نذر اور قسم دونوں کی نیت کی تھی	طرفین کے نزدیک دونوں ہو جائیں گی وعند ابی یوسف صرف نذر ہوگی کیونکہ حقیقت ومجاز کو بیک وقت جمع نہیں کیا جاسکتا اس لیے صرف حقیقی معنی لیے جائیں گے
6	صرف قسم کی نیت کی	طرفین کے نزدیک نذر اور قسم دونوں ہو جائیں گی، نذر اس لیے کہ نذر اس لفظ کے حقیقی معنی ہیں جس کی نفی اس نے نہیں کی اور قسم اس لیے کہ اس کی نیت اس نے کی ہے۔ وعند ابی یوسف صرف نذر ہوگی۔

لله علي صوم هذه السنة کی صورتیں

	صورتیں	حکم
1	هذه السنة کہہ کر یہ پورا سال متعین کر دیا	اس سال میں مکروہ ایام بھی داخل ہیں اس لیے مکروہ ایام بھی منت میں شامل ہوں گے لیکن وہ بجائے روزے رکھنے کے ان دنوں کی قضا کرے تاکہ گناہ لازم نہ آئے

2	ھذہ السنۃ نہیں کہا لیکن تتابع کی صراحت کر دی کہ پورا سال پے درپے روزے مجھ پر لازم ہیں	پورے سال کے روزے لازم ہیں جن میں مکروہ ایام بھی داخل ہو جائیں گے لیکن وہ بجائے روزے رکھنے کے ان دنوں کی قضا کرنے تا کہ گناہ لازم نہ آئے
3	نہ ھذہ السنۃ کہا نہ تتابع کی صراحت کی بلکہ مطلق کہا کہ ایک سال کے روزے مجھ پر لازم ہیں	ایک سال کے روزے لازم ہوں گے جن کو پے درپے رکھنا لازم نہیں ہو گا۔ اس لیے مکروہ ایام بھی سال میں شامل نہ ہوں گے۔
4	متعین ایام کے اعتکاف کی نیت کی	تو راتیں خود بخود شامل ہوں گی اور تتابع خود بخود لازم ہو گا۔

باب الاعتکاف

اعتکاف سنتِ کفایہ ہے

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے یعنی محلے کے کچھ لوگ اس سنت کو ادا کرلیں تو سب کی طرف یہ سنت ادا ہو جائے گی، اگر اہل محلہ میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو تمام اہل محلہ سنت چھوڑنے کے مرتکب قرار پائیں گے۔

اعتکاف میں بیٹھنے کا وقت

آخری عشرے کے سنت اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے ضروری ہے کہ بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آجائے، غروب آفتاب کے بعد چند لمحے بھی بغیر اعتکاف کے گزر گئے تو یہ سنت اعتکاف نہ ہو گا، نفل ہو جائے گا۔

استثناء کی شرط

اعتکاف میں استثناء کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اعتکاف کی نیت کرتے وقت زبان سے مثلاً یہ کہہ دے کہ میں اعتکاف تو کر رہا ہوں لیکن میں ٹھنڈک کا غسل، ضروری کام، کسی اور جگہ تراویح پڑھانے کے لیے جایا کروں گا۔ اس طرح کا استثناء منت والے اعتکاف میں درست ہے، لیکن کیا رمضان کے سنت اعتکاف میں اس طرح کا استثناء جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ہدایہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ استثناء منت والے اعتکاف میں جائز ہے۔

ومن أوجب على نفسه اعتكاف أيام لزمه اعتكافها بلياليها۔۔۔وإن نوى الأيام خاصة صحت نيته لأنه نوى الحقيقة

کن چیزوں کے لیے نکل سکتا ہے؟

معتکف، اعتکاف سے صرف شرعی یا طبعی حاجت کے لیے نکل سکتا ہے۔ شرعی حاجت، جیسے: جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد جانا شرعی حاجت ہے۔ اذان شرعی حاجت ہے، اس لیے ان کے لیے نکلنا جائز ہے۔ مسجد کو بدبو سے بچانے کے لیے ہوا خارج کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔ معتکف کے لیے طبعی حاجت کے لیے اعتکاف سے نکلنا جائز ہے، جیسے: پیشاب پاخانہ یا غسل جنابت کے لیے نکلنا جائز ہے۔

کن چیزوں کے لیے نکل نہیں سکتا؟

شرعی یا طبعی حاجت کے علاوہ کسی اور کام کے لیے اعتکاف سے نکلنا جائز نہیں۔ اگر شرعی یا طبعی حاجت نہیں تھی پھر بھی اعتکاف سے نکل گیا تو جان بوجھ کر نکلا ہو یا بھول کر، ایک گھڑی کے لیے نکلا یا ایک گھنٹے کے لیے، سنت اعتکاف ختم ہو گیا اور وہ نفلی اعتکاف بن گیا۔ ایسی صورت میں ایک دن اعتکاف کی قضا کرنی چاہیے۔

خواتین کا اعتکاف

مستورہ کو چاہیے کہ نماز پڑھنے کی جگہ اور اس کے برابر ایک مصلے کی جگہ اعتکاف کے لیے متعین کر لے تاکہ آرام سے لیٹ بیٹھ سکے۔ اب اس حدود سے باہر نہ نکلے پورے گھر یا بڑے کمرے کو اعتکاف کے لیے مقرر کرنا صحیح نہیں بلکہ چھوٹا کمرہ ہی اعتکاف گاہ بن سکتا ہے۔ اندازاً یہ جگہ سات آٹھ فٹ کی ہونی چاہیے، اس سے بڑی نہیں۔ بڑا کمرہ ہو تو اس کے اتنے حصے کو معتکف قرار دے دے، پھر اس سے بلا ضرورت باہر نہ نکلے۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ نماز کے لیے بڑا کمرہ مختص ہو تو اس پورے کمرے کو معتکف بنایا جا سکتا ہے۔

کتاب الحج

حج فرض ہونے کی شرائط

جب تمام شرائط میسر ہوں تو حج فرض ہو جاتا ہے اور یہ زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے اور علی الفور واجب ہوتا ہے، علی التراخی کا قول مفتی بہ نہیں۔ لہذا چند سال بلا عذر تاخیر کرے تو فسق کا موجب ہے۔ حج کی دو طرح کی شرطیں ہیں: حج فرض ہونے کی شرطیں اور حج ادا کرنے کی شرطیں

	نفس وجوب کی شرائط	وجوب ادا کی شرائط
1	مسلمان ہو	تندرست ہو
2	عاقل ہو	حکومت کی طرف سے پابندی نہ ہو
3	بالغ ہو	راستہ پر امن ہو
4	نصابِ حج کا مالک ہو	عورت کے ساتھ شوہر یا محرم ہو
5	حج کا وقت ہو	عورت عدت میں نہ ہو

حج فرض ہونے کی شرطیں

1۔ مسلمان ہو۔ کافر پر حج فرض نہیں، کر لے تب بھی ادا نہ ہو گا۔

2۔ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ بالغ بھی ہو۔ نابالغ پر حج فرض نہیں، کر لے تب بھی ادا نہ ہو گا۔

3۔ مسلمان اور بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ عاقل بھی ہو۔ پاگل پر حج فرض نہیں، کر لے تب بھی ادا نہ ہو گا۔

4۔ اوپر کی شرائط کے ساتھ ساتھ آزاد بھی ہو۔ اگر تمام شرائط ہیں لیکن غلام ہے تو حج فرض نہیں، کر لیا تب بھی ادا نہ ہو گا۔ (موجودہ حالات میں غلاموں کا کوئی وجود نہیں اس لیے آج کل اس شرط کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں)

5۔ زادوراحلہ کا مالک ہو یعنی صاحب نصاب ہو۔ اگر اوپر کی تمام باتیں موجود ہوں لیکن نصاب کے برابر مال نہ ہو تو حج فرض نہ ہو گا۔ ہاں! اگر صاحب نصاب نہ ہو لیکن پھر بھی کسی طرح حج کے لیے پہنچ گیا اور نیت فرض حج کی یا مطلق حج کی کی تو حج ادا ہو گیا اور یہی حج اس کے فرض حج کی طرف سے کافی ہے۔ بالفرض بعد میں یہ شخص صاحب نصاب بن جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض نہ ہو گا۔

6۔ اوپر کی تمام شرائط ایسی ہیں جو عموماً لوگ جانتے ہیں اور بآسانی سمجھ لیتے ہیں، لیکن یہاں ان کے ساتھ ایک اور شرط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ اس شرط کو اچھی طرح سمجھنا بہت ہی ضروری ہے، اس شرط کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں، وہ شرط یہ ہے کہ نصاب سمیت اوپر کی تمام شرائط دو میں سے کسی ایک وقت پائی جائیں:

(الف) حج درخواستیں جمع کرانے کے وقت

(ب) شوال، ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دنوں کے اندر اندر

اس کا کیا اثر پڑے گا؟ اس کا اثر یہ پڑے گا کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سارا مال آیا لیکن اس نے ان دو میں سے کسی موقع سے پہلے ہی وہ پیسے کہیں لگا دیے، مثلاً: مکان خرید لیا یا تعمیرات میں خرچ ہو گئے تو اس پر حج فرض نہیں ہوا۔

مثال نمبر 1:

خالد کے پاس جنوری میں دس لاکھ روپے آئے اور اس نے حج درخواستیں جمع کرانے کا وقت (مثلاً: اپریل) شروع ہونے سے پہلے ہی آٹھ لاکھ روپے مکان میں لگا دیے تو اس حج فرض نہیں ہوا۔

مثال نمبر 2:

یاسر کے پاس حج درخواستیں جمع کرانے کا وقت گزرنے کے بعد تین لاکھ روپے ضروریات سے زیادہ آئے اس نے دو لاکھ روپے مکان میں لگا دیے۔ جب شوال ذوالقعدہ کے مہینے آئے تو اس کے پاس صرف پچاس ہزار روپے تھے تو اس حج فرض نہیں ہوا۔

اوپر کی تمام شرطیں موجود ہوں تب بھی ایک اور شرط ہے جو موجود ہونا ضروری ہے وہ یہ کہ اسے یہ معلوم بھی ہو کہ اسلام میں حج فرض ہے۔ لیکن یہ شرط ایسے کافر ملک کے مسلمانوں کے لیے ہے جہاں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے میں مشکلات ہوں اور بسا اوقات انہی مشکلات کی وجہ سے انہیں اسلام کے فرائض کا علم نہ ہو پاتا ہو، ایسے کافر ملک کے مسلمانوں پر حج اس وقت فرض ہو گا جب انہیں مستند ذریعے سے یہ علم ہو جائے کہ حج اسلام کے فرائض میں سے ہے۔

موجودہ دنیا میں غالباً کوئی کافر ملک ایسا نہیں جہاں اس طرح کے مشکل ترین حالات ہوں۔ اس لیے اس شرط کو اہتمام سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حج خود جا کر ادا کرنے کی شرطیں

حج ادا کرنے کی پانچ شرطیں ہیں: پہلی تین شرائط مرد و عورت دونوں کے لیے ہیں اور آخری دو شرطیں ایسی ہیں جن کا تعلق صرف عورت سے ہے۔

1۔ تندرست ہو، بیمار یا جسمانی معذوری نہ ہو۔

2۔ حکومت کی طرف سے حج پر پابندی نہ ہو یا قید میں نہ ہو۔

3۔ راستہ پر امن ہو۔ اکثر و بیشتر قافلے عافیت کے ساتھ پہنچ جاتے ہوں۔

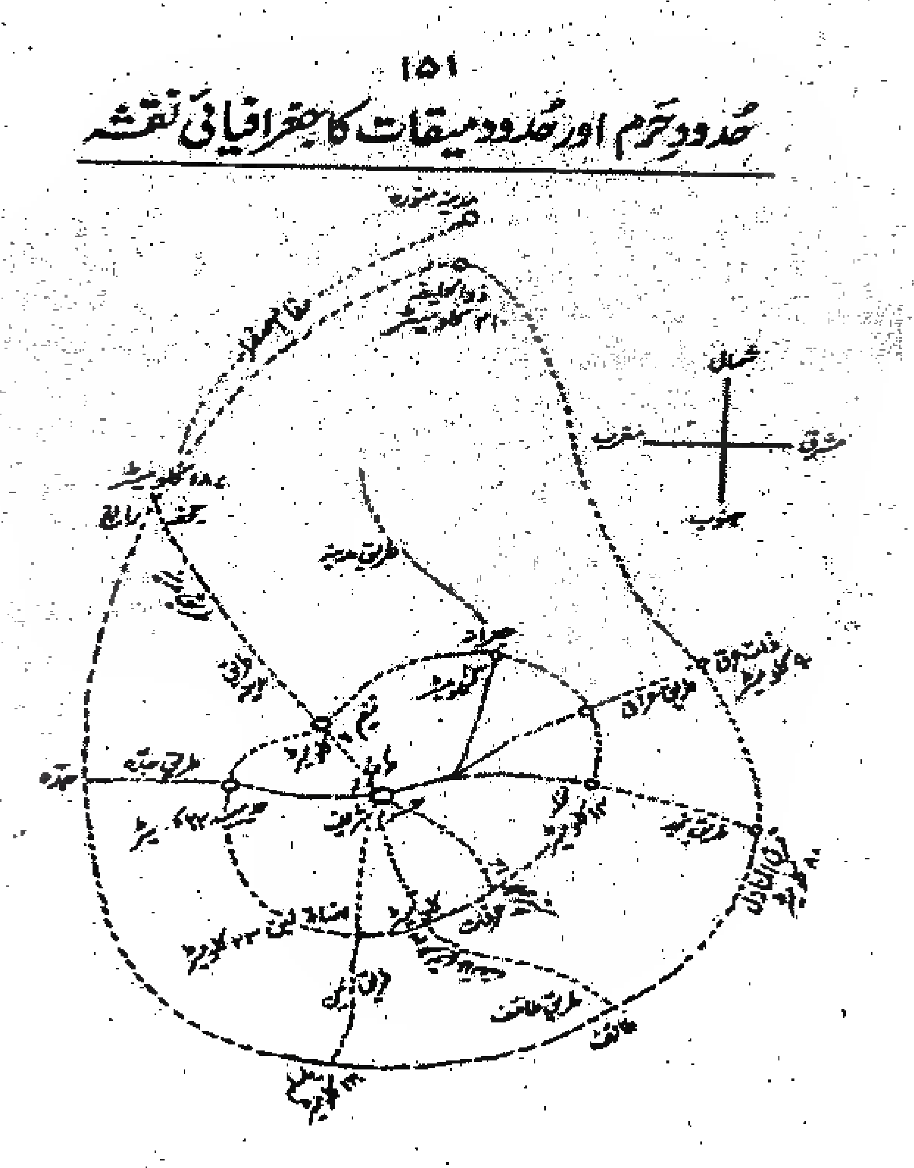
4۔ عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم بھی ہو۔ قریب البلوغ محرم بھی یہ شرط پوری کر سکتا ہے۔ بالکل ہی نابالغ شرط پوری نہیں کرتا۔ بارہ سالہ لڑکا قریب البلوغ ہے۔ اگر محرم ہو لیکن اس کے پاس حج کی حیثیت نہ ہو تو محرم کے حج کی رقم ہونا بھی عورت کے لیے وجوب ادا کی شرط ہے تاہم آج کل کے پر امن حالات میں عورت اگر بوڑھی ہو اور محرم میسر نہ ہو تو صرف حج کی حد تک گروپ کی ثقہ خواتین کے ساتھ حج کے لیے جانے کی گنجائش فقہ شافعی کے مطابق دی گئی ہے۔

5۔ عورت عدت میں نہ ہو۔

فصل في المواقيت

میقات کے مسائل سمجھنے سے پہلے تمہید کے طور پر چند اصطلاحات اور کچھ مسائل جاننا ضروری ہے، اس کے بغیر میقات کے مسائل ذہن نشین نہیں ہو سکتے۔

یوں سمجھیے کہ جس جگہ بیت اللہ واقع ہے وہ دنیا کا وسط ہے، اس کے گرد تین طرح کے دائرے ہیں:



پہلا دائرہ جو بیت اللہ سے نزدیک بھی ہے اور چھوٹا بھی ، اسے حرم کہتے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ مقامات بتائے تھے اور یہاں نشانات لگادیے تھے۔اس کو حرم اس لیے کہتے ہیں کہ اس علاقے میں آکر بہت سی چیزیں جو پہلے حلال تھیں یا دنیا کے دیگر حصوں میں حلال تھیں ،اس جگہ کے تقدس کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ یہاں کے رہنے والوں کو مکی یا حرمی کہا جاتا ہے۔ حرم میں مکہ مکرمہ کے علاوہ بھی کئی علاقے داخل ہیں۔

دوسرا دائرہ حل کہلاتا ہے۔ حرم سے باہر اور پانچ میقاتوں کے اندر اندر جو علاقے واقع ہیں انہیں حل کہا جاتا ہے اور یہاں کے رہنے والوں کو حلی یا میقاتی۔ پانچوں میقات یعنی: ذوالحلیفہ جسے آج کل بیر علی کہتے ہیں، جحفہ (آج کل رابغ) یلملم، ذات عرق اور قرن المنازل ؛یہ سب علاقے حل کا حصہ ہیں۔ جدہ، طائف، تنعیم، جعرانہ، اضاءۃ لبن، عرفات؛ یہ سب علاقے حل میں آتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والوں کو حلی کہا جاتا ہے۔

ان دو دائروں سے باہر ساری دنیا ہے جسے آفاق کہتے ہیں، جیسے: پاکستان، یمن، سوڈان ،ہندوستان، افغانستان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، انٹارکٹیکا، یہ سب ممالک اور براعظم آفاق ہے اور یہاں کے رہنے والے آفاقی۔

ذوالحلیفہ ،جحفہ، یلملم، ذات عرق اور قرن المنازل یہ پانچ میقات ہیں۔ عموما انہی کو میقات سمجھا جاتا ہے، لیکن آگے بتایا جائے گا کہ صرف یہی میقات نہیں، میقات اور بھی ہیں، ان کو میقات کہنا ایک خاص وجہ سے ہے۔ ان میں سے ذوالحلیفہ کو آج کل بیر علی کہا جاتا ہے۔ جحفہ کو رابغ، یلملم کو سعدیہ، ذات عرق کو ضریبہ اور قرن المنازل کو سیل کبیر۔

یہ تین قسم کے لوگ ہوگئے ، اب یہ سمجھیے کہ تینوں کے میقات ایک جیسے نہیں ، بلکہ الگ الگ ہیں اور ان کے احکام میں بھی بہت فرق ہے۔ تفصیل ملاحظہ کیجیے:

	حرم/مکی	حل/حلی، میقاتی	آفاق/آفاقی
1	عمرے کا میقات حل اور حج کا حرم	حج و عمرہ دونوں کا میقات حل ہے۔	ان کا میقات وہ پانچ مواقیت ہیں۔
2	نوعیت کے مطابق اس جگہ کے کسی بھی مقام سے احرام باندھ سکتا ہے۔	تمام حل کے اندر کسی بھی مقام سے احرام باندھ سکتا ہے۔	کسی بھی میقات یا اس کی محاذات سے احرام باندھ سکتا ہے۔ دو میقات آتے ہوں تو پہلے میقات سے باندھنا افضل ہے۔
3	بغیر احرام یہاں رہ سکتے ہیں، جب حج یا عمرے کا ارادہ ہو تبھی احرام واجب ہوتا ہے، ورنہ نہیں۔	حج یا عمرے کے ارادے سے حرم آئیں تب احرام واجب ہوتا ہے، کسی کام سے آئیں تو نہیں۔	حج عمرے کا ارادہ ہو یا کسی کام سے حرم آنا ہو، ہر صورت حج یا عمرے کا احرام باندھ کر آنا واجب ہے۔
4	حرم سے نکل کر حل میں گیا تو واپسی میں حل والا حکم لگے گا، آفاق میں گیا تو واپسی پر آفاق کا حکم لگے گا۔	حل سے آفاق گیا پھر حل واپس آگیا تو حلی ہی رہا، لیکن آفاق سے حرم جاتا ہے تو آفاقی والا حکم لگے گا۔	آفاق سے حل آیا اور کسی کام سے رکا تو حلی بن گیا۔ حل والا حکم لاگو ہوگا۔
5	حرم شریف میں قیام کے دوران مکی والا حکم لگے گا۔	حرم شریف میں قیام کے دوران مکی والا حکم لگے گا۔	حرم شریف میں قیام کے دوران مکی والا حکم لگے گا۔
6	میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا تو واپس میقات پر آنا واجب ہے۔	میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا تو واپس میقات پر آنا واجب ہے۔	میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا تو واپس میقات پر آنا واجب ہے۔
7	تمتع، قرآن کرنا منع ہے۔	تمتع، قرآن کرنا منع ہے۔	تمتع، قرآن جائز ہے۔
8	میقات پر واپس نہ آیا تو گناہ گار ہوگا اور دم بھی واجب ہوگا۔ آگیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔	میقات پر واپس نہ آیا تو گناہ گار ہوگا اور دم بھی واجب ہوگا۔ آگیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔	میقات پر واپس نہ آیا تو گناہ گار ہوگا اور دم بھی واجب ہوگا۔ آگیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔

باب الإحرام

احرام سے پہلے

احرام سے پہلے زائد بال اور ناخنوں کی صفائی کرلیں۔ حجامت بنوالیں، شادی شدہ عازمین حج بیوی کے معذور نہ ہونے کی صورت میں مباشرت کرلیں، ان سب چیزوں کے بعد احرام کی نیت سے غسل کریں، یہ غسل سنت مؤکدہ ہے۔ غسل نہ ہوسکے تو وضو کریں۔ عورت ماہواری کی حالت میں ہوتب بھی غسل کرنا سنت ہے۔

مردوں کا احرام:

بہتر یہ ہے کہ گھر سے ہی احرام اوڑھ لیا جائے۔ مرد حضرات ایک چادر تہبند کے طور پر باندھ لیں اور ایک چادر اوڑھ لیں۔ یہ دونوں چادریں سفید نئی یا دھلی ہوئی ہوں۔ چادر اچھی طرح اُڑس لیں۔

بعض حضرات یہیں سے سیدھا کندھا اور بازو کھلا کر دیتے ہیں، یہ وقت اس کا محل نہیں، یہ عمل اس وقت خلاف سنت ہے۔ پھر بدن پر خوشبو لگائیں، البتہ کپڑوں پر ایسی خوشبو نہ لگائیں جو دھبہ چھوڑتی ہو۔

> والممنوع عنه التطيب بعد الإحرام والباقي كالتابع له لاتصاله به بخلاف الثوب لأنه مباين عنه.

مکروہ وقت نہ ہو تو سر ڈھانک کر دو رکعت احرام کے نفل پڑھیں، یہ نوافل کندھے ڈھک کر ہی پڑھے جائیں گے۔

خواتین کا احرام:

خواتین بدستور سلے ہوئے کوئی سے بھی کپڑے پہن لیں، سلے ہوئے کپڑے پہننے کے بعد کوئی ڈھیلا عبا پہن لیں۔ سر کے بالوں کو چھپالیں، لیکن پیشانی نہ چھپائیں۔ عام حالت کی طرح احرام میں بھی جوان عورتوں کے لیے پردہ ضروری ہے اور چہرہ پر کپڑا نہ لگنا بھی ضروری ہے، اس لیے چھجے والا ہیڈ سر میں لگائیں اور اس پر نقاب گرادیں! اس طرح پردہ بھی ہو جائے گا اور چہرے پر کپڑا بھی نہیں لگے گا۔ بزرگ خواتین کے لیے پردہ معاف ہے اس لیے ان کے لیے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے، گو پردہ کرنا ان کے لیے بھی مستحب ضرور ہے۔

غير أنها لا تكشف رأسها " لأنه عورة " وتكشف وجهها " لقوله عليه الصلاة والسلام " إحرام المرأة في وجهها " " ولو سدلت شيئا على وجهها وجافته عنه جاز " هكذا روى عن عائشة رضي الله عنها

نیت:

جب جہاز پرواز کرنے لگے تب نیت کرنا بہتر رہتا ہے۔ نیت سے پہلے سر ننگا کرلیں! نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس کے لیے کوئی مخصوص الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔ عمرے کی نیت کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھیں۔

تلبیہ:

تلبیہ کے ماثور الفاظ یہ ہیں، ان میں کمی کرنا مناسب نہیں، گو اضافہ جائز ہے۔

"لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَاشَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِيْکَ لَکَ"

احرام کس چیز کا نام ہے؟

واضح رہے کہ صرف احرام کے کپڑے (کی چادریں) باندھنے یا صرف عمرہ /حج کی نیت کرنے یا صرف تلبیہ پڑھنے سے آدمی شرعاً محرم نہیں ہوتا، بلکہ احرام کے کپڑے پہن کر عمرہ /حج کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنے سے آدمی محرم ہوتا ہے اور اس پر احرام کی پابندیاں لاگو ہوجاتی ہیں۔ تلبیہ تین بار پڑھنا مستحب ہے۔ چادریں پہنے بغیر صرف نیت اور تلبیہ پڑھنے سے بھی احرام شروع ہوجاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ عام لباس سلا ہوا ہوتا ہے جس سے جرمانہ لاگو ہوتا ہے اس لیے احرام کی چادریں پہن کر نیت کرنے کا کہا جاتا ہے۔ تلبیہ کی جگہ کوئی اس کے متبادل الفاظ اپنی زبان میں کہہ دینے سے بھی تلبیہ ادا ہوجاتا ہے۔

عمرہ

عمرے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں، سال بھر میں (حج کے پانچ دنوں کے علاوہ)جب چاہیں عمرہ ہوسکتا ہے۔ ایک سفر میں کئی عمرے بھی کیے جاسکتے ہیں۔ عموماً حجاج کرام کا حج، حج تمتع ہوتا ہے اور حج تمتع میں عمرہ اور حج دونوں ایک سفر میں ادا کرنے ہوتے ہیں۔ طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے حج کے دنوں سے قبل عمرہ ادا کرنا ہوتا ہے پھر اس سے حلال ہوکر حج کے دنوں میں حج کرنا ہوتا ہے، اس لیے ہم پہلے عمرے کا طریقہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد اگلے صفحات میں حج کا طریقہ ملاحظہ کیجیے گا۔

والعمرة لا تفوت وهي جائزة في جميع السنة إلا خمسة أيام يكره فيها فعلها وهي يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق " لما روي عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها كانت تكره العمرة

عمرہ حج اصغر ہے۔ عمرے کے اندر دو فرض، دو واجب اور آٹھ پابندیاں ہیں۔ احرام اور طواف۔ یہ دو چیزیں فرض ہیں جبکہ سعی اور حلق یہ دو چیزیں واجب ہیں۔ ان کے علاوہ چیزیں سنن یا مستحبات میں سے ہیں۔

عمرہ کا طریقہ یہ ہے:

1۔ احرام کی چادریں پہن کر عمرے کی نیت سے تلبیہ پڑھیں۔ یہ عمرے کی اہم شرط ہے۔ (اپنے ملک سے مکہ آرہے ہیں تو جہاز اڑتے وقت نیت کر لینا بہتر رہتا ہے۔) احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ کا ورد شروع کر دیں، تلبیہ کو اپنا نعرہ اور ترانہ سمجھیں۔

2۔ احرام باندھ کر جیسے ہی عمرے کی نیت سے تلبیہ پڑھا تو آپ پر یہ پابندیاں عائد ہو گئیں:

- آپ خوشبو استعمال نہیں کر سکتے۔
- بال نہیں کاٹ سکتے۔
- ناخن نہیں کاٹ سکتے۔
- مرد حضرات سلا ہوا لباس نہیں پہن سکتے۔ خواتین روزمرہ کی طرح سلا ہوا لباس ہی پہنیں گی۔
- مرد حضرات ایسی چپل نہیں پہن سکتے جس سے پیر کے بیچ کی ابھری ہوئی ہڈی، ٹخنہ، ایڑی اور اس سے اوپر کی ہڈی چھپ جائے۔
- مرد چہرہ اور سر جبکہ خواتین چہرہ نہیں ڈھانپ سکتیں۔

- جنسی بات یا کوئی بھی جنسی فعل نہیں کر سکتے۔
- واجبات میں سے کسی واجب کو نہیں چھوڑ سکتے۔
- خشکی کے جانور کو شکار نہیں کر سکتے۔ جوں نہیں مار سکتے۔

ان پابندیوں کی خلاف ورزی سے جرمانہ واجب ہوتا ہے۔ بڑے جرم پر بڑا جرمانہ، چھوٹے پر چھوٹا جرمانہ لگتا ہے۔

3۔ میقات سے پہلے احرام کی نیت کر لیں۔ یہ واجب ہے۔ میقات سے احرام کے بغیر گزر گئے تو دم واجب ہو گا۔

4۔ مکہ پہنچ کر سامان وغیرہ رکھنے اور آرام کر لینے کے بعد عمرے کا پہلا عمل طواف کرنا ہے ۔ عمرے میں طواف فرض ہے۔ حجر اسود کے قریب پہنچتے ہی تلبیہ کہنا بند کر دیں۔ عمرہ کے اختتام اور حج کے احرام تک تلبیہ نہیں پڑھنا۔ طواف میں تین کام شروع میں کرنے ہوتے ہیں، ایک کام درمیان میں اور تین کام آخر میں۔ طواف شروع کرنے سے پہلے اضطباع، استقبال اور استلام کرنا ہوتا ہے۔ درمیان میں رمل اور آخر میں دو رکعت واجب الطواف پڑھنا، ملتزم جانا اور آب زم زم پینا ہوتا ہے۔

طواف کی ابتدا حجر اسود سے ہوتی ہے۔ حجر اسود کی سمت کو ظاہر کرنے کے لیے وہاں علامت (سبز لائٹ) بنائی گئی ہے۔ اس علامت کو دیکھتے ہوئے پہلے اضطباع کریں (یعنی داہنی بغل کے نیچے سے چادر کا پلّو نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دیں، اس طرح آپ کا دایاں کندھا کھلا رہے گا) اس کے بعد حجر اسود کے قریب یا دور جہاں بھی جگہ ملے وہاں اس طرح کھڑے ہوں کہ حجر اسود آپ کے دائیں طرف ہو جائے اس کے بعد طواف کی نیت کر کے دائیں طرف اتنا چلیں

کہ حجر اسود بالکل سامنے آجائے، پھر تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں جس طرح تکبیر تحریمہ میں کانوں تک اٹھاتے ہیں، تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں۔ اس عمل کو استقبال کہتے ہیں۔ اب حجر اسود کا استلام کریں، حجر اسود کے استلام کا طریقہ یہ ہے کہ حجر اسود کے بالمقابل جہاں کھڑے ہیں وہیں سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے ایک بار حجر اسود کی طرف اس طرح اشارہ کریں جیسے آپ حجر اسود کو ہاتھ لگا رہے ہوں، اشارہ کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ" کہیں اور ہتھیلیوں کو چوم لیں، اگر ازدحام نہ ہو تو حجر اسود کو مذکورہ طریقے سے بوسہ دیں۔ ازدحام میں گھس کر ایذائے مسلم کا سبب بننا جائز نہیں۔

اس کے بعد طواف شروع کریں۔ یاد رہے بغیر وضو طواف کرنا جائز نہیں۔ حجر اسود سے کعبہ کے دروازے کی طرف چلتے ہوئے ایک چکر پورا کریں! سات چکر اسی طرح پورے کریں! پہلے تین چکروں میں رمل کرنا ہو گا (رمل کا مطلب ہے سینہ نکال کر پہلوانوں کی طرح اکڑ کر چلنا) باقی چکر عام رفتار سے کریں۔ خواتین رمل نہیں کریں گی۔ رمل صرف اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو۔ لأن السعي لم يشرع إلا مرة والرمل ما شرع إلا مرة في طواف بعده سعي "

ہر چکر میں اضطباع بھی ہے اور حجر اسود کا استلام بھی ۔ طواف میں رکن یمانی کو دونوں ہاتھ لگا سکتے ہوں تو لگائیں یا صرف دایاں ہاتھ لگائیں صرف بایاں ہاتھ نہ لگائیں۔ رکن یمانی کو ہاتھ لگا کر بوسہ نہ دیں۔ رکن یمانی کو بوسہ دینا ثابت نہیں۔ تاہم یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اگر رکن یمانی کو خوشبو لگی ہو جیسا کہ عموماً لگی ہوتی ہے تو محرم اس کو ہاتھ نہ لگائے۔

طواف کے آخر میں پھر حجر اسود کا استلام کریں۔ اس طرح ایک طواف میں آٹھ بار حجر اسود کا استلام ہو گا! طواف سے فارغ ہونے کے بعد اپنے داہنے کندھے کو دوبارہ ڈھک لیں! طواف کے بعد دو رکعت طواف کی نیت سے پڑھنا واجب ہے ۔ مقام ابراہیم کے پیچھے یہ

دو رکعت پڑھنا صرف مسنون ہے۔ لہذا ہجوم کی وجہ سے وہاں جگہ نہ ملے تو حطیم کے پیچھے یا حرم میں کسی اور جگہ پڑھ لیں، کسی کو ایذا نہ دیں۔ اس کے بعد (با آسانی ممکن ہو تو) ملتزم کے پاس آکر خوب دُعائیں کریں، یہ قبولیت دعا کا موقع ہے۔ اس کے بعد آب زمزم پییں۔

طواف کے چکروں کی دُعائیں

طواف کے چکروں کے دوران اکثر دُعائیں ثابت نہیں۔ یہ دُعائیں ثابت ہیں:

۱) حجر اسود کا استلام اور طواف شروع کرتے وقت یہ دعا ثابت ہے: ''بسم اللہ واللہ اکبر ایمانا باللہ وتصدیقا بما جاء بہ محمد ☐ '' (الام للشافعی: ج 3 ج 140 بحوالہ غنیۃ الناسک: ص 166)

۲) طواف کے دوران یہ دعا ثابت ہے: ''رَبَّنَاآتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِی الْأَخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ''

چکروں کی بقیہ دعاؤں میں سے بعض دُعائیں ضعیف احادیث سے منقول ہیں، اس لیے ان کو سنت سمجھنا درست نہیں۔ اس کے علاوہ دُعائیں بزرگوں سے منقول ہیں، سنت سے ثابت نہیں۔ اس لیے ان کو سنت سمجھ کر پڑھنا یا ان کو ضروری سمجھنا جائز نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی زبان میں جس قدر دعائیں اپنے لیے اپنی عیال کے لیے اور تمام امت کے لیے مانگ سکتے ہوں، مانگیں۔ عربی دعائیں یاد نہ ہونے کی وجہ سے دعائیں ترک نہ کریں۔

5۔ اس کے بعد آپ نے صفا مروہ کی سعی کرنی ہے۔ باوضو سعی کرنا سنت ہے۔ جب سعی کا ارادہ کریں تو سب سے پہلے سعی کی نیت سے حجر اسود کا استلام کریں! اور پھر پہلے صفا پہاڑی پر اتنا چڑھیں کہ بیت اللہ نظر آنے لگے۔ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگیں اور اس کے بعد مروہ کی طرف چلیں اور جب دو سبز بتیوں تک پہنچیں تو مرد حضرات ان کے درمیان متوسط

رفتار سے دوڑیں، خواتین نہیں دوڑیں گی۔ پھر جب مروہ پر پہنچیں تو مروہ پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر دُعائیں مانگیں اور اس کے بعد صفا کی طرف چلنا شروع کریں اور جب ذو سبز بتیوں کے درمیان پہنچیں تو اسی طرح دوڑیں۔ کل سات بار اسی طرح کریں، سعی صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا ضروری ہے۔ سعی کے بعد دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

6۔ سعی کے بعد حلق یا بال کٹوانا واجب ہے۔ بعض لوگ صرف ایک طرف سے چند بال کتروا لیتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے۔ اور اس طرح کرنے سے دم واجب ہوتا ہے۔ بال کتروانے کا صحیح طریقہ یہ ہے مرد حضرات پورے سر کا حلق کروائیں یہ افضل ہے۔ پورے سر کے بال کتروا لیے تو بھی جائز ہے۔ چوتھائی سر کے بال کٹوانے سے واجب ادا تو ہو جاتا ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اس لیے پورا سر یا تو حلق کروائیں یا بال پورے سر کے کٹوائیں۔ عورتیں بال نہیں منڈوا سکتیں۔ عورتوں کے لیے پورے سر کے بالوں کو ایک پورے کے بقدر کاٹنا بہتر جبکہ چوتھائی سر کے بالوں کا کم از کم ایک پورے کے بقدر کاٹنا واجب ہے۔ اس پر آپ کا عمرہ مکمل ہو گیا۔

عمرہ کرنے کے بعد کیا کریں؟

اب چاہیں تو مکہ میں ہی رہیں، چاہیں تو مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں۔ یہ یاد رہے کہ اگر آپ مدینہ تشریف لے گئے ہیں تو مکہ واپسی کے وقت ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے۔ بہر حال جب تک مکہ میں رہیں تو خوب طواف اور نفلی عبادات میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں! اگر مکہ میں رہتے ہوئے دوبارہ عمرہ کرنا ہے تو اسی طریقے سے کریں، البتہ احرام مسجد عائشہ یا جعرانہ سے باندھنا ہو گا۔

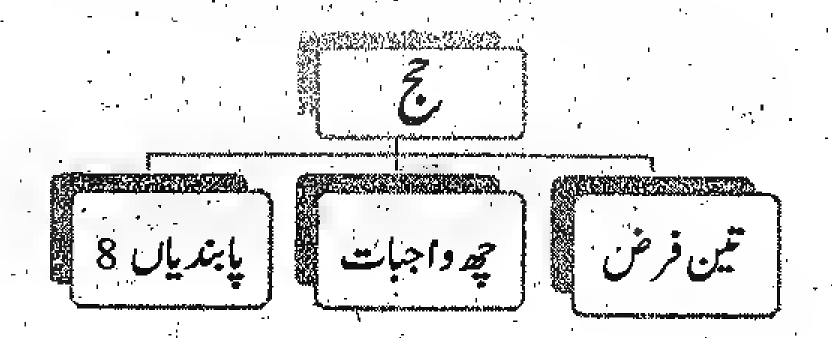
****

حج کا طریقہ

پانچ دنوں میں، پانچ مقامات پر، سات عبادتوں کو ادا کرنے کا نام "حج" ہے۔ پانچ مقامات یہ ہیں: منیٰ، عرفات، مزدلفہ، بیت اللہ، صفامروہ سات عبادات یہ ہیں: احرام، وقوف، رمی، قربانی، حلق، طواف، سعی۔

حج کا ایک خاص وقت مقرر ہے، اس کے علاوہ حج نہیں ہو سکتا۔ حج کے اندر تین فرض، چھ واجبات اور آٹھ پابندیاں ہیں: تین فرائض یہ ہیں: احرام، وقوف عرفہ اور طواف زیارت۔ چھ واجبات یہ ہیں: مغرب تک عرفات میں ٹھہرنا، وقوف مزدلفہ، صفامروہ کی سعی، تین دن رمی جمرات، قربانی، حلق یا قصر، طواف وداع۔

(غنیۃ الناسک: ص78، 79 طبع دار رائدۃ فی الطباعۃ والنشر والتوزیع)



1۔ احرام کی چادریں پہن کر حج کی نیت سے تلبیہ پڑھیں۔ یہ حج کی اہم شرط ہے۔ صرف حج کی نیت سے جا رہے ہیں تو جہاز اڑتے وقت نیت کر لینا بہتر رہتا ہے اور حج تمتع کر رہے ہیں تو مکہ جا کر آپ عمرہ کر چکے ہوں گے اور مکہ میں ہی ہوں گے اس لیے اب 8 ذوالحج کو مکہ میں ہی حج کی نیت کرنا ہو گی۔

2۔احرام باندھ کر جیسے ہی نیت کی تو آپ پر احرام کی پابندیاں عائد ہو گئیں، یہ وہی پابندیاں ہیں جو پہلے آپ نے ملاحظہ کر لیں۔

3۔ صرف حج کرنا ہے یا قرآن کرنا ہے تو سنت طواف کریں، جسے طواف قدوم کہتے ہیں، لیکن حجاج کرام عموماً حج تمتع کرتے ہیں جس میں طواف قدوم منع ہے، اس لیے حج تمتع ہے تو طواف قدوم نہ کریں!

4۔ آٹھ ذوالحجہ منی میں گزاریں۔ یہاں پانچ نمازیں: ظہر تا فجر پڑھنی ہیں۔ یہ عمل مستحب ہے۔ فرض یا واجب نہیں۔

لما روى أن النبي عليه الصلاة والسلام صلى الفجر يوم التروية بمكة فلما طلعت الشمس راح إلى منى فصلى بمنى الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم راح إلى عرفات

منی میں قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

جس شخص کو آٹھ ذی الحجہ سے پہلے پندرہ دن مکہ میں قیام کا موقع نہیں ملا، البتہ منی کے دن ملا کر پندرہ دن ہو جائیں گے تو وہ مسافر ہے یا مقیم؟ یہ دور حاضر کا اختلافی مسئلہ ہے۔ قدیم تحقیق یہ ہے کہ منی الگ شہر ہے اور مکہ الگ، مکہ میں پندرہ دن قیام نہیں ہوا اور منی میں بھی پندرہ دن قیام نہیں ہوتا، اس لیے یہ شخص مسافر ہے، نماز قصر ہی کرے گا۔

دوسری طرف عصر حاضر کے بڑے علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ منی، عرفا اور قانوناً اب مکہ مکرمہ کا حصہ ہے اس لیے مکہ منی مزدلفہ عرفات ان سب کو ملا کر جن کا قیام پندرہ دن یا زیادہ کا ہو ان حضرات کے نزدیک وہ نمازوں کی حد تک مقیم بن جائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا۔

5۔نوذوالحجہ کی نماز فجر منی میں پڑھنے کے بعد عرفات روانہ ہو جائیں۔اس دن زوال سے 10 ذوالحجہ کی صبح صادق تک کسی بھی گھڑی عرفات میں ٹھہرنا، چاہے کوئی سی بھی حالت میں ہو، فرض ہے۔جبکہ مغرب تک ٹھہرنا واجب ہے۔

ومن أدرك الوقوف بعرفة ما بين زوال الشمس من يومها إلى طلوع الفجر من يوم النحر فقد أدرك الحج " فأول وقت الوقوف بعد الزوال عندنا لما روى أن النبي عليه الصلاة والسلام وقف بعد الزوال وهذا بيان أول الوقت وقال عليه الصلاة والسلام " من أدرك عرفة بليل فقد أدرك الحج ومن فاته عرفة بليل فقد فاته الحج " وهذا بيان آخر الوقت

وقوف عرفہ کے دوران ظہر وعصر کو جمع کرنا بالاتفاق سنت یا مستحب ہے، واجب کسی کے نزدیک بھی نہیں۔ (غنیۃ الناسک ص242)۔

عرفات میں جمع تقدیم کی شرائط

حنفی کے لیے عرفات کی نمازیں اپنے خیموں میں جمع کرکے پڑھنا درست نہیں۔ کیونکہ عرفات میں نمازیں جمع کرکے پڑھنے کی پانچ شرائط ہیں: 1۔ظہر پہلے ہو اس کے بعد عصر پڑھی جائے۔2۔جماعت سے نمازیں پڑھی جائیں۔3۔بڑی شرط یہ ہے کہ امیر حج کی امامت میں نمازیں پڑھی جائیں۔4۔احرام کی حالت میں پڑھی جائیں۔5۔حج کا احرام ہو، عمرہ کا نہیں۔

خیموں میں نماز پڑھنے کی صورت میں تیسری شرط نہیں پائی جاتی اس لیے انفرادی جماعت میں جمع درست نہیں، انفرادی جماعت یا تنہا نماز میں ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھیں۔

6۔عرفات میں سورج غروب ہو جانے کے بعد مزدلفہ کی طرف نکلنا ہے۔ ومن صلى المغرب في الطريق لم تجزه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وعليه إعادتها ما لم يطلع الفجر

اصل وقت سے پہلے ہی مزدلفہ سے نکل جانا:

وقوفِ مزدلفہ کا وقت صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے۔ بعض لوگ صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ سے نکل جاتے ہیں۔ گزشتہ سالوں میں ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں۔ یاد رکھیں اس سے دم واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے بچیں۔ البتہ مریض، عورت اور بچے ازدحام کی وجہ سے پہلے چلے جائیں تو ان پر دم واجب نہیں۔

7۔ مزدلفہ کی رات میں مغرب اور عشا کی نمازوں کو ایک ساتھ عشا کے وقت میں پڑھنا واجب ہے، جماعت سے پڑھنا سنت ہے، انفرادی پڑھیں تب بھی اکٹھی پڑھنی ہیں۔ اس لیے یہ دو نمازیں بہر صورت اکٹھی ہی پڑھیں۔ (غنیۃ الناسک: ص 263)

8۔ مزدلفہ میں ایک گھڑی قیام واجب ہے۔ مزدلفہ میں قیام کا واجب وقت بہت مختصر ہے۔ 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے طلوع آفتاب تک۔ (معلم الحجاج: ص 172) کوئی اس سے پہلے وقوف کر کے چلا گیا یا اس کے بعد وقوف کیا (جیسا آج کل ہو رہا ہے) تو اس کا واجب ادا نہ ہو گا۔

9۔ دس ذوالحجہ۔ منیٰ پہنچ کر صرف جمرۃ العقبہ کو سات کنکریاں مارنی ہیں۔ یہ عمل بھی واجب ہے۔ اس دن رمی کا بنیادی وقت صبح صادق سے لے کر اگلے دن کی صبح صادق تک ہے۔ طلوع سے زوال تک مسنون وقت ہے۔ زوال سے غروب تک جائز وقت ہے۔ طلوع سے پہلے اسی طرح غروب کے بعد وقت مکروہ ہے۔ البتہ عذر ہو تو کراہت نہیں۔ (غنیۃ: ص 291، 290)

جمرات کو کنکر خود مارنا ضروری ہے، چاہے عورت ہو یا ضعیف! اگر کسی اور سے کنکریاں لگوائیں تو رمی ادا نہ ہو گی، اس کے ذمے واجب رہے گی اور ادا نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہو گا۔

البتہ یہ عورتوں اور ضعیفوں کے لیے یہ آسانی دی گئی ہے کہ وہ دن کو رش کی وجہ سے کنکریاں نہ مار سکتے ہوں تو رات کو ماریں، صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے مار لیں۔

بعض صورتوں میں کسی اور سے کنکریاں لگوا سکتے ہیں مثلاً: یہ کہ وہ بے ہوش ہو جائے یا اتنا کمزور یا بیمار ہو کہ کھڑے ہو کر نماز بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو ان کی طرف سے کوئی اور کنکریاں مار سکتا ہے؛ کیونکہ ان صورتوں میں یہ شخص یا تو رمی ہی نہیں کر سکتا یا رمی سے سخت تکلیف ہو گی اس لیے ان کے لیے یہ گنجائش دی گئی ہے۔ البتہ مریض ایسا ہو جو سوار ہو کر بآسانی رمی کر سکتا ہو یا تکلیف شدید نہ ہوتی ہو تو اس کی نیابت جائز نہیں بلکہ اسے خود رمی ادا کرنا ضروری ہے۔

10۔ کنکریاں مار کر قربانی کرنی ہے۔ صرف حج کیا ہے تو یہ قربانی نفلی ہے، حج تمتع یا قرآن کیا ہے تو قربانی واجب ہے۔

11۔ قربانی سے فارغ ہو کر بال منڈوانے یا کتروانے ہیں۔ یہ واجب ہے۔

12۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ آ کر طواف زیارت کرنا ہے جو حج کا تیسرا اور آخری فرض ہے۔ طواف زیارت کا وقت 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے۔

13۔ طواف کے بعد صفا مروہ کے سات چکر لگانے ہیں۔ یہ واجب ہے۔

14۔ گیارہ بارہ ذوالحجہ کے دن منیٰ میں گزاریں اور دونوں دن تینوں جمرات کی رمی کریں۔

ان دونوں دنوں میں رمی کا بنیادی وقت زوال سے صبح صادق تک رہتا ہے۔ البتہ غروب تک مسنون وقت ہے اس کے بعد مکروہ۔ (غنیہ: ص 292) تیرہ ذوالحجہ کو رمی کرنے نہ

کرنے کا اختیار ہے، بہتر یہ ہے کہ رک جائے اور رمی کر لے، تیرہ کو رمی کا وقت صبح صادق سے غروب تک ہے، تاہم سنت وقت زوال سے شروع ہوتا ہے، زوال سے پہلے مکروہ وقت ہے۔

15۔ جب مکہ سے وطن واپسی کا ارادہ ہو تو طواف وداع کریں۔ یہ واجب ہے۔

16۔ حج مکمل ہونے کے بعد جتنے چاہیں عمرے کر سکتے ہیں، کوئی ممانعت نہیں۔

باب القران

احناف کے نزدیک حج قرآن افضل ہے افراد اور تمتع سے۔ کیونکہ اس میں جدم واجب ہو جائے تو دودم دینے پڑتے ہیں، دو طواف اور دوبار سعی کرنی پڑتی ہے۔ اس کا احرام بہت طویل ہوتا ہے کیونکہ اس میں عمرہ کر کے حلال بھی نہیں ہو سکتے بلکہ حج کے بعد ہی حلال ہو سکتے ہیں اس لیے مشقت زیادہ ہونے کی وجہ سے قران افضل ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ احرام بھرتے وقت ایک ساتھ حج و عمرہ کی نیت کریں اللهم إني أريد الحج والعمرة فيسرهما لي وتقبلهما مني پھر مکہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرے یعنی طواف اور سعی کرے لیکن سر نہ منڈوائے، پھر حج کے بعد سر منڈوا کر دونوں احراموں سے حلال ہو جائے۔ حج افراد کی طرح حج قران میں بھی طواف قدوم سنت ہے۔ طواف قدوم حج تمتع میں منع ہے۔ حج افراد میں قربانی واجب نہیں، قران اور تمتع میں دم شکر دینا واجب ہے۔

امام شافعی کے نزدیک حج قران میں نیت عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ کی جاتی ہے لیکن مناسک ادا کرتے وقت دونوں احراموں کے لیے الگ الگ طواف اور سعی کی ضرورت نہیں

بلکہ ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی دونوں احراموں کی طرف سے کافی ہے۔ تشریح کے اسی فرق کی وجہ سے امام شافعی کے نزدیک حج افراد افضل ہے۔

نقشہ حج تمتع

ارکان	طریقہ	احکام
احرامِ عمرہ	1۔ غسل کریں اور دو رکعت نوافل کندھے ڈھانک کر پڑھیں! 2۔ میقات سے پہلے عمرے کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ پڑھیں۔ 2۔ میقات سے پہلے نیت نہ کی اور تلبیہ نہ پڑھا۔	سنت واجب دمِ واجب
عمرہ	بیت اللہ شریف جاکر پہلے طواف کریں، اس طواف میں رمل واضطباع کرلیں، پھر سعی کریں۔ سعی کے بعد مرد حلق یا قصر کروالیں اور عورتیں بال کترولیں۔ عمرہ ہوگیا اور آپ حلال ہوگئے۔ احرام کی پابندیاں ہٹ گئیں۔	طواف، سعی اور حلق کے احکام حج کے ذیل میں دیکھ لیجیے!

احرامِ حج	1۔ آٹھ ذوالحجہ کو غسل کریں اور دو رکعت نوافل کندھے ڈھانک کر پڑھیں! 2۔ حرم کی کسی بھی جگہ سے حج کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ پڑھیں!	سنت احرام باندھنا فرض ہے
8/ذوالحجہ منیٰ کا پہلا قیام	1۔ آٹھ ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد منیٰ جائیں اور یہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھیں: ظہر، عصر، مغرب، عشا، فجر 2۔ نو کی فجر سے 13 کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق	مسنون عمل ہے واجب
9 ذوالحجہ کا دن وقوفِ عرفات	1۔ 9 ذوالحجہ کی زوال سے 10 ذوالحجہ کی صبح صادق تک کسی بھی وقت عرفات میں ٹھیریں! 2۔ امام کے پیچھے ہو تو ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں، سنتیں نہ پڑھیں، لیکن آج کل عموماً اس طرح کرنے میں شرعی خامیاں رہ جاتی ہیں اس لیے ظہر اور عصر اپنے وقت ہی میں معروف طریقے کے مطابق پڑھیں! 3۔ غروب تک ٹھیریں! 4۔ کھڑے ہو کر وقوف کریں!	فرض اور رکنِ اعظم سنت غروب تک ٹھیرنا واجب سنت

عید کی رات **وقوفِ مزدلفہ**	1۔ نو ذو الحجہ کا سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ روانہ ہو جائیں اور پوری رات مزدلفہ میں قیام کریں!	سنت موکدہ
	2۔ مغرب اور عشا کی نماز ملا کر عشا کے وقت میں ایک اذان ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں، عشا کے فرض کے بعد سنتیں اور وتر پڑھیں!	واجب
	3۔ صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک ٹھیرنا	واجب
	4۔ ستر کنکریاں رمی کے لیے جمع کر لیں!	مستحب
10 ذوالحجہ **منیٰ کا دوسرا قیام** **رمی کے لیے**	1۔ دس ذوالحجہ کو صبح صادق کے بعد فجر مزدلفہ میں، اول وقت میں پڑھ کر بڑے جمرے کی رمی کے لیے روانہ ہو جائیں!	سنت
	2۔ بڑے جمرے کو سات کنکر ماریں، اس دن یہی ایک رمی ہوگی۔	واجب
	3۔ رمی شروع کرتے ہی تلبیہ بند کر دیں!	
	4۔ دس کے طلوع سے زوال تک رمی کرنا	سنت
	5۔ زوال سے غروب تک رمی کرنا	مباح
	6۔ صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اور غروب کے بعد رمی	مکروہ

10-12 ذوالحجہ قربانی	رمی کے بعد تسلی سے قربانی کریں!	قران و تمتع والے پر قربانی واجب ہے جبکہ حج افراد کرنے والے کے لیے مستحب
10 ذوالحجہ قربانی کے بعد حلق	مرد کے لیے: 1۔ قربانی کے بعد پورا سر منڈوانا 2۔ چوتھائی سر کے بال پورے سے زیادہ کتروانا عورت کے لیے: 1۔ سارے سر کے بال سے ایک پورے سے کچھ زیادہ کٹوانا 2۔ چوتھائی بال پورے کے بقدر کٹوانا	مستحب واجب مستحب واجب
	(اب سوائے جماع کے سب پابندیاں ختم ہوگئیں)	
10-12 ذوالحجہ	1۔ حجرِ اسود کا استقبال کریں یعنی مرد کندھوں تک اور خواتین کانوں تک ہاتھ اٹھائیں! 2۔ حجرِ اسود کا استیلام یعنی ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرف کریں اور پھر ہاتھوں کو چوم لیں!	1۔ طوافِ زیارت فرض ہے۔ 2۔ استقبال، استلام، رمل اور اضطباع یہ سب امور مسنون ہیں جبکہ عمرے کے طواف میں رمل و اضطباع نہ کیا ہو،

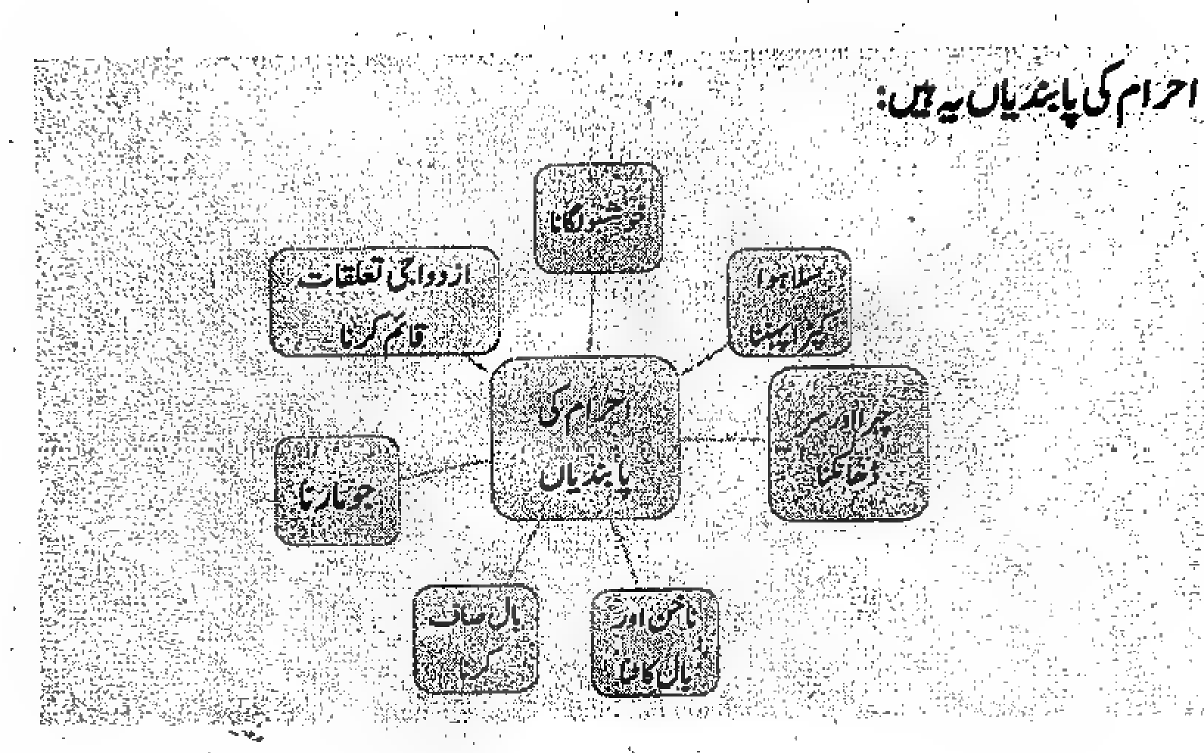
طوافِ زیارت	3۔ حجرِ اسود سے ایک چکر شروع کریں اور حجرِ اسود ہی پر ختم کریں اس طرح طرح کل سات چکر لگائیں! 4۔ مرد پہلے طواف میں اضطباع کریں یعنی دائیں بغل کھلا رکھیں، اس کے نیچے سے چادر لے کر الٹے کندھے پر ڈال دیں! 5۔ مرد پہلے تین چکر میں رمل کریں یعنی کندھوں کو پہلوانوں کی طرح ہلاتے جائیں اور نزدیک نزدیک قدم رکھیں! 6۔ ایامِ نحر میں کسی بھی وقت طوافِ زیارت کیا جاسکتا ہے۔	لہذا عمرے کے طواف میں رمل واضطباع کرلیا ہو تو اب ضرورت نہیں۔ ایامِ نحر کے بعد طواف کیا تو دم آئے گا۔
سعی	1۔ سعی سے پہلے بیت اللہ کا استیلام (یہ نواں استیلام ہوگا) 2۔ سعی صفا سے شروع کریں اور مروہ پر ختم۔ اس طرح سات چکر مکمل کریں! 3۔ سعی باوضو کریں! 4۔ سعی کے دوران مرد حضرات سبز بتیوں کے درمیان متوسط طریقے سے دوڑیں!	سنت ہے۔ سعی واجب ہے باوضو سعی سنت ہے۔ سنت ہے۔

<table>
<tr>
<td>11،12 ذوالحجہ
منیٰ کا تیسرا قیام
رمی کے لیے</td>
<td>1۔ گیارہ، بارہ کو تینوں جمرات کی رمی کریں! پہلے چھوٹے جمرے کو سات کنکر ماریں، پھر درمیانے کو اور آخر میں بڑے جمرے کو!
2۔ پہلے دو جمرات کی رمی کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا کرے، آخری جمرے میں نہیں۔</td>
<td>واجب
سنت
(ان دو دنوں کی رمی زوال سے پہلے جائز نہیں، زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک سنت ہے اور غروب سے صبح صادق تک مکروہ)</td>
</tr>
<tr>
<td>13 ذوالحجہ
رمی کے لیے منیٰ کا اختیاری قیام</td>
<td>بارہ کے غروب سے پہلے پہلے جو مکہ چلا گیا اس پر تیرہ کی رمی واجب نہیں، غروب تک جو ٹھیرا رہا اس کے لیے بہتر ہے کہ تیرہ کی رمی جمرات کر کے جائے اور اگر صبح صادق تک منیٰ میں رہا تو اب رمی کے بغیر جانا جائز نہیں۔</td>
<td>اس دن رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب تک رہتا ہے، تاہم زوال سے پہلے رمی مکروہ ہے، زوال کے بعد سنت ہے۔ غروب کے بعد رمی کا وقت نہیں رہتا۔</td>
</tr>
</table>

طوافِ وداع	اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو عمرے کے طواف اور طواف زیارت کا ہے۔ اس میں رمل اور اضطباع نہیں ہوگا۔	غیر معذور پر واجب

باب الجنایات

احرام تکبیر تحریمہ کی طرح ہے۔ جس طرح نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہنے سے بہت سی چیزیں ناجائز ہو جاتی ہیں، حج کے لیے احرام باندھنے سے بھی بہت ساری چیزیں ناجائز ہو جاتی ہیں:



1۔ خوشبو کا استعمال

حالت احرام میں عطریات او ر خوشبودار چیزیں استعمال نہیں کر سکتے۔ یہ پابندی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہیں۔

جرمانے کا فارمولا:

خوشبو بڑے عضو پر لگائی، جیسے: سر، چہرہ، سینہ، پیٹ، ران، کمر، پنڈلی، ہاتھ، ہتھیلی تو اگر پورے عضو پر لگائی تو دم (بکرا) واجب ہوگا۔ اگر پورے عضو پر نہیں لگائی، تھوڑے یا اکثر عضو پر

لگائی یا جسم کے چھوٹے عضو، مثلاً: ناک، ہونٹ، کان، آنکھ، انگلی پر لگائی تو صدقۃ الفطر کے برابر رقم واجب ہوگی۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جب خوشبو تھوڑی ہو اور اگر خوشبو زیادہ ہو تو چاہے چھوٹے عضو پر لگی ہو یا بڑے عضو پر، ہر حال میں دم لازم ہوگا۔ (غنیہ: ص382)

خوشبو لباس پر لگانے میں دم واجب ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ خوشبو زیادہ ہو چاہے پھیلاؤ میں ایک مربع بالشت سے کم ہو یا وہ ایک مربع بالشت سے زائد کپڑے میں لگی ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ لباس بارہ گھنٹے یا اس سے زائد وقت پہنا ہو۔ اگر ان دو میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو صدقہ لازم ہوگا۔

فائدہ:

خوشبودار صابن کے بارے میں یہ فتویٰ دیا جارہا ہے کہ ہاتھ صاف کرنے کی غرض سے صابن استعمال کیا تو ایک دو بار میں صرف صدقہ واجب ہوگا، دم نہیں۔ البتہ تین بار یا اس سے زیادہ بار ایسا کیا ہے تب دم واجب ہوگا۔ (غنیۃ)

۲۔ جسم کی ساخت پر سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتے

یہ پابندی صرف مردوں کے لیے ہے۔ لہٰذا مرد حضرات احرام میں شلوار، قمیص، بنیان، نیکر، بند جوتا جس سے پاؤں کی ابھری ہوئی تین ہڈیاں یا ایڑی چھپ جائے نہ پہنیں، مرد حضرات موزے اور دستانے بھی نہیں پہن سکتے۔ احرام کی حالت میں بلا عذر پیمپر پہننا مکروہ ہے۔ کوئی عذر ہو تو کراہت نہیں۔

مستورات کے لیے یہ سب باتیں جائز ہیں۔

جرمانے کا فارمولا:

12 گھنٹے پہنا ہے تو دم واجب ہے۔ اس سے کم میں صدقہ فطر کے برابر رقم صدقہ کرے۔ ایک گھنٹے سے کم پہنا ہے تو ایک مٹھی گندم صدقہ کرے۔ (معلم الحجاج: ص 239،240)

۳۔ سر اور چہرہ ڈھانپ نہیں سکتے

مرد سر اور چہرا نہیں ڈھانک سکتے اور عورتیں چہرے پر کپڑا نہیں لگا سکتیں۔ چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر وقت انہیں کھلا رکھنا ہے، کسی وقت بھی انہیں ڈھانک نہیں سکتے۔ اگر ہوا سے کوئی کپڑا ٹچ ہو جائے اور فوراً ہٹا دیں تو کوئی دم واجب نہیں۔ (غنیہ) تولیے یا کپڑے سے پسینا یا منہ صاف کرنا بھی مرد و خواتین دونوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ کسی نے تولیہ یا کپڑا استعمال کر لیا تو دم واجب نہیں۔ (حج کے ضروری مسائل: مفتی عبد الروف سکھروی 23)

مرد حضرات سر اور چہرے پر پٹی نہیں باندھ سکتے۔ ماسک نہیں پہن سکتے۔ سر اور چہرے کے علاوہ بقیہ اعضا پر بلا عذر پٹی باندھنا مکروہ ہے، عذر ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ (حج کے ضروری مسائل، مفتی عبد الروف سکھروی: ص 24) خواتین چہرے پر پٹی نہیں باندھ سکتیں، ماسک نہیں لگا سکتیں۔ اگر عذر کی وجہ سے پٹی باندھنی پڑی یا ماسک لگانا پڑا تو جرمانہ واجب ہو گا۔

جرمانے کا فارمولا:

چوتھائی یا اس سے زیادہ عضو بارہ گھنٹے ڈھکا رہا تو دم واجب ہے۔ اس سے کم میں صدقہ فطر کے برابر رقم صدقہ کرے۔ (معلم الحجاج: ص 243)

۴۔بال نہیں کاٹ سکتے

حالت احرام میں بال دور نہیں کر سکتے، خواہ کسی بھی چیز سے ہو۔(یہ پابندی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے)لہٰذا احرام میں ڈاڑھی کا خلال احتیاط سے کریں۔بالوں میں کنگھی نہ کریں، بالوں میں بے جا کھجلی سے اجتناب کریں!نہ اپنے بال مونڈیں نہ کسی اور کے۔ہاں! جب تمام ارکان واجبات سے فارغ ہو جائیں اور صرف حلق / قصر رہ جائے تب اپنے یا کسی اور اپنے جیسے محرم کے بال کاٹ سکتے ہیں۔

جرمانے کا فارمولا:

بال ٹوٹنے کی تین صورتیں ہیں:

1۔بال ٹوٹنے میں اپنا قصور نہ ہو بلکہ خود بخود ٹوٹے ہوں تو کچھ واجب نہیں۔

2۔وضو یا غسل کے دوران بال ٹوٹے تو کیونکہ وضو غسل کا حکم خود شریعت نے دیا ہے اس لیے اس کے حکم میں کچھ نرمی ہے اور وہ یہ کہ ایک دو بال ٹوٹنے میں کچھ بھی واجب نہیں، تین یا زیادہ (لیکن چوتھائی سے کم) بال گریں تو صدقۃ الفطر یا اس کے برابر رقم واجب ہے۔

3۔وضو غسل کے علاوہ جان بوجھ کر بال کھینچے یا رگڑے یا توڑے تو ایک بال پر ایک مٹھی گندم صدقہ کرنا ہو گا، دو بال پر دو مٹھی گندم اور تین بالوں پر تین مٹھی! تین سے زیادہ کی صورت میں صدقہ فطر کے برابر رقم صدقہ کرنا ہو گی۔(غنیہ:ص154،153،399)

۵۔بالوں سے جوں نہیں مار سکتے، نہ اسے جدا کر سکتے ہیں۔

یہ پابندی بھی مرد و خواتین دونوں کے لیے ہے۔

جرمانے کا فارمولا:

ایک جوں ماری تو ایک کھجور یا ایک مٹھی گندم صدقہ کر دے۔ دو تین ماری تو اس کا حکم بھی ایک جوں مارنے کی طرح ہے۔ تین سے زیادہ ماریں، چاہے کتنی ہی ہوں تو فطرے کے برابر رقم صدقہ کر دے۔ (غنیہ: ص 447)

٦۔ ناخن نہیں کاٹ سکتے۔

یہ پابندی بھی مرد و خواتین دونوں کے لیے ہے۔

جرمانے کا فارمولا: ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ناخن ایک ہی مجلس میں کاٹے تو دم واجب ہو گا۔ پانچ سے کم کاٹے یا ناخن متفرق جگہوں کے کاٹے تو ہر ناخن کے عوض ایک صدقۃ الفطر کے برابر رقم صدقہ کرنا ہو گی۔ یاد رہے کہ ناخن خود سے ٹوٹ گیا یا ٹوٹ کر لٹک گیا تو اسے الگ کر دینا درست ہے، کوئی جزا واجب نہیں۔

٧۔ ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے:

حالت احرام میں ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ بیوی کے سامنے اس کا ذکر نہیں کر سکتے، شہوت سے بوسہ نہیں لے سکتے، نہ شہوت سے چھو سکتے ہیں۔ یہ پابندی بھی مرد و خواتین دونوں کے لیے ہے۔

جزا کا فارمولا: ان میں سے کوئی بھی کام کیا تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو دم واجب ہو گا۔ تاہم صرف خیال آنے سے یا دیکھنے سے دم واجب نہیں ہو گا۔

۸۔ ترک واجب

احرام کی حالت میں واجبات حج وعمرہ میں سے کسی واجب کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ پابندی بھی مرد وخواتین دونوں کے لیے ہے۔

جزا کی تفصیل:

1۔ عمرے کا کوئی واجب چھوٹے، مثلاً: سعی چھوڑ دی، حلق چھوڑ دیا تو دم واجب ہو گا، چاہے کم مقدار میں چھوٹے یا زیادہ۔

2۔ عمرے کا طواف پاکی کی حالت میں کرنا واجب ہے لہٰذا اگر ناپاکی کی حالت میں کرے، چاہے چھوٹی ناپاکی ہو یا بڑی، ایک چکر کرے یا زیادہ یا مکمل، ہر صورت میں دم واجب ہو گا۔ البتہ اگر پاکی کی حالت میں اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ تین یا اس سے کم چکر چھوٹی ناپاکی کی حالت میں ادا ہوئے تو ہر چکر کے بدلے صدقہ واجب ہو گا، دم نہیں۔ (غنیہ: ص 428، 429 المطلب الرابع فی ترک الواجب فی طواف العمرۃ) زیادہ مشہور اور محتاط قول پہلا ہے۔

3۔ حج کا طواف زیارت مکمل یا اکثر بڑی ناپاکی کی حالت میں کرے تو بدنہ واجب ہو گا اور اعادہ بھی واجب ہے۔ اگر اعادہ کر لیا تو بدنہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر تین یا اس سے کم چکر بڑی ناپاکی کی حالت میں ادا کیے تو دم واجب ہو گا۔ (غنیہ: ص 422)

4۔ طواف زیارت کے علاوہ دوسرے طواف: طواف قدوم، طواف وداع اور نفلی طواف بڑی ناپاکی کی حالت میں کیا تو دم واجب ہو گا، بدنہ نہیں۔ اگر اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔

5۔ طواف زیارت مکمل یا اکثر چھوٹی ناپاکی میں کرے تو دم واجب ہو گا، بدنہ نہیں۔ اگر اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔

6۔ طواف وداع، طواف قدوم یا نفلی طواف چھوٹی ناپاکی میں کرے تو ہر چکر پر ایک فطرے کے برابر رقم صدقہ کرنا ہو گی۔ اگر اعادہ کر لیا تو صدقہ ساقط ہو جائے گا۔ (غنیہ: ص 429 ضوابط الطواف)

7۔ حج کا کوئی اور واجب چھوڑ دے، مثلاً: سعی مکمل یا اس کے اکثر چکر چھوڑ دیے یا بغیر عذر طواف وداع مکمل یا اکثر چھوڑ دیا یا عرفات سے مغرب سے پہلے نکل گیا یا بغیر عذر مزدلفہ میں نہیں ٹھیرا، یا کسی دن کی اکثر رمی نہیں کی، یا ایام نحر کے بعد حلق کروایا یا حرم سے باہر حلق کروایا، طواف زیارت ایام نحر کے بعد کیا یا جن افعال میں ترتیب واجب ہے انہیں ترتیب کے خلاف کر دیا تو ان سب صورتوں میں دم واجب ہو گا۔ (غنیہ: ص 430-433)

جنایات کا قاعدہ کلیہ

ممنوعات احرام میں سے کسی کا ارتکاب بلا عذر ہو تو اگر اس کا ارتکاب کامل طور پر ہو مثلاً: تھوڑی خوشبو بڑے عضو پر لگائی یا زیادہ خوشبو کان، ناک، آنکھ وغیرہ پر لگائی۔ سلا ہوا کپڑا بارہ گھنٹے پہنا۔ ایک ہاتھ کے تمام ناخن کاٹ دیے۔ پورا یا اکثر فرض یا واجب طواف بے وضو

کیاتودم (بکری) دیناواجب ہے اور اگر اس کا ارتکاب ناقص طور پر ہو مثلاً: تھوڑی خوشبو ناک وغیرہ پر لگائی۔ سلا ہوا کپڑا ایک گھنٹہ پہنا۔ سر، چہرہ چوتھائی سے کم ڈھانکا۔ ایک ناخن کاٹ دیاتو صدقہ واجب ہے۔

اور اگر ان پابندیوں میں سے کسی کا ارتکاب عذر کی وجہ سے ہو تو اس کی بھی یہی دو صورتیں ہیں کامل طور پر ارتکاب کی صورت میں تین چیزوں میں سے کوئی ایک واجب ہے:

1۔ بکرا یا بکری

2۔ تین روزے

3۔ چھ مساکین کو فی مسکین پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت۔

ناقص طور پر کرنے کی صورت میں دو چیزوں میں سے کوئی ایک واجب ہے:

1۔ ایک روزہ

2۔ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت۔

واضح رہے کہ احرام کی پابندی عذر کی وجہ سے سرزد ہو جائے یا بلاعذر، بھول کر ہو یا زبردستی کی وجہ سے، سونے کی حالت میں ہو یا بے ہوشی کی حالت میں اور مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو، ہر حالت میں جزا واجب ہوتی ہے۔

9۔ میقات سے بغیر احرام گزرنا

گزشتہ 8 جنایات وہ تھیں جو احرام شروع ہونے کے بعد لاگو ہوتی ہیں، یہ جنایت ایسی ہے جو قبل از احرام لاگو ہوتی ہے۔ چنانچہ کوئی بھی زائر اگر بغیر احرام کے میقات سے آگے نکل گیا تو دم لازم ہے لیکن تین شرائط پائی جائیں تو یہ دم ساقط ہو سکتا ہے:

1۔ کسی بھی میقات پر واپس جا کر از سر نو احرام باندھے

2۔ تلبیہ بھی پڑھے۔

3۔مذکورہ دونوں باتیں یعنی میقات واپس جانااور تلبیہ پڑھ کر آنا؛مناسک شروع کرنے
مثلاً:حجر اسود کے استلام اور طواف شروع کرنے سے پہلے ہو۔

10۔دواحرام جمع کرنا

بیک وقت دواحراموں کو جمع کرنا بھی جنایات میں سے ہے۔اس کی متعدد صورتیں ہیں؛کیونکہ یہ کام یاتو مکی کرے گا یاآفاقی،دونوں کے احکام الگ الگ ہیں،مکی کے لیے تمتع اور قران جائز نہیں اس لیے اس کادواحراموں کوجمع کرنا بھی جائز نہیں۔آفاقی کے لیے قران وتمتع جائز ہے اس لیے اس کے لیے دواحرام جمع کرنے کی بعض صورتیں جائز بھی ہیں۔

	صورتیں	حکم
1	عمرہ کااحرام ہوتے ہوئے اس پرحج کی نیت کرلینا ادخال الحج علی العمرة	آفاقی کے لیے درست ہے،قران بن جائے گا،لیکن مکی نے کیاتواس پرحج چھوڑناواجب ہے اور اس کے بدلے حج وعمرہ بھی واجب ہے اور دم جبر بھی۔اگر مکی نے دونوں کواداکرلیاتو اداہوجائیں گے لیکن دم جبرواجب ہوگا۔
2	حج کااحرام ہوتے ہوئے عمرہ کی نیت کرلی ادخال العمرة علی الحج	مکی کے لیے جائز نہیں،آفاقی کے لیے بھی خلاف سنت ہے اسی وجہ سے دم بھی واجب ہے اور یہ اس کاحج قران بن جائے گاتاہم عمرہ حج سے پہلے کرناہوگا
3	عمرہ کااحرام ہوتے ہوئے ایک اور عمرہ کی نیت کرلینا (ادخال العمرة علی العمرة)	ایک عمرہ کوچھوڑدے اور جمع کی وجہ سے دم دے اور جس کو چھوڑا اس کی قضاکسی بھی وقت کرلے البتہ اگر صرف حلق رہ گیا تھاپھر دوسرے کی نیت کی تودوسراعمرہ کرلے دم لازم ہی رہے گا

4	حج کا احرام ہوتے ہوئے دوسرے حج کی نیت کرلینا (ادخال الحج علی الحج)	بدعت ہے لیکن دوسرا حج لازم ہوگیا ہے لہذا آئندہ حج کرنے تک احرام کی حالت میں رہے اور جمع کی وجہ سے دم بھی لازم ہے۔ مکی اور آفاقی دونوں کے لیے یہی حکم ہے۔

المام صحیح

تمتع کا مطلب ہے اشہر حرم میں ایک سفر کرکے عمرہ اور حج اس طرح ادا کرنا کہ عمرہ بڑے میقات سے ہو اور حج مکہ سے۔ اور ان دونوں کے بیچ وہ احرام کھول کر اپنے وطن اصلی کی طرف بھی نہ لوٹے اگر وہ احرام کھول کر اپنے وطن لوٹ آئے تو وہ المام صحیح ہے جس کی وجہ سے تمتع باطل ہو جاتا ہے۔ پہلے عبارت پھر نتائج:

ومعنى التمتع الترفق بأداء النسكين في سفر واحد من غير أن يلم بأهله بينهما إلماما صحيحا... والمتمتع المترفق بأداء النسكين في سفرة واحدة في أشهر الحج...المتمتع من تكون عمرته ميقاتية وحجته مكية

1۔ مکی کے لیے تمتع جائز نہیں؛ کیونکہ اول تو وہ بڑے میقات پر نہیں جاتا اور اگر چلا بھی جائے تب بھی مکہ مکرمہ کا رہائشی ہونے کی وجہ سے اس کا اپنے وطن اصلی میں لوٹنا متصور ہی نہیں اس لیے اس کے حق میں المام صحیح بہر حال موجود ہے اس وجہ سے وہ تمتع نہیں کر سکتا۔

2۔ حلی بھی تمتع نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ گھر نہ بھی جائے تب بھی اس کا عمرہ بڑے میقات سے نہ ہو گا۔ نیز حلی بھی مکی کے حکم میں ہونے کی وجہ سے المام صحیح کا مرتکب قرار پاتا ہے۔

3۔ اگر آفاقی نے بڑے میقات سے عمرہ کے لیے گیا لیکن فاسد کر دیا پھر اس کی قضا مکہ مکرمہ سے کی تو عمرہ بڑے میقات سے نہ ہونے کی وجہ سے تمتع باطل ہو جائے گا۔

4۔ عمرہ بڑے میقات سے کیا لیکن اس کے بعد حج سے پہلے اپنے وطن اصلی آگیا تو اگر حج کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو المام صحیح پایا گیا اس لیے تمتع باطل ہو گیا۔ اب اگر تمتع کرنا ہے تو دوبارہ بڑے میقات سے عمرہ اور پھر مکہ سے اسی سفر میں حج کرنا ہو گا۔

5۔ اگر عمرہ بڑے میقات سے کیا پھر حج سے پہلے اپنے وطن اصلی آگیا لیکن واپس لوٹنا ضروری ہو اس وجہ سے کہ سوق ہدی کیا ہوا تھا یا عمرہ کا حلق نہیں کروایا تھا تو شیخین کے نزدیک واپسی واجب ہونے کی وجہ سے یہ المام صحیح نہیں اس لیے تمتع باطل نہیں ہوا، لیکن امام محمد کے نزدیک تمتع باطل ہو گیا کیونکہ حج مکہ کے بجائے بڑے میقات سے ہونا لازم آرہا ہے۔ ایک سفر کے بجائے دو سفروں میں عمرہ و حج ہو رہا ہے۔

6۔ عمرہ بجائے اشہر حرم میں کرنے کے رمضان میں کیا پھر اسی سفر میں اسی سال حج کر لیا تو یہ تمتع نہیں کہلائے گا کیونکہ عمرہ اشہر حج میں نہیں کیا۔

7۔ اشہر حج میں عمرہ کر کے زائر اپنے وطن جانے کے بجائے مصر یا شام یا کسی اور ملک چلا جائے اور اسی سال واپس آکر حج کر لے تو یہ بھی تمتع کہلائے گا۔ اپنے وطن نہیں گیا اس لیے المام صحیح نہیں کہلائے گا۔ صاحبین کے نزدیک یہ متمتع نہیں کیونکہ اس کا حج بجائے مکہ کے بڑے میقات سے ہو رہا ہے۔

باب الإحصار

احصار مرض کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور گرفتاری یا گورنمنٹ کی طرف سے پابندی اور روکنے کی وجہ سے بھی۔ جدید فقہی مباحث سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

۷۔ حکومت کا حج یا عمرہ سے روکنا بھی احصار ہے:

سعودی عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کو حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، ایسے لوگ اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد پکڑ کر واپس کر دیئے جائیں تو وہ بھی محصر ہیں کیونکہ جن اسباب سے احصار متحقق ہوتا ہے ان میں ایک سبب منع السلطان بھی ہے بغیہ کے اندر مذکور ہے:

ويتحقق بكل حابس يحبسه ولو بمكة بالاتفاق بين أئمتنا على "الأصح" كالكسر والقرح والعرج ومنع السلطان (بغیۃ الناسک/۱۹۶)۔

محصر کا احصار کس طرح ختم ہوگا:

احصار کے بعد احرام سے نکلنے کے لئے محصر پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے توسط سے ہدی کا جانور یعنی بڑے جانور کا ساتواں حصہ یا ایک چھوٹا جانور بھیڑ یا بکری حرم میں بھیجے، اور اس کے ذبح کی تاریخ اور وقت کی تعیین کرے، جب اس جانور کے ذبح ہونے کا وقت گذر جائے تو یہ شخص حلال ہو جائے گا، اس سے پہلے محصر حالت احرام میں رہے گا اور محظورات احرام سے بچے گا، البتہ محصر ہدی کے ذبح ہونے سے پہلے احصار کی جگہ میں رہ سکتا ہے اور اپنے اہل وعیال میں بھی جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وأتموا الحج والعمرة لله فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى"

شرح اللباب میں ملا علی القاری یہ آیت ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

يجب عليه أن يبعث الهدى لقوله تعالى فيذبح عنه وكيله نيابة عنه في الحرم ويجب أن يواعده يوما معلوما يذبح حتى يعلم وقت إحلاله (ص/۳۳۶)۔

محصر کے حلال ہونے کے لئے حلق یا قصر ضروری نہیں ہے:

محصر کے لئے جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد حلق یا قصر ضروری نہیں ہے لیکن اگر کرا لے تو یہ بہتر ہوگا، لیکن اس کے علاوہ دوسرے محظورات احرام کے کرنے سے بھی اس کا احرام ختم ہو جائے گا، مثلاً ہو نچھ مونڈ لے، ناخن تراش لے وغیرہ (شرح اللباب/۳۳۱)۔

حلال ہونے کے صورت میں محصر پر کیا واجب ہوگا:

اگر محصر نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس پر ایک عمرہ کی قضا ہے، اگر حج کا احرام باندھا تھا تو اس کے ذمہ ایک حج اور ایک عمرہ ہے، اور اگر قران کی نیت سے احرام باندھا تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمرے ہیں۔

جنایات حرم

ارشاد باری تعالی ہے:{أحل لكم صيد البحر} [المائدة: 96] وقال:{لا تقتلوا الصيد وأنتم حرم ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم} قال عطاء رحمه الله :أجمع الناس على أن على الدال الجزاء

شیخین کے نزدیک شکار کے قتل کے جرمانے میں مثل معنوی یعنی قیمت واجب ہوگی کیونکہ مثل کے حقیقی معنی لینا متعذر ہے اس لیے مجازی معنی لیے جائیں گے۔ حقیقی معنی ہیں کہ جو صورتاً بھی مقتول کے مثل ہو اور معناً بھی۔ ظاہر ہے جب حقیقی معنی مراد لینا متعذر ہے تو مجازی معنی یعنی قیمت متعین ہے۔ اس کے مزید دلائل یہ بھی ہیں کہ جانور ذوات القیم میں سے ہے اور ذوات القیم میں قیمت لاگو کرنا ہی عام شرعی ضابطہ ہے۔ اس کے علاوہ جب آخر کار مثل معنوی پر آنا ہی ہے تو شروع سے ہی مثل معنوی واجب کر دینا بہتر ہے۔ مثل صوری میں تخصیص بہت زیادہ ہے جبکہ مثل معنوی میں تعمیم ہے والعمل بالتعميم اولى من التخصيص۔

نتیجتاً آیت کا مفہوم یہ بنے گا کہ جو شخص تم میں سے شکار کو قتل کر دے تو اس پر مقتول شکار کے مساوی قیمت دینا واجب ہے جس کا تخمینہ دو عادل لگائیں گے۔

امام شافعی مثل صوری مراد لیتے ہیں۔ ان کے استدلال کا محور ایک تو من النعم ہے کہ من بیانیہ ہے اور نعم کا اطلاق گھریلو جانور پر ہوتا ہے جنگلی جانور پر نہیں۔ دوسرے آثار صحابہ ہیں کہ ہرن کے قتل پر بکری واجب کی گئی، شتر مرغ کے بدلے اونٹ واجب کیا گیا، جنگلی چوہے کے قتل پر چار سالہ بکری کا بچہ واجب کیا گیا۔ وغیرہ

احناف کہتے ہیں کہ نعم کا اطلاق جس طرح پالتو جانوروں پر ہوتا ہے ویسے ہی جنگلی جانوروں پر بھی ہوتا ہے کما قالہ ابو عبیدۃ والاصمعی۔ اور آثار صحابہ بھی مثل معنوی پر ہی محمول ہیں کہ صحابہ نے ان کی قیمت اس طرح لگائی۔

یہاں دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ دو عادل جب قیمت لگادیں تو اس کے بعد اگلے تین اختیارات میں سے کسی کا چناؤ قاتل خود کرے گا یا عادل کریں گے؟ احناف کے نزدیک قاتل خود یہ چناؤ کرے گا، امام شافعی کے نزدیک عادل کا اس کا چناؤ کریں گے ان کی دلیل یہ ہے کہ ھدیا منصوب ہے ظاہر ہے وہ یحکم کا مفعول ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ مثل صوری کا تعین کرنے کے بعد ہدی، کفارہ یا صوم کا فیصلہ بھی عادل ہی کریں گے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ کفارۃ اور عدل ذلک صیاما یہ دونوں مرفوع ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا عطف جزاء پر ہے جب ان کا عطف جزاء پر ہے تو ہدیا کا تعلق بھی جزاء سے ہی ہو گا۔ اور مطلب یہ بنے گا کہ عادل کا کام صرف قیمت کا تخمینہ لگانا ہے اس کے بعد جزا کے تین اختیارات میں سے کسی کا چناؤ قاتل کے سر ہے۔

	جنایات	جائز	ناجائز	جزا
1	خشکی کے شکار کو قتل کرنا	-	ناجائز	پوری قیمت لازم
2	دریائی جانور کو قتل کرنا	جائز		کچھ واجب نہیں
3	گھریلو جانور کو ذبح کرنا	جائز		کچھ واجب نہیں
4	خشکی کے شکار کا ایسا عضو کاٹنا کہ جس کی وجہ سے وہ بھاگ نہ سکے	-	ناجائز	پوری قیمت لازم
5	پرندے کا پر اس طرح اکھاڑنا کہ وہ اڑ نہ سکے		ناجائز	پوری قیمت لازم
6	انڈہ توڑنا	-	ناجائز	انڈے کی قیمت لازم

7	درندے کو قتل کرنا	-	ناجائز	بکری کی قیمت لازم
8	حرم کی گھاس یا خودرو درخت کو کاٹنا	-	ناجائز	پوری قیمت لازم
9	کوا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، پاگل کتا ،چیونٹی، چیچڑی، کچھوے کو قتل کرنا	-	ناجائز	کچھ واجب نہیں
10	حملہ آور درندہ کو قتل کرنا	جائز		کچھ واجب نہیں
11	پالتو جانور کو قتل کرنا	جائز		کچھ واجب نہیں

قاعدہ:

جزاء الافعال میں اس ترتیب کے مطابق تین اختیارات ہوں گے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے لیکن جزاء المحل میں صرف اس چیز کی قیمت واجب ہو گی جس کو توڑا ہے۔ ہدی یا روزہ اس میں درست نہ ہو گا۔

متفرق مسائل

نماز قصر کریں یا پوری؟

جس شخص کو آٹھ ذی الحجہ سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کے ساتھ پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن رہنے کا موقع مل گیا وہ بالاتفاق مقیم بن گیا، لہذا وہ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران تمام نمازیں پوری پڑھے گا۔ اس کے لیے قصر جائز نہیں ۔ اسی طرح جو شخص اقامت کی نیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ وہاں پہنچ کر کرلے، وہ قیام مدینہ کی سب نمازیں پوری پڑھے گا اور جس شخص کا پندرہ دن سے کم مدینہ میں رہنے کا ارادہ ہو وہ قصر کرے گا۔

خواتین نماز کہاں پڑھیں؟

خواتین کو چاہیے کہ اپنی رہائش گاہ میں نمازیں ادا کریں۔ حرم کی نماز کا ثواب مل جائے گا، لیکن اگر حرم میں چلی جائیں تو مردوں سے ہٹ کر اپنی مخصوص جگہوں پر ہی نماز پڑھیں کیونکہ عورت اگر باجماعت نماز میں کسی مرد کے سامنے یا برابر میں جماعت میں شریک ہو جائے اور امام نے عورتوں کی امامت کی نیت بھی کی ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لیے خواتین پر لازم ہے کہ باجماعت نماز میں وہ مردوں سے الگ کھڑی ہوں۔ مردوں کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آئے تو فوراً وہاں سے ہٹ جائیں اور دوسری جگہ نماز پڑھیں۔ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے بہت سے علما کی رائے یہ ہے کہ خواتین کو فلیٹوں میں تنہا نہیں رہنے دینا چاہیے بلکہ نماز وغیرہ کے لیے مردوں کو اپنے ساتھ ساتھ رکھنا چاہیے۔

حج کی قربانی کی استطاعت نہ ہو

حج قران یا حج تمتع کرنے والے کے پاس حج کی قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو اس کا متبادل 10 روزے ہیں، جن میں سے تین روزے ایام حج میں 10 ذی الحجہ سے پہلے رکھنے ضروری ہیں۔ کوشش یہ کرے کہ نویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے تین روزے رکھ لے، کیونکہ نو ذی الحجہ کو اندیشہ ضعف کی صورت میں روزہ حاجی کے لیے مکروہ ہے، بقیہ سات روزے ایام تشریق کے بعد رکھ لے۔

باب الحج عن الغیر

ایصال ثواب کی حقیقت

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة
أو صوما أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة

ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کوئی نیک عمل کرے چاہے وہ نماز کی صورت میں ہو روزہ کی صورت میں ہو یا صدقہ کی صورت میں تو اس پر جو اجر و ثواب اس کو ملنے والا تھا وہ یہ نیت یا دعا کرلے کہ اس عمل کا ثواب فلاں زندہ یا مرحوم کو عطا کر دیا جائے۔ جس عمل کا ثواب کسی کو بخشنا منظور ہو تو اس کام کے کرنے سے پہلے اس کی نیت کرلی جائے یا عمل کرنے کے بعد دعا کرلی جائے کہ حق تعالیٰ شانہ اس عمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب فلاں صاحب کو عطا فرمائیں، دونوں صورتیں درست ہیں۔

مختلف صورتیں

1۔بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ ور تلاوت، ان میں نیابت درست نہیں۔ زندگی میں ادا نہ کرسکے تو فدیے کی وصیت واجب ہے۔ البتہ ان کا ایصال ثواب درست ہے۔

2۔مالی عبادت جیسے زکوۃ، صدقات، قربانی وغیرہ۔ ان میں نیابت بھی درست ہے چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو اور ایصال ثواب بھی درست ہے۔

3۔ وہ عبادت جو بدنی اور مالی دونوں سے مرکب ہے، جیسے عمرہ اور حج۔ اس میں بھی نیابت اور ایصال ثواب دونوں درست ہے لیکن نیابت کی شرط یہ ہے کہ محجوج عنہ خود ادا کرنے سے عاجز ہو، ورنہ درست نہیں۔

والعبادات أنواع مالية محضة كالزكاة وبدنية محضة كالصلاة ومركبة منهما كالحج والنيابة تجري في النوع الأول في حالتي الاختيار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب ولا تجري في النوع الثاني بحال لأن المقصود وهو إتعاب النفس لا يحصل به وتجري في النوع الثالث عند العجز للمعنى الثاني وهو المشقة بتنقيص المال ولا تجري عند القدرة لعدم إتعاب النفس والشرط العجز الدائم إلى وقت الموت لأن الحج فرض العمر وفي الحج النفل تجوز الإنابة حالة القدرة لأن باب النفل أوسع ..

مرحوم کی طرف سے حج کا طریقہ

مرحوم کی طرف سے تمتع بھی کر سکتے ہیں؛ لیکن بہتر ہے کہ حج افراد کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ اور اس کے بعد حج دونوں کا احرام مرحوم کے نام سے ہوگا، بس اتنی نیت کافی ہے کہ میں مرحوم کی طرف سے حج کر رہا ہوں۔ احرام باندھنے کے بعد حج یا عمرہ کے ہر ہر فعل یا رکن پر مستقل نیت کی ضرورت نہیں؛ اس لیے مرحوم کی طرف سے احرام باندھنے کے بعد حج و عمرہ کے بقیہ افعال اسی طرح ادا کریں جس طرح ایک عام حج یا عمرہ کرنے والا ادا کرتا ہے، سب افعال: سعی، رمی جمرات، طواف وغیرہ اسی شخص کی طرف سے ادا ہوں گے جن کی طرف سے احرام باندھا گیا، صرف قربانی یعنی دم تمتع آپ کی طرف سے ہوگی کیوں کہ حج بدل کرنے والا اگر "تمتع" کرتا ہے تو قربانی (دم تمتع) حج کرنے والے کی طرف سے ہوتی ہے۔

تعریفات اور اہم سوالات ہدایہ اول

معروضی سوالات

(1) ھدایہ کے مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(2) صاحب ہدایہ نے یہ کتاب حالت۔۔۔۔۔میں لکھی۔

(3) صاحب ہدایہ کا مقام قاضی خان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(4) مصنف فقیہ کے ساتھ ساتھ۔۔۔۔۔/۔۔۔۔۔۔ بھی تھے۔

(5) صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ راجح قول کو۔۔۔۔۔۔۔میں ذکر کرتے ہیں۔

(6) ھدایہ کا متن بدایۃ المبتدی ہے جسے دو کتابوں کو ملا کر مرتب کیا گیا ہے: ایک قدوری اور دوسری۔۔۔۔۔۔۔

(7) بدایۃ المبتدی کی طویل شرح جو خود مصنف نے لکھی، اس کا نام ۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(8) ھدایہ کی احادیث۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی کتابوں مل گئی ہیں۔

(9) ہدایہ کی احادیث کی تخریج کا کام شافعی علماء میں سے۔۔۔۔۔۔۔۔نے کیا ہے۔

(10) ہدایہ کی احادیث کی تخریج احناف میں سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے کی ہے۔

(11) مسح کے معنی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(12) وجہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے مشتق ہے۔

(13) غسل کا معنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(14) امام زفر کے نزدیک غایہ مغیا میں داخل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(15) امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک قے منہ بھر سے کم ہو تو وضو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(16) نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(17) متیمم کے پیچھے متوضی کی اقتدا۔۔۔۔۔۔ہے۔

(18) حدیث قلتین امام۔۔۔۔۔۔کی دلیل ہے۔

(19) کعب کا معنی ہے۔۔۔۔۔۔۔

(20) تیمم میں نیت۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(21) تیمم میں استیعاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(22) مسح علی الخفین میں استیعاب۔۔۔۔۔۔ہے۔

(23) مردوں کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(24) کنویں میں چڑیا کی بیٹ گر جائے تو کنواں۔۔۔۔۔۔ہو جائے گا۔

(25) کنویں میں چڑیا مر جائے اور پھول پھٹ جائے تو۔۔۔۔۔۔۔۔

(26) آزاد مرغی کا جھوٹا۔۔۔۔۔۔ہے۔

(27) واؤ۔۔۔۔۔۔۔۔کے لیے آتا ہے۔

(28) فا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے لیے آتا ہے۔

(29) عطف۔۔۔۔۔۔کا تقاضہ کرتا ہے۔

(30) نبیذ تمر والے مسئلے میں فتوی۔۔۔۔۔۔کے قول پر ہے۔

(31) سور حمار میں راجح یہ ہے کہ شک۔۔۔۔۔۔۔میں ہے۔

(32) امام ہندوانی کے نزدیک جہر کی ادنی مقدار۔۔۔۔۔ہے۔

(33) امام کرخی کے نزدیک سر کی ادنی مقدار۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(34) خلاف قیاس پر قیاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(35) خون اس وقت ناقض وضو ہے جبکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(36) متفرق جگہوں پر الٹی ہوئی تو۔۔۔۔۔۔۔کا اعتبار ہے۔

(37) جو چیز حدث ہے وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(38) جو چیز حدث نہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(39) بلغم سے وضو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(40) متکا کا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(41) مستندا کا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(42) قہقہے کا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(43) ضحک کا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(44) تبسم کا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(45) خف کے اوپر جرموق چڑھالیا تو اس پر مسح۔۔۔۔۔۔

(46) گدلا رنگ حیض۔۔۔۔۔۔۔

(47) دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پاکی کی مدت۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(48) معذور کا وضو۔۔۔۔۔۔۔وقت سے ٹوٹے گا۔

(49) استنجاء میں۔۔۔۔۔۔کرنا مسنون ہے۔

(50) صاحبین کے نزدیک ظہر کا وقت مثل اول پر۔۔۔۔۔۔۔

(51) حالت جنابت میں دی گئی اذان کا اعادہ۔۔۔۔۔۔۔

(52) راجح قول کے مطابق خروج بصنع المصلی۔۔۔۔۔۔

(53) امام ربنا لک الحمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(54) فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ ملانا۔۔۔۔۔۔۔۔

(55) داڑھی رکھنا امور فطرت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(56) خروج منی سے غسل اس وقت واجب ہو گا جبکہ۔۔۔۔۔۔۔سے نکلی ہو۔

(57) التقاء ختانین ہو، انزال نہ ہو تو غسل۔۔۔۔۔۔۔

(58) کبھی کبھی سبب کو۔۔۔۔۔۔۔کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے۔

(59) غسل جمعہ اور غسل عیدین۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(60) بارش جس وقت ہو رہی ہو اس وقت بارش کا پانی۔۔۔۔۔۔۔۔ہوتا ہے۔

(61) ماء جاری کا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(62) مغلوب پانی سے وضو درست۔۔۔۔۔۔۔۔

(63) پانی کی اصل طبیعت رقت اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(64) حدیث قلتین کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(65) دہ دردہ ماء۔۔۔۔۔۔۔۔کے قائم مقام ہے۔

(66) دہ دردہ اصل مذہب کا قول۔۔۔۔۔۔۔۔

(67) پانی میں آبی جانور مر جائے تو پانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(68) جن جانوروں میں بہتا خون نہیں ہوتا پانی میں ان کے مر جانے سے پانی ناپاک ۔۔۔۔۔۔۔۔ہوتا۔

(69) امام مالک کے نزدیک ماء مستعمل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(70) امام زفر کے نزدیک ماء مستعمل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(71) امام ابو حنیفہ کے نزدیک ماء مستعمل۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(72) امام محمد کے نزدیک ماء مستعمل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(73) ایما اھاب دبغ فقد۔۔۔۔۔۔۔۔

(74) اذا بلغ الماء قلتین۔۔۔۔۔۔۔۔

(75) پانی میں بال یا ہڈی گر جائے تو پانی۔۔۔۔۔۔۔۔

(76) ماکول اللحم کا جھوٹا امام محمد کے نزدیک۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(77) استنزھوا من البول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(78) کسی بھی جانور کے پسینے کا حکم اس کے۔۔۔۔۔۔۔کی طرح ہے۔

(79) حائضہ کا جھوٹا۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(80) بلی کا جھوٹا۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(81) کتے کا جھوٹا۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(82) نبیذ تمر کا اختلاف صرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ہے۔

(83) تیمم کا لغوی معنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(84) جنابت کے تیمم کا طریقہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی طرح ہے۔

(85) پلاسٹک پر تیمم درست۔۔۔۔۔۔۔۔

(86) قرآن پاک پڑھنے کے لیے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست۔۔۔۔

(87) تیمم کے نواقض وہی ہیں جو۔۔۔۔۔۔۔۔

(88) تیمم ہمارے ہاں طہارت۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(89) مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی مدت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(90) جنابت کی حالت میں مسح علی الخفین۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(91) عمامے پر مسح درست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(92) مسح علی الخفین اور مسح علی الجبیرۃ کے مابین۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(93) حیض کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔رنگ ہیں۔

(94) بچوں کے لیے بغیر وضو کے قرآن پاک ہاتھ میں لینا درست۔۔۔۔

(95) طہر کی اکثر مدت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(96) نفاس کی اقل مدت۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(97) حیض کی عادت۔۔۔۔۔۔۔۔میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(98) ۔۔۔۔۔۔۔تتوضا لوقت کل صلوۃ

(99) جڑواں بچے پیدا ہوں تو نفاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بچے سے ہو گا۔

(100) حمل کا ایک آدھ عضو بن گیا ہو تو وہ۔۔۔۔۔۔۔کے حکم میں ہے۔

(101) اشیاء کی تطہیر کے۔۔۔۔۔۔۔۔طریقے ہیں۔

(102) زمین خشک ہونے سے پاک۔۔۔۔۔۔۔

(103) مقدار درہم کی معافی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے لی گئی ہے۔

(104) مرغی کی بیٹ ــــــــــــــــ ہے۔

(105) نجاست خفیفہ بقدر ربع معاف ــــــــــــــــ

(106) نجاست غلیظہ بقدر درہم معاف ــــــــــــــــ

(107) ماکول اللحم کے گوبر کے بارے میں اہل علم کا ــــــــــــــــ ہے۔

(108) امام ابو حنیفہ کے نزدیک غلیظ خفیفہ کا دارومدار ــــــــــــــــ ہے۔

(109) صاحبین کے نزدیک غلیظہ خفیفہ کا دارومدار ــــــــــــــــ ہے۔

(110) گھوڑے کا پیشاب نجاست ــــــــــــــــ ہے۔

(111) مچھلی کا خون ــــــــــــــــ ہے۔

(112) استنجاء کرنا ــــــــــــــــ ہے۔

(113) فجر کے وقت کا آغاز ــــــــــــــــ سے ہوتا ہے۔

(114) فجر کا وقت ــــــــــــــــ تک رہتا ہے۔

(115) ظہر کا وقت ــــــــــــــــ شروع ہوتا ہے۔

(116) امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ــــــــــــــــ تک ہے۔

(117) مغرب کے وقت میں امام شافعی کا کوئی اختلاف ہے؟

(118) تہجد کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

(119) وتر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

(120) اذان فجر کے بعد نوافل ــــــــــــــــ

(121) اذان فجر کے بعد قضا نمازیں درست ــــــــــــــــ

(122) نماز فجر کے بعد قضا نمازیں درست ــــــــــــــــ

(123) نماز فجر کے بعد نوافل درست ــــــــــــــــ

(124) طلوع آفتاب کے وقت قضا اور نوافل درست ہیں؟

(125) نماز عصر کے بعد قضا نمازیں درست ــــــــــــــــ

(126) نماز عصر کے بعد جنازہ پڑھنا۔۔۔۔۔۔۔

(127) طلوع، استواء اور غروب کے وقت سجدۂ تلاوت درست۔۔۔۔۔۔

(128) جمعے کے دن امام کے منبر پر بیٹھنے سے۔۔۔۔تک لغو عمل درست نہیں۔

(129) صاحبین کے نزدیک اذان مغرب اور نماز کے مابین۔۔۔۔۔کیا جائے۔

(130) فجر کی اذان نصف لیل کے وقت دینا۔۔۔۔۔کے نزدیک درست ہے۔

(131) مسافر کے لیے۔۔۔۔ہے کہ وہ اذان اور اقامت دونوں چھوڑ دے۔

(132) لاصلاۃ لحائض الا۔۔۔۔۔

(133) الرکبۃ من۔۔۔۔۔۔

(134) کثرۃ اور قلۃ اسمائے۔۔۔۔۔۔۔میں سے ہیں۔

(135) اعضائے مستورہ میں سے کسی عضو کا ربع۔۔۔۔۔۔وقت کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(136) باندی کا ستر۔۔۔۔۔۔کی طرح ہے۔

(137) عادت اور عبادت میں فرق۔۔۔۔۔۔۔سے ہوتا ہے۔

(138) قبلے کی چار قسمیں ہیں: عین کعبہ، جہت کعبہ، جہت قدرت اور۔۔۔۔۔۔

(139) دوسرے سجدے کی فرضیت پر۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(140) قعدہ اخیرہ کی فرضیت قرآن کریم سے۔۔۔۔۔۔۔

(141) نفی، اثبات سے۔۔۔۔۔۔ہوتی ہے۔

(142) الرحمن اعظم کہہ کر نماز شروع کی تو۔۔۔۔۔۔۔تکبیر تحریمہ کا فرض ادا ہو گیا۔

(143) عجمی زبان میں اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کیا تو۔۔۔۔۔۔۔

(144) اگر عجمی زبان میں قرات کی تو راجح قول کے مطابق نماز۔۔۔۔۔۔۔

(145) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں تعظیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(146) جہر بالتسمیہ کی احادیث احناف کے نزدیک۔۔۔۔۔۔پر محمول ہے۔

(147) اذان میں ترجیع کی احادیث احناف کے نزدیک۔۔۔۔۔۔پر محمول ہے۔

(148) امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرات کی فرض مقدار۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(149) امام شافعی کے نزدیک نماز میں فاتحہ، تشہد اور درود پڑھنا۔۔۔۔۔ہے۔

(150) امام مالک کے نزدیک امام آمین۔۔۔۔۔۔۔۔

(151) ہاتھوں کی انگلیاں پوری کھلی رکھنا صرف۔۔۔۔۔کے ساتھ خاص ہے۔

(152) ہاتھوں کی انگلیاں ملا دینا صرف۔۔۔۔۔۔کے ساتھ خاص ہے۔

(153) رکوع کا معنی ہے۔۔۔۔۔۔۔

(154) سجدے کا معنی ہے۔۔۔۔۔۔۔

(155) امرت ان اسجد علی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(156) تورک کی احادیث۔۔۔۔۔۔۔۔کی حالت پر محمول ہے۔

(157) احناف تشہد ابن۔۔۔۔۔۔۔۔کے قائل ہیں۔

(158) امام شافعی تشہد ابن۔۔۔۔۔۔۔کے قائل ہیں۔

(159) فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔۔۔۔۔۔۔۔

(160) سلام پھیرتے وقت فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرنا مردہ سنتوں میں سے ہے؟

(161) تحریمھا التکبیر و۔۔۔۔۔۔۔التسلیم

(162) صلاۃ النھار۔۔۔۔۔۔۔۔

(163) فجر کی سنت قرات۔۔۔۔۔۔۔۔آیتیں ہیں۔

(164) قرات خلف الامام کی ممانعت پر۔۔۔۔۔۔صحابہ کے آثار ملتے ہیں۔

(165) امام محمد کے نزدیک۔۔۔۔نمازوں میں مقتدی خلف الامام پڑھ سکتا ہے۔

(166) منبر سے دور ہو یا نزدیک خطبے کے وقت۔۔۔۔۔۔۔واجب ہے۔

(167) صحابہ کرام کے زمانے میں جو اقرء ہوتا تھا وہ۔۔۔۔۔۔۔بھی ہوتا تھا۔

(168) عورتوں کی جماعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(169) مقتدی ایک ہی ہو تو وہ امام کے ________ کھڑا ہو۔

(170) ________ کے نزدیک نابالغ کے پیچھے بالغ کے نوافل درست ہیں۔

(171) اخروھن من حیث ________

(172) امام صاحب کے نزدیک بوڑھی مستورات کے لیے رات کی نمازوں کی جماعت میں شرکت ________

(173) اصل مذہب کی رو سے نماز عید میں شرکت بوڑھی خواتین کے لیے بالاتفاق درست ________

(174) قائم کی نماز مومی کے پیچھے ________

(175) قائم کی نماز قاعد کی اقتداء میں ________

(176) متنفل کی اقتداء مفترض کے پیچھے ________

(177) بناء کے بجائے استیناف ________ ہے۔

(178) محاذاۃ کا مسئلہ اور اس کی شرائط حدیث ________ سے ثابت ہے۔

(179) فرض کا مقدمہ ________ ہوتا ہے۔

(180) تمت صلاتک کا معنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک ________ ہے۔

(181) امام کا ایک مقتدی ہو اور امام کو حدث لاحق ہو جائے تو ________ خود بخود امام بن جائے گا۔

(182) زبان سے سلام کا جواب دیدیا تو نماز ________

(183) اشارے سے سلام کا جواب دیا تو نماز ________

(184) چھینک آنے پر نماز میں زبان سے الحمد للہ کہنا ________

(185) ظہر کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد اسی ظہر کی دوبارہ نیت کر کے اللہ اکبر کہا تو یہ نیت ________

(186) سترے میں خط کھینچنے کا ________

(187) تصویر پاؤں میں آرہی ہو تو اس پر نماز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(188) تصویر کا اطلاق صرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پر ہوتا ہے۔

(189) تسبیحات کو نماز میں ہاتھ سے گننا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(190) مسجد کی چھت پر جماعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(191) موم بتی کے سامنے نماز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(192) قرآن شریف کے سامنے نماز۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(193) خبر واحد میں کسی چیز پر سزا کی وعید یا سخت الفاظ آئے ہوں تو وہ مکروہ، مکروہ ۔۔۔۔۔۔ہے۔

(194) لو علم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ من الوزر لوقف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(195) سجدہ میں ہاتھ بچھا دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(196) چندے کے پیسوں سے تزیین و آرائش کا کام کرانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(197) شیخین کے نزدیک فجر کے علاوہ بقیہ تمام نمازوں میں دونوں رکعتوں کی قرات ۔۔۔۔۔۔۔ہونی چاہیے!

(198) فرض کی پہلی دو رکعتوں مین سورہ فاتحہ بھول جائے تو آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا اعادہ۔۔۔۔۔۔

(199) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ ملانا بھول جائے تو آخری دو رکعتوں مین سورت۔۔۔۔۔۔۔

(200) سورۃ کی واجب مقدار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حروف ہے۔

نوٹ: قارئین نے طلب کا اظہار کیا تو بقیہ حصے کے معروضی سوالات ان شاء اللہ طبع ثانی میں شائع کیے جائیں گے۔

بیانیہ سوالات

1۔ کتاب اور مصنف کتاب کے بارے میں معلومات

2۔ درج ذیل کی تعریفات یاد کریں:

فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب، غسل، مسح، اتحاد سبب، اتحاد مجلس، قہقہہ، ضحک، تبسم، ماء جاری، حوض کبیر، ماء مستعمل، ماء مشکوک، دباغت، تداوی بالمحرم، نبیذ تمر، تیمم، میل، غلوۃ، جنس الارض، خبر مشہور، خف، جرموق، جورب مجلد، جورب منعل، جورب ثخین، جبیرہ، حیض، نفاس، استحاضہ، معذور، طہر متخلل، طہر صحیح، سقط، توام، منی، مذی، ودی، نجاست غلیظہ، نجاست خفیفہ، نجاست مرئیہ، نجاست غیر مرئیہ، استنجاء، استبراء، صبح صادق، صبح کاذب، شفق احمر، شفق ابیض، اسفار، غلس، مکروہ وقت، اذان، تثویب، ترجیع، ترسل، حدر، شرط، رکن، تعدیل ارکان، توجیہ، تکبیر، ثناء، استفتاح، تعوذ، تسمیہ، استرجاع، تحمید، تشہد، تورک، جہر، سر، طوال مفصل، اوساط مفصل، قصار مفصل، آمین بالجہر، قراۃ خلف الامام، محاذاۃ، صلوۃ مظنونہ، امی، استخلاف، بناء، حصر عن القراۃ، خروج بصنع المصلی، انین، تاوہ، حروف زوائد، فتح علی الامام، سترہ، تصفیق، عبث، فرقعہ، تخصر، التفات، اقعاء، عقص شعر، کف ثوب، سدل، دکان، تغوط، تخلی، استقبال قبلہ، استدبار قبلہ، قنوت نازلہ، ترویحہ، وقتیہ، فائتہ، سفر شرعی، اہل الاخبیہ، اذن عام، مصر، تکبیر تشریق، خسوف، کسوف، استسقاء، لحد، شق، شہید، ارتثاث، نصاب، عفو، مال نامی، مال تجارت، حوائج اصلیہ، ضرورت سے زائد سامان، دین۔ مال مستفاد، سائمہ، بنت مخاض، بنت لبون، حقہ، جذعہ، تبیعہ، مسنہ۔ فصلان، حملان، عجاجیل، عوامل، حوامل، علوفہ، بنو تغلب، خوارج، انفع للمساکین، عاشر، عشر، خراج، جزیہ، معدن، رکاز، کنز، غرب، دالیہ، سانیہ، زکوۃ کے مصارف اصناف ثمانیہ کی تعریف۔ ہاشمی، سید کی تعریف، یوم الشک، اختلاف

مطالع، قضا، کفارہ، منفذ، حقنہ، سعوط، جائفہ آمہ، احلیل، علک، شیخ فانی، اعتکاف کی اقسام، انسانی ضرورت، حج کا میقات مکانی، میقات زمانی، احرام، آفاق، حل، حرم۔ اشہر حج، رمل، اضطباع، استلام، سعی، رمی، جمرات ثلاثہ، نحر، حلق، طواف قدوم، طواف زیارت، طواف وداع، نفلی طواف، وم الترویہ، یوم عرفہ، یوم النحر، ایام تشریق، جمع بین الصلاتین، جنایات احرام، جنایات حرم، صید، ہدی، بدنہ، دم، اشعار، تقلید، المام صحیح، المام غیر صحیح۔ اضافۃ الاحرام، احصار، حج بدل۔

اہم سوالات

فرائض وضو، نواقض وضو، فرائض غسل، موجبات غسل، تیمم کے فرائض، نواقض، مسح علی الخفین کی شرائط ونواقض، نجاست غلیظہ اور خفیفہ کا قاعدہ، جانوروں کے جھوٹے کا حکم اور فرق کی وجہ، سجدہ سہو واجب ہونے کی صورتیں، روزے کی اقسام، قرات کی اقسام (فرض قرات ،واجب قرات، سنت قرات، زکوۃ اور فطرہ و قربانی کے نصاب میں فرق، حج کی اقسام، طواف کی اقسام، شرائط وجوب، شرائط ادا۔ فرائض واجبات، جنایات

کتاب کے اہم مقامات

(1) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 14)

حتى أن من سمت همته إلى مزيد الوقوف يرغب في الأطول والأكبر ومن أعجله الوقت عنه يقتصر على الأقصر والأصغر وللناس فيما يعشقون مذاهب والفن خير كله ثم سألني بعض إخواني أن أملي عليهم المجموع الثاني فافتتحه مستعينا بالله تعالى في تحرير ما أقاوله متضرعا إليه في التيسير لما أحاوله إنه الميسر لكل عسير وهو على ما يشاء قدير وبالإجابة جدير وحسبنا الله ونعم الوكيل.

(2) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 15)

لأن المواجهة تقع بهذه الجملة وهو مشتق منها " والمرفقان والكعبان يدخلان في الغسل " عندنا خلافا لزفر رحمه الله تعالى هو يقول الغاية لا تدخل تحت المغيا كالليل في باب الصوم ولنا أن هذه الغاية لإسقاط ما وراءها إذ لولاها لاستوعبت الوظيفة الكل وفي باب الصوم لمد الحكم إليها إذ الاسم يطلق على الإمساك ساعة

(3) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 16)

وتكرار الغسل إلى الثلاث " لأن النبي عليه الصلاة والسلام توضأ مرة مرة وقال: " هذا وضوء لا يقبل الله تعالى الصلاة إلا به " وتوضأ مرتين مرتين وقال: " هذا وضوء من يضاعف الله له الأجر مرتين " وتوضأ ثلاثا ثلاثا وقال: " هذا وضوئي ووضوء الأنبياء من قبلي فمن زاد على هذا أو نقص فقد تعدى وظلم " والوعيد لعدم رؤيته سنة.

(4) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 16)

ويستحب للمتوضئ أن ينوي الطهارة " فالنية في الوضوء سنة عندنا وعند الشافعي رحمه الله تعالى فرض لأنه عبادة فلا تصح بدون النية كالتيمم ولنا أنه لا يقع قربة إلا بالنية ولكنه يقع مفتاحا للصلاة لوقوعه طهارة باستعمال المطهر بخلاف التيمم لأن التراب غير مطهر إلا في حال إرادة الصلاة أو هو ينبئ عن القصد

(5) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 16)

ويرتب الوضوء فيبدأ بما بدأ الله تعالى بذكره وبالميامن " فالترتيب في الوضوء سنة عندنا وقال الشافعي رحمه الله تعالى فرض لقوله تعالى: {فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ} [المائدة:6] الآية والفاء للتعقيب ولنا أن المذكور فيها حرف الواو وهي لمطلق الجمع بإجماع أهل اللغة فتقتضي إعقاب غسل جملة الأعضاء

(6) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 17)

المعاني الناقضة للوضوء كل ما يخرج من السبيلين " لقوله تعالى: {أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ} [النساء:43] وقيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم ما الحدث قال: " ما يخرج من السبيلين " وكلمة ما عامة فتتناول المعتاد وغيره " والدم والقيح إذا خرجا من البدن فتجاوزا إلى موضع يلحقه حكم التطهير والقيء ملء الفم " وقال الشافعي رحمه الله: الخارج من غير السبيلين لا ينقض الوضوء لما روي أنه عليه الصلاة والسلام قاء فلم يتوضأ ولأن غسل غير موضع الإصابة أمر تعبدي فيقتصر على مورد الشرع وهو المخرج المعتاد ولنا قوله عليه الصلاة والسلام: " الوضوء من كل دم سائل " وقوله عليه الصلاة والسلام: " من قاء أو رعف في صلاته فلينصرف وليتوضأ وليبن على صلاته مالم يتكلم " ولأن خروج النجاسة مؤثر في زوال الطهارة وهذا القدر في الأصل معقول والاقتصار على الأعضاء الأربعة غير معقول لكنه يتعدى ضرورة تعدي الأول غير أن الخروج إنما يتحقق بالسيلان إلى موضع يلحقه حكم التطهير وبملء الفم في القيء لأن بزوال القشرة تظهر النجاسة في محلها فتكون بادية لا خارجة بخلاف السبيلين لأن ذلك الموضع ليس بموضع النجاسة فيستدل بالظهور على الانتقال والخروج وملء الفم أن يكون بحال لا يمكن ضبطه إلا بتكلف لأنه يخرج ظاهرا فاعتبر خارجا وقال زفر رحمه الله تعالى قليل القيء وكثيره سواء وكذا لا يشترط السيلان عنه اعتبارا بالمخرج المعتاد ولإطلاق قوله عليه الصلاة والسلام: " القلس حدث " ولنا قوله عليه الصلاة والسلام: " ليس في القطرة والقطرتين من الدم وضوء إلا أن يكون سائلا " وقول علي رضي الله تعالى عنه حين عد الأحداث جملة أو دسعة تملأ الفم وإذا تعارضت الأخبار يحمل ما رواه الشافعي رحمه الله على القليل وما رواه زفر رحمه الله على الكثير والفرق بين المسلكين قد بيناه

(7) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 18)

والغلبة على العقل بالإغماء والجنون " لأنه فوق النوم مضطجعا في الاسترخاء والإغماء حدث في الأحوال كلها وهو القياس في النوم إلا أنا عرفناه بالأثر والإغماء فوقه فلا يقاس عليه

(8) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 19)

ولنا قوله تعالى: {وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا} [المائدة:6] وهو أمر بتطهير جميع البدن إلا أن ما يتعذر إيصال الماء إليه خارج عن النص بخلاف الوضوء لأن الواجب فيه غسل الوجه والمواجهة فيهما منعدمة والمواد بما روي حالة الحدث بدليل قوله عليه الصلاة والسلام: " إنهما فرضان في الجنابة سنتان في الوضوء ".

(9) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 21)

وكل ماء وقعت فيها نجاسة لم يجز الوضوء به قليلا كانت النجاسة أو كثيرا " وقال مالك رحمه الله: يجوز ما لم يتغير أحد أوصافه لما روينا وقال الشافعي رحمه الله يجوز إذا كان الماء قلتين لقوله عليه الصلاة والسلام " إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا " ولنا حديث المستيقظ من منامه، وقوله عليه الصلاة والسلام " لا يبولن أحدكم في الماء الدائم ولا يغتسلن فيه من الجنابة " من غير فصل والذي رواه مالك رحمه الله تعالى"ورد في بئر بضاعة وماؤها كان جاريا في البساتين وما رواه الشافعي رحمه الله ضعفه أبو داود وهو يضعف عن احتمال النجاسة

(10) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 21)

والغدير العظيم الذي لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر إذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر، لأن الظاهر أن النجاسة لا تصل إليه " إذ أثر التحريك في السراية فوق أثر النجاسة ثم عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يعتبر التحريك بالاغتسال وهو قول

أبي يوسف رحمه الله تعالى وعنه التحريك باليد وعن محمد رحمه الله تعالى بالتوضي ووجه الأول أن الحاجة إلى الاغتسال في الحياض أشد منها إلى التوضي،وبعضهم قدروا بالمساحة عشرا في عشر بذراع الكرباس توسعة للأمر على الناس وعليه الفتوى والمعتبر في العمق أن يكون بحال لا ينحسر بالاغتراف هو الصحيح وقوله في الكتاب جاز الوضوء من الجانب الآخر إشارة إلى أنه ينجس موضع الوقوع وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا ينجس إلا بظهور أثر النجاسة فيه كالماء الجاري.

(11) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 22)

" والماء المستعمل لا يجوز استعماله في طهارة الأحداث " خلافا لمالك والشافعي رحمها الله هما يقولان إن الطهور ما يطهر غيره مرة بعد أخرى كالقطوع وقال زفر رحمه الله وهو أحد قولي الشافعي رحمه الله إن كان المستعمل متوضئا فهو طهور وإن كان محدثا فهو طاهر غير طهور لأن العضو طاهر حقيقة وباعتباره يكون الماء طاهرا لكنه نجس حكما وباعتباره يكون الماء نجسا فقلنا بانتفاء الطهورية وبقاء الطهارة عملا بالشبهين وقال محمد رحمه الله وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى هو طاهر غير طهور لأن ملاقاة الطاهر لا توجب التنجس إلا أنه أقيمت به قربة فتغيرت به صفته كمال الصدقة وقال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله تعالى هو نجس؛ لقوله عليه الصلاة والسلام " لا يبولن أحدكم في الماء الدائم " الحديث، ولأنه ماء أزيلت به النجاسة الحكمية فيعتبر بماء أزيلت به النجاسة الحقيقية ثم في رواية الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله أنه نجس نجاسة غليظة اعتبارا بالماء المستعمل في النجاسة الحقيقية وفي رواية أبي يوسف عنه رحمه الله تعالى وهو قوله إنه نجس نجاسة خفيفة لمكان الاختلاف.

(12) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 23)

" والماء المستعمل: هو ماء أزيل به حدث أو استعمل في البدن على وجه القربة " قال رضي الله عنه: وهذا عند أبي يوسف رحمه الله وقيل هو قول أبي حنيفة رحمه الله أيضا وقال محمد رحمه الله لا يصير مستعملا إلا بإقامة القربة لأن الاستعمال بانتقال نجاسة الآثام إليه وأنها تزال بالقرب وأبو يوسف رحمه الله يقول إسقاط الفرض مؤثر أيضا فيثبت الفساد بالأمرين ومتى يصير الماء مستعملا الصحيح أنه كما زايل العضو صار مستعملا لأن سقوط حكم الاستعمال قبل الانفصال للضرورة ولا ضرورة بعده والجنب إذا انغمس في البئر لطلب الدلو فعند أبي يوسف رحمه الله تعالى الرجل بحاله لعدم الصب وهو شرط عنده لإسقاط الفرض والماء بحاله لعدم الأمرين وعند محمد رحمه الله تعالى كلاهما طاهران الرجل لعدم اشتراط الصب والماء لعدم نية القربة وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى كلاهما نجسان الماء لإسقاط الفرض عن البعض بأول الملاقاة والرجل لبقاء الحدث في بقية الأعضاء وقيل عنده نجاسة الرجل بنجاسة الماء المستعمل وعنه أن الرجل طاهر لأن الماء لا يعطى له حكم الاستعمال قبل الانفصال وهو أوفق الروايات عنه.

(13) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 24)

فإن بالت فيها شاة نزح الماء كله عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمها الله وقال محمد رحمه الله لا ينزح إلا إذا غلب على الماء فيخرج من أن يكون طهورا " وأصله أن بول ما يؤكل لحمه طاهر عنده نجس عندهما له أن النبي عليه الصلاة والسلام أمر العرنيين بشرب ابوال الإبل وألبانها ولهما قوله عليه الصلاة والسلام " استنزهوا من البول فإن عامة عذاب القبر منه " من غير فصل ولأنه يستحيل إلى نتن وفساد فصار كبول مالا يؤكل لحمه وتأويل ما روي أنه عليه الصلاة والسلام عرف شفاءهم فيه وحيا ثم عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى لا يحل شربه للتداوي ولا لغيره لأنه لا يتيقن بالشفاء فيه فلا يعرض عن الحرمة وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى يحل للتداوي للقصة وعند محمد يحل للتداوي وغيره لطهارته عنده.

(14) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 25)

وإن كانت البئر معينا لا يمكن نزحها أخرجوا مقدار ما كان فيها من الماء " وطريق معرفته أن تحفر حفرة مثل موضع الماء من البئر ويصب فيها ما ينزح منها إلى أن تمتلئ أو ترسل فيها قصبة ويجعل لمبلغ الماء علامة ثم ينزح منها عشر دلاء مثلا ثم تعاد القصبة فينظر كم انتقص فينزح لكل قدر منها عشر دلاء وهذان عن أبي يوسف رحمه الله وعن محمد رحمه الله نزح مائتا دلو إلى ثلثمائة فكأنه بنى قوله على ما شاهد في بلده وعن أبي حنيفة رحمه الله في الجامع الصغير في مثله ينزح حتى يغلبهم الماء ولم يقدر الغلبة بشيء كما هو دأبه وقيل يؤخذ بقول رجلين لهما بصارة في أمر الماء وهذا أشبه بالفقه.

(15) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 25)

" وإن وجدوا في البئر فأرة أو غيرها ولا يدري متى وقعت ولم تنتفخ ولم تتفسخ أعادوا صلاة يوم وليلة إذا كانوا توضئوا منها وغسلوا كل شيء أصابه ماؤها وإن كانت قد إنتفخت أو تفسخت أعادوا صلاة ثلاثة أيام ولياليها وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا ليس عليهم إعادة شيء حتى يتحققوا متى وقعت " لأن اليقين لا يزول بالشك وصار كمن رأى في ثوبه نجاسة ولا يدري متى أصابته ولأبي حنيفة رحمه الله تعالى أن للموت سببا ظاهرا وهو الوقوع في الماء فيحال به عليه إلا أن الانتفاخ والتفسخ دليل التقادم فيقدر بالثلاث وعدم الإنتفاخ والتفسخ دليل قرب العهد فقدرناه بيوم وليلة لأن ما دون ذلك ساعات لا يمكن ضبطها وأما مسألة النجاسة فقد قال المعلى هي على الخلاف فيقدر بالثلاث في البالي وبيوم وليلة في الطري ولو سلم فالثوب بمرأى عينه والبئر غائبة عن بصره فيفترقان.

(16) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 26)

وسؤر الحمار والبغل مشكوك فيه " قيل الشك في طهارته لأنه لو كان طاهرا لكان طهورا ما لم يغلب اللعاب على الماء وقيل الشك في طهوريته لأنه لو وجد الماء المطلق لا يجب عليه غسل رأسه وكذا لبنه طاهر وعرقه لا يمنع جواز الصلاة وإن فحش فكذا سؤره وهو الأصح ويروى نص محمد رحمه الله على طهارته وسبب الشك تعارض الأدلة في إباحته وحرمته أو اختلاف الصحابة رضي الله عنهم في نجاسته وطهارته وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه نجس ترجيحا للحرمة والنجاسة والبغل من نسل الحمار فيكون بمنزلته

(17) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 27)

فان لم يجدإلا نبيذ التمر. قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى يتوضأبه ولا يتيمم " لحديث ليلة الجن فإن النبي عليه الصلاة والسلام توضأ به حين لم يجد الماء وقال أبو يوسف رحمه الله يتيمم ولا يتوضأ به وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وبه قال الشافعي رحمه الله عملا بآية التيمم لأنها أقوى أو هو منسوخ بها لأنها مدنية وليلة الجن كانت مكية وقال محمد رحمه الله تعالى يتوضأبه ويتيمم لأن في الحديث اضطرابا وفي التاريخ جهالة فوجب الجمع احتياطا قلنا ليلة الجن كانت غير واحدة فلا يصح دعوى النسخ والحديث مشهور عملت به الصحابة رضي الله عنهم وبمثله يزاد على الكتاب وأما الاغتسال به فقد قيل يجوز عنده اعتبارا بالوضوء وقيل لا يجوز لأنه فوقه والنبيذ المختلف فيه أن يكون حلوا رقيقا يسيل على الأعضاء كالماء وما اشتد منها صار حراما لا يجوز التوضي به وإن غيرته النار لما دام حلوا رقيقا فهو على الخلاف وإن اشتد فعند أبي حنيفة رحمه الله يجوز التوضي به لأنه يحل شربه عنده وعند محمد رحمه الله لا يتوضأبه لحرمة شربه عنده ولا يجوز التوضي بما سواه من الأنبذة جريا على قضية القياس.

(18) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 28)

فإن تيمم نصراني يريد به الإسلام ثم أسلم لم يكن متيما عند أبي حنيفة ومحمد رحمها الله وقال أبو يوسف رحمه الله هو متيم " لأنه نوى قربة مقصودة بخلاف التيمم لدخول المسجد ومس المصحف لأنه ليس بقربة مقصودة ولهما أن التراب ما جعل طهورا إلا في حال إرادة قربة مقصودة لا تصح بدون الطهارة والإسلام قربة مقصودة تصح بدونها بخلاف سجدة التلاوة لأنها قربة مقصودة لا تصح بدون الطهارة

(19) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 28)

وإن توضأ لا يريد به الإسلام ثم أسلم فهو متوضئ " خلافا للشافعي رحمه الله بناء على اشتراط النية " فإن تيمم مسلم ثم ارتد ثم أسلم فهو على تيممه " وقال زفر رحمه الله: بطل تيممه لأن الكفر ينافيه فيستوي فيه الإبتداء والبقاء كالمحرمية في النكاح ولنا أن الباقي بعد التيمم صفة كونه طاهرا فاعتراض الكفر عليه لا ينافيه كما لو اعترض على الوضوء وإنما لا يصح من الكافر ابتداء لعدم النية منه.

(20) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 32)

وما تراه المرأة من الحمرة والصفرة والكدرة في أيام الحيض حيض " حتى ترى البياض خالصا " وقال أبو يوسف رحمه الله: لا تكون الكدرة حيضا إلا بعد الدم " لأنه لو كان من الرحم لتأخر خروج الكدر عن الصافي ولهما ما روي أن عائشة رضي الله عنها جعلت ما سوى البياض الخالص حيضا وهذا لا يعرفالهداية في شرح بداية المبتدي إلا سماعا، وفم الرحم منكوس فيخرج الكدر أولا كالجرة إذا ثقب أسفلها.

(21) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 33)

وليس لهم مس المصحف إلا بغلافه ولا أخذ درهم فيه سورة من القرآن إلا بصرته وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلافه " لقوله عليه الصلاة والسلام

" لا يمس القرآن إلا طاهر " ثم الحدث والجنابة حلا اليد فيستويان في حكم المس والجنابة حلت الفم دون الحدث فيفترقان في حكم القراءة

(22) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 33).

" والطهر إذا تخلل بين الدمين في مدة الحيض فهو كالدم المتوالي ". قال رضي الله تعالى عنه: وهذه إحدى الروايات عن أبي حنيفة رحمه الله ووجهه أن استيعاب الدم مدة الحيض ليس بشرط بالإجماع فيعتبر أوله وآخره كالنصاب في باب الزكاة وعن أبي يوسف رحمه الله وهو روايته عن أبي حنيفة رحمه الله وقيل هو آخر أقواله إن الطهر إذا كان أقل من خمسة عشر يوما لا يفصل وهو كله كالدم المتوالي لأنه طهر فاسد فيكون بمنزلة الدم والأخذ بهذا القول أيسر وتمامه يعرف في كتاب الحيض

(23) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 34)

وإذا خرج الوقت بطل وضوؤهم واستأنفوا الوضوء لصلاة أخرى " وهذا عند أصحابنا الثلاثة رضي الله عنهم وقال زفر رضي الله عنه استأنفوا إذا دخل الوقت " فإن توضئوا حين تطلع الشمس أجزأهم عن فرض الوقت حتى يذهب وقت الظهر " وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وقال أبو يوسف وزفر رحمهما الله أجزأهم حتى يدخل وقت الظهر وحاصله: أن طهارة المعذور تنتقض بخروج الوقت أي عنده بالحدث السابق عندأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وبدخوله عند زفر وبأيهما كان عند أبي يوسف رحمه الله وفائدة الاختلاف لا تظهر إلا فيمن توضأ قبل الزوال كما ذكرنا أو قبل طلوع الشمس لزفر رحمه الله أن اعتبار الطهارة مع المنافي للحاجة إلى الأداء ولا حاجة قبل الوقت فلا تعتبر ولأبي يوسف أن الحاجة مقصورة على الوقت فلا تعتبر قبله ولا بعده ولهما أنه لا بد من تقديم الطهارة على الوقت ليتمكن من الأداء كما دخل الوقت وخروج الوقت دليل زوال الحاجة فظهر اعتبار الحدث عنده والمراد بالوقت وقت المفروضة حتى لو توضأ المعذور لصلاة العيد له أن يصلي الظهر به

عندهما وهو الصحيح لأنها بمنزلة صلاة الضحى ولو توضأ مرة للظهر في وقته وأخرى فيه للعصر فعندهما ليس له أن يصلي العصر به لانتقاضه بخروج وقت المفروضة والمستحاضة هي التي لا يمضي عليها وقت صلاة إلا والحدث الذي ابتليت به يوجد فيه وكذا كل من هو في معناها وهو من ذكرناه ومن به استطلاق بطن وانفلات ريح لأن الضرورة بهذا تتحقق وهي تعمم الكل.

(24) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 35)

" فإن ولدت ولدين في بطن واحد فنفاسها من الولد الأول عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله وإن كان بين الولدين اربعون يوما وقال محمد رحمه الله من الولد الأخير " وهو قول زفر رحمه الله، لأنها حامل بعد وضع الأول فلا تصير نفساء كما أنها لا تحيض ولهذا تنقضي العدة بالولد الأخير بالاجماع ولهما أن الحامل إنما لا تحيض لانسداد فم الرحم على ما ذكرنا وقد انفتح بخروج الأول وتنفس بالدم فكان نفاسا والعدة تعلقت بوضع حمل مضاف إليها فيتناول الجميع.

(25) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 37)

ثم يروى اعتبار الدرهم من حيث المساحة وهو قدر عرض الكف في الصحيح ويروى من حيث الوزن وهو الدرهم الكبير المثقال وهو ما يبلغ وزنه مثقالا وقيل في التوفيق بينهما إن الأولى في الرقيق والثانية في الكثيف

(26) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 37)

وإنما كان مخففا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله لمكان الاختلاف في نجاسته أو لتعارض النصين على اختلاف الأصلين "

(27) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 37)

وإذا أصاب الثوب من الروث أو " من " أخثاء البقر أكثر من قدر الدرهم لم تجز الصلاة فيه عند أبي حنيفة رحمه الله " لأن النص الوارد في نجاسته وهو ما روي أنه عليه الصلاة والسلام رمى بالروثة وقال " هذا رجس أو ركس " لم يعارضه غيره وبهذا يثبت التغليظ عنده والتخفيف بالتعارض " وقالا يجزئه حتى يفحش " لأن للاجتهاد فيه مساغا وبهذا يثبت التخفيف عندهما ولأن فيه ضرورة لامتلاء الطرق بها هي مؤثرة في التخفيف بخلاف بول الحمار لأن الأرض تنشفه.قلنا الضرورة في النعال قد أثرت في التخفيف مرة حتى تطهر بالمسح فتكفي مؤنتها.

(28) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 38)

والنجاسة ضربان مرئية وغير مرئية فما كان منها مرئيا فطهارته زوال عينها " لأن النجاسة حلت المحل باعتبار العين فتزول بزوالها " إلا أن يبقى من أثرها ما تشق إزالته " لأن الحرج مدفوع وهذا يشير إلى أنه لا يشترط الغسل بعد زوال العين وإن زال بالغسل مرة واحدة وفيه كلام " وما ليس بمرئي فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر " لأن التكرار لا بد منه للاستخراج ولا يقطع بزواله فاعتبر غالب الظن كما في أمر القبلة وإنما قدروا بالثلاث لأن غالب الظن يحصل عنده فأقيم السبب لظاهر مقامه تيسيرا ويتأيد ذلك بحديث المستيقظ من منامه ثم لا بد من العصر في كل مرة في ظاهر الرواية لأنه هو المستخرج.

(29) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 39)

وفي بعض النسخ إلا المائع وهذا يقق اختلاف الروايتين في تطهير العضو بغير الماء على ما بينا وهذا لأن المسح غير مزيل إلا أنه أكتفي به في موضع الاستنجاء فلا يتعداه ثم يعتبر المقدار المانع وراء موضع الاستنجاء عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله لسقوط اعتبار ذلك الموضع وعند محمد رحمه الله مع موضع الاستنجاء اعتبارا بسائر المواضع "

(30) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 41)

وتأخير العشاء إلى ما قبل ثلث الليل " لقوله عليه الصلاة والسلام " لولا أن اشق على أمتي لأخرت العشاء إلى ثلث الليل " ولأن فيه قطع السمر المنهي عنه بعده وقيل في الصيف تعجل كيلا تتقلل الجماعة والتأخير إلى نصف الليل مباح لأن دليل الكراهة وهو تقليل الجماعة عارضه دليل الندب وهو قطع السمر بواحدة فتثبت الإباحة وإلى النصف الأخير مكروه لما فيه من تقليل الجماعة وقد انقطع السمر قبله "

(31) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 42)

والحديث بإطلاقه حجة على الشافعي رحمه الله تعالى في تخصيص الفرائض وبمكة في حق النوافل وحجة على أبي يوسف رحمه الله تعالى في إباحة النفل يوم الجمعة وقت الزوال. قال: " ولا صلاة جنازة " لما روينا " ولا سجدة تلاوة " لأنها في معنى الصلاة إلا عصر يومه عند الغروب لأن السبب هو الجزء القائم من الوقت لأنه لو تعلق بالكل لوجب الأداء بعده ولو تعلق بالجزء الماضي فالمؤدى في آخر الوقت قاض وإذا كان كذلك فقد أداها كما وجبت بخلاف غيرها من الصلوات لأنها وجبت كاملة فلا تتأدى بالنقص.قال رضي الله عنه: والمراد بالنفي المذكور في صلاة الجنازة وسجدة التلاوة الكراهة حتى لو صلاها فيه أو تلا فيه آية السجدة فسجدها جاز لأنها أديت ناقصة كما وجبت إذ الوجوب بحضور الجنازة والتلاوة.

(32) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 42)

لأن الكراهة كانت لحق الفرض ليصير الوقت كالمشغول به لا لمعنى في الوقت فلم تظهر في حق الفرائض وفيما وجب لعينه كسجدة التلاوة وظهرت في حق المنذور لأنه تعلق وجوبه بسبب من جهته وفي حق ركعتي الطواف وفي الذي شرع فيه ثم أفسده لأن الوجوب لغيره وهو ختم الطواف وصيانة المؤدي عن البطلان

(33) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 43)

والتثويب في الفجر: حي على الصلاة حي على الفلاح مرتين بين الأذان والإقامة حسن " لأنه وقت نوم وغفلة " وكره في سائر الصلوات " ومعناه العود إلى الإعلام بعد الإعلام وهو على حسب ما تعرفوه وهذا التثويب أحدثه علماء الكوفة بعد عهد الصحابة رضي الله عنهم لتغير أحوال الناس وخصوا الفجر به لما ذكرنا والمتأخرون استحسنوه في الصلوات كلها لظهور التواني في الأمور الدينية.وقال أبو يوسف رحمه الله: لا أرى بأسا أن يقول المؤذن للأمير في الصلوات كلهاالسلام عليك أيها الأمير ورحمة الله وبركاته حي على الصلاة حي على الفلاح الصلاة يرحمك الله واستبعده محمد رحمه الله لأن الناس سواسية في أمر الجماعة. وأبو يوسف رحمه الله خصهم بذلك لزيادة اشتغالهم بأمور المسلمين كيلا تفوتهم الجماعة وعلى هذا القاضي والمفتي

(34) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 44)

ويكره أن يقيم على غير وضوء " لما فيه من الفصل بين الإقامة والصلاة .ويروى أنه لا تكره الإقامة أيضا لأنها أحد الأذانين ويروى أنه يكره الأذان أيضا لأنه صير داعيا إلى مالا يجيب بنفسه " ويكره أن يؤذن وهو جنب " رواية واحدة ووجه الفرق على إحدى الروايتين أن للأذان شبها بالصلاة فتشترط الطهارة عن أغلظ الحدثين لا دون أخفهما عملا بالشبهين.وفي الجامع الصغير: إذا أذن وأقام على غير وضوء لا يعيد والجنب أحب إلى أن يعيد " ولو لم يعد أجزأه " أما الأول فلخفة الحدث وأما الثاني ففي الإعادة بسبب الجنابة روايتان والأشبه أن يعاد الأذان دون الإقامة لأن تكرار الأذان مشروع دون الإقامة وقوله لو لم يعد أجزأه يعني الصلاة لأنها جائزة بدون الأذان والإقامة

(35) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 45)

فإن صلت وربع ساقها أو ثلثه مكشوف تعيد الصلاة " عند أبي حنيفة ومحمد رحمها الله " وإن كان أقل من الربع لا تعيد وقال أبو يوسف رحمه الله لا تعيد إن كان أقل من النصف " لأن الشيء إنما يوصف بالكثرة إذا كان ما يقابله أقل منه إذ هما من أسماء المقابلة " وفي النصف عنه روايتان " فاعتبر الخروج عن حد القلة أو عدم الدخول في ضده

(36) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 46)

وينوي الصلاة التي يدخل فيها بنية لا يفصل بينها وبين التحريمة بعمل " والأصل فيه قوله عليه الصلاة والسلام " الأعمال بالنيات " ولأن ابتداء الصلاة بالقيام وهو متردد بين العادة والعبادة ولا يقع التمييز بالنية والمتقدم على التكبير كالقائم عنده إذا لم يوجد ما يقطعه وهو عمل لا يليق بالصلاة ولا معتبرة بالمتأخرة منها عنه لأن ما مضى لا يقع عبادة لعدم النية وفي الصوم جوزت للضرورة والنية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي أما الذكر باللسان فلا معتبر به ويحسن ذلك لاجتماع عزيمته ثم إن كانت الصلاة نفلا يكفيه مطلق النية وكذا إن كانت سنة في الصحيح وإن كانت فرضا فلا بد من تعيين الفرض كالظهر مثلا لاختلاف الفروض " وإن كان مقتديا بغيره ينوي الصلاة ومتابعته " لأنه يلزمه فساد الصلاة من جهته فلا بد من التزامه.

(37) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 47)

ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها ومن كان غائبا ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح لأن التكليف بحسب الوسع ومن كان خائفا يصلي إلى أي جهة قدر لتحقق العذر فأشبه حالة الاشتباه " فإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد وصلى " لأن الصحابة رضوان الله عليهم تحروا وصلوا ولم ينكر عليهم رسول الله عليه الصلاة والسلام ولأن

العمل بالدليل الظاهر واجب عند انعدام دليل فوقه والاستخبار فوق التحري " فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلى لا يعيدها " وقال الشافعي رحمه الله تعالى يعيدها إذا استدبر لتيقنه بالخطأ ونحن نقول ليس في وسعه إلا التوجه إلى جهة التحري والتكليف مقيد بالوسع

(38) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 48)

" وإذا شرع في الصلاة كبر " لما تلونا وقال عليه الصلاة والسلام " تحريمها التكبير " وهو شرط عندنا خلافا للشافعي رحمه الله حتى إن من تحرم للفرض كان له أن يؤدي بها التطوع عندنا وهو يقول إنه يشترط لها ما يشترط لسائر الأركان وهذا آية الركنية ولنا أنه عطف الصلاة عليه في قوله تعالى: {وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى} [الأعلى:15] ومقتضاه المغايرة ولهذا لا يتكرر كتكرار الأركان ومراعاة الشرائط لما يتصل به من القيام

(39) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 48)

فإن قال بدل التكبير الله أجل أو أعظم أو الرحمن أكبر أو لا إله إلا الله أو غيره من أسماء الله تعالى أجزأه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى إن كان يحسن التكبير لم يجزئه إلا قوله الله أكبر أو الله الأكبر أو الله الكبير "وقال الشافعي رحمه الله: لا يجوز إلا بالأولين وقال مالك رحمه الله تعالى لا يجوز إلا بالأول لأنه هو المنقول والأصل فيه التوقيف والشافعي رحمه الله يقول إدخال الألف واللام فيه أبلغ في الثناء فقام مقامه وأبو يوسف رحمه الله تعالى يقول إن أفعل وفعيلا في صفات الله تعالى سواء بخلاف ما إذا كان لا يحسن لأنه لا يقدر إلا على المعنى ولهما أن التكبير هو التعظيم لغة وهو حاصل

(40) " فإن افتتح الصلاة بالفارسية أو قرأ فيها بالفارسية أو ذبح وسمى بالفارسية وهو يحسن العربية أجزأه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وقالا لا يجزئه إلا في الذبيحة وإن لم يحسن العربية أجزأه ". أما الكلام في الافتتاح فمحمد مع أبي حنيفة رحمه الله تعالى في العربية ومع أبي يوسف

في الفارسية لأن لغة العرب لها من المزية ما ليس لغيرها.وأماالكلام في القراءة فوجه قولهما إن القرآن اسم لمنظوم عربي كما نطق به النص إلا أن عند العجز يكتفى بالمعنى كالإيماء بخلاف التسمية لأن الذكر يحصل بكل لسان،ولأبي حنيفة رحمه الله تعالى قوله تعالى: {وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ} [الشعراء:196] ولم يكن فيها بهذه اللغة ولهذا يجوز عند العجز إلا أنه يصير مسيئا لمخالفته السنة المتوارثة ويجوز بأي لسان كان سوى الفارسية هو الصحيح لما تلونا.والمعنى: لا يختلف باختلاف اللغات والخلاف في الاعتداد ولا خلاف في أنه لا فساد ويروى رجوعه في أصل المسألة إلى قولهما وعليه الاعتماد والخطبة والتشهد على هذا الاختلاف وفي الأذان يعتبر التعارف

(41) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 50)

" ثم يقرأ فاتحة الكتاب وسورة أو ثلاث آيات من أي سورة شاء " فقراءة الفاتحة لا تتعين ركنا عندنا وكذا ضم السورة إليها خلافا للشافعي رحمه الله تعالى في الفاتحة ولمالك رحمه الله تعالى فيهما له قوله عليه الصلاة والسلام " لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب وسورة معها " وللشافعي رحمه الله تعالى قوله عليه الصلاة والسلام " لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب " ولنا قوله تعالى: {فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ} [المزمل: 20] والزيادة عليه بخبر الواحد لا تجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها

(42) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 51)

ثم إذا استوى قائما كبر وسجد " أما التكبير والسجود فلما بينا وأما الاستواء قائما فليس بفرض وكذا الجلسة بين السجدتين والطمأنينة في الركوع والسجود وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وقال أبو يوسف يفترض ذلك كله وهو قول الشافعي رحمه الله تعالى لقوله عليه الصلاة والسلام " قم فصل فإنك لم تصل " قاله لأعرابي حين أخف الصلاة ولهما أن الركوع هو الانحناء والسجود هو الانخفاض لغة فتتعلق الركنية بالأدنى فيهما وكذا في الانتقال إذ هو غير مقصود وفي آخر ما روي تسميته إياه صلاة حيث قال " وما نقصت

من هذا شيئا فقد نقصت من صلاتك " ثم القومة والجلسة سنة عندهما وكذا الطمأنينة في تخريج الجرجاني رحمه الله تعالى وفي تخريج الكرخي رحمه الله واجبة حتى تجب سجدتا السهو بتركها ساهيا عنده

(43) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 53)

" والتشهد: التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك أيها النبي إلى آخره " وهذا تشهد عبد الله بن مسعود رضي الله عنه فإنه قال أخذ رسول الله عليه الصلاة والسلام بيدي وعلمني التشهد كما كان يعلمني سورة من القرآن وقال " قل التحيات لله إلى آخره " والأخذ بهذا أولى من الأخذ بتشهد ابن عباس رضي الله عنهما وهو قوله التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله سلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا إلى آخره لأن فيه الأمر وأقله الاستحباب والألف واللام وهما للاستغراق وزيادة الواو وهي لتجديد الكلام كما في القسم وتأكيد التعليم

(44) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 53)

" وتشهد " وهو واجب عندنا " وصلى على النبي عليه الصلاة والسلام " وهو ليس بفريضة عندنا خلافا للشافعي رحمه الله فيهما لقوله صلى الله عليه وسلم " إذا قلت هذا أو فعلت فقد تمت صلاتك إن شئت أن تقوم فقم وإن شئت أن تقعد فاقعد " والصلاة على النبي عليه الصلاة والسلام خارج الصلاة واجبة إما مرة واحدة كما قاله الكرخي أو كلما ذكر النبي عليه الصلاة والسلام كما اختاره الطحاوي فكفينا مؤنة الأمر والفرض المروي في التشهد هو التقدير.

(45) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 55)

ثم المخافتة أن يسمع نفسه والجهر أن يسمع غيره وهذا عند الفقيه أبي جعفر الهندواني رحمه الله لأن مجرد حركة اللسان لا يسمى قراءة بدون الصوت وقال الكرخي أدنى الجهر أن يسمع نفسه وأدنى المخافتة تصحيح الحروف لأن القراءة فعل اللسان دون الصماخ وفي لفظ الكتاب إشارة إلى هذا

وعلى هذا الأصل كل ما يتعلق بالنطق كالطلاق والعتاق والاستثناء وغير ذلك

(46) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 56)

" ولا يقرأ المؤتم خلف الإمام " خلافا للشافعي رحمه الله في الفاتحة له أن القراءة ركن من الأركان فيشتركان فيه.ولنا قوله عليه الصلاة والسلام " من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة " وعليه إجماع الصحابة رضي الله عنهم وهو ركن مشترك بينهما لكن حظ المقتدي الإنصات والاستماع قال عليه الصلاة والسلام " وإذا قرأالإمام فأنصتوا " ويستحسن على سبيل الاحتياط فيما يروى عن محمد رحمه الله ويكره عندهما لما فيه من الوعيد

(47) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 45)

" وإن كان وحده خافت حتما ولا يتخير هو الصحيح " لأن الجهر يختص إما بالجماعة حتما، أوبالوقت فى حق المنفرد على وجه التخيير ولم يوجد احدهما.

(48) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 57)

" فإن تساووا فأقرؤهم " لقوله عليه الصلاة والسلام " يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانوا سواء فأعلمهم بالسنة وأقرؤهم كان أعلمهم " لأنهم كانوا يتلقونه بأحكامه فقدم في الحديث ولا كذلك في زماننا فقدمنا الأعلم

(49) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 57)

وأما الصبي فلأنه متنفل فلا يجوز اقتداء المفترض به وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ رحمهم الله ولم يجوزه مشايخنا رحمهم الله ومنهم من حقق الخلاف في النفل المطلق بين أبي يوسف ومحمد رحمهما الله والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها لأن نفل الصبي دون نفل البالغ حيث لا يلزمه القضاء بالإفساد بالاجماع ولا يبني القوي على الضعيف بخلاف المظنون لأنه مجتهد فيه فاعتبر العارض عدما.

(50) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 58)

" وإن حاذته امرأة وهما مشتركان في صلاة واحدة فسدت صلاته إن نوى الإمام إمامتها " والقياس أن لا تفسد وهو قول الشافعي رحمه الله اعتبارا بصلاتها حيث لا تفسد وجه الاستحسان ما رويناه وأنه من المشاهير وهو المخاطب به دونها فيكون هو التارك لفرض المقام فتفسد صلاته دون صلاتها كالمأموم إذا تقدم على الإمام " وإن لم ينو إمامتها لم تضره ولا تجوز صلاتها " لأن الاشتراك لا يثبت دونها عندنا خلافا لزفر رحمه الله. ألا ترى أنه يلزمه الترتيب في المقام فيتوقف على التزامه كالاقتداء وإنما يشترط نية الإمامة إذا ائتمت محاذية وإن لم يكن بجنبها رجل ففيه روايتان والفرق على إحداهما أن الفساد في الأول لازم وفي الثاني محتمل." ومن شرائط المحاذاة أن تكون الصلاة مشتركة وأن تكون مطلقة وأن تكون المرأة من أهل الشهوة وأن لا يكون بينهما حائل " لأنها عرفت مفسدة بالنص بخلاف القياس فيراعى جميع ما ورد به النص

(51) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 58)

" ويكره لهن حضور الجماعات " يعني الشواب منهن لما فيه من خوف الفتنة " ولا بأس للعجوز أن تخرج في الفجر والمغرب والعشاء " وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله " وقالا يخرجن في الصلوات كلها " لأنه لا فتنة لقلة الرغبة إليها فلا يكره كما في العيد وله أن فرط الشبق حامل فتقع الفتنة غير أن الفساق انتشارهم في الظهر والعصر والجمعة أما في الفجر والعشاء فهم نائمون وفي المغرب بالطعام مشغولون والجبانة متسعة فيمكنها الاعتزال عن الرجال فلا يكره.

(52) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 59)

" من أم قوما ثم ظهر أنه كان محدثا أو جنبا أعاد صلاته وأعادوا " وفيه خلاف الشافعي رحمه الله تعالى بناء على متقدم ونحن نعتبر معنى التضمن وذلك في الجواز والفساد "

(53) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 59)

فان قرأ الإمام في الأولين ثم قدم في الأخريين أميا فسدت صلاتهم " وقال زفر رحمه الله تعالى لا تفسد لتأدي فرض القراءة.ولنا أن كل ركعة صلاة فلا تخلى عن القراءة إما تحقيقا أو تقديرا ولا تقدير في حق الأمي لانعدام الأهلية وكذا على هذا لو قدمه في التشهد والله تعالى أعلم بالصواب.

(54) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 60)

" ومن ظن أنه أحدث فخرج من المسجد ثم علم أنه لم يحدث استقبل الصلاة وإن لم يكن خرج من المسجد يصلي ما بقي " والقياس فيهما الاستقبال وهو رواية عن محمد رحمه الله لوجود الانصراف من غير عذر وجه الاستحسان أنه انصرف على قصد الإصلاح ألا ترى أنه لو تحقق ما توهمه بنى على صلاته فألحق قصد الإصلاح بحقيقته مالم يختلف المكان بالخروج وإن كان استخلف فسدت لأنه عمل كثير من غير عذر وهذا بخلاف ما إذا ظن أنه افتتح الصلاة على غير وضوء فانصرف ثم علم أنه على وضوء حيث تفسد وإن لم يخرج لأن الانصراف على سبيل الرفض ألا ترى أنه لو تحقق ما توهمه يستقبله فهذا هو الحرف

(55) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 61)

وقيل الأصل فيه أن الخروج عن الصلاة بصنع المصلي فرض عند أبي حنيفة رحمه الله وليس بفرض عندهما فاعتراض هذه العوارض عنده في هذه الحالة كاعتراضها في خلال الصلاة وعندهما كاعتراضها بعد التسليم لهما ما روينا من حديث ابن مسعود رضي الله عنه وله أنه لا يمكنه أداء صلاة أخرى إلا بالخروج من هذه وما لا يتوصل إلى الفرض إلا به يكون فرضا ومعنى قوله تمت قاربت التمام والاستخلاف ليس بمفسد حتى يجوز في حق القارىء وإنما الفساد ضرورة حكم شرعي وهو عدم صلاحية الإمامة

(56) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 61)

وإذا إنتهى إلى السلام يقدم مدركا يسلم بهم فلو أنه حين أتم صلاة الإمام قهقه أو أحدث متعمدا أو تكلم أو خرج من المسجد فسدت صلاته وصلاة القوم تامة " لأن المفسد في حقه وجد في خلال الصلاة وفي حقهم بعد تمام أركانها "والإمام الأول إن كان فرغ لا تفسد صلاته وإن لم يفرغ تفسد" وهو الأصح " فإن لم يحدث الإمام الأول وقعد قدر التشهد ثم قهقه أو أحدث متعمدا فسدت صلاة الذي لم يدرك أول صلاته عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا لا تفسد وإن تكلم أو خرج من المسجد لم تفسد في قولهم جميعا " لهما أن صلاة المقتدى بناء على صلاة الإمام جوازا وفسادا ولم تفسد صلاة الإمام فكذا صلاته وصار كالسلام والكلام وله أن القهقهة مفسدة الجزء الذي يلاقيه من صلاة الإمام فيفسد مثله من صلاة المقتدى غير أن الإمام لا يحتاج إلى البناء والمسبوق محتاج إليه والبناء على الفاسد فاسد بخلاف السلام لأنه منه والكلام في معناه وينتقض وضوء الإمام لوجود القهقهة في حرمة الصلاة

(57) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 62)

وعن أبي يوسف رحمه الله أن قوله آه لا يفسد في الحالين وأوه يفسد وقيل الأصل عنده أن الكلمة إذا إشتملت على حرفين وهما زائدان أو إحداهما لا تفسد وإن كانتا أصليتين تفسد وحروف الزوائد جمعوها في قولهم اليوم تنساه وهذا لا يقوى لأن كلام الناس في متفاهم العرف يتبع وجود حروف الهجاء وإفهام المعنى ويتحقق ذلك في حروف كلها زوائد

(58) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 63)

" وإذا قرأ الإمام من المصحف فسدت صلاته عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وقالا هي تامة " لأنها عبادة انضافت إلى عبادة أخرى " إلا أنه يكره " لأنه تشبه بصنيع أهل الكتاب ولأبي حنيفة رحمه الله تعالى أن حمل

المصحف والنظر فيه وتقليب الأوراق عمل كثير ولأنه تلقن من المصحف فصار كما إذا تلقن من غيره وعلى هذا لا فرق بين المحمول والموضوع وعلى الأول يفترقان

(59) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 64)

ولا يعقص شعره " وهو أن يجمع شعره على هامته ويشده بخيط أو بصمغ ليتلبد فقد روي أنه عليه الصلاة والسلام نهى أن يصلي الرجل وهو معقوص " ولا يكف ثوبه " لأنه نوع تجبر " ولا يسدل ثوبه " لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن السدل وهو أن يجعل ثوبه على رأسه وكتفيه ثم يرسل أطرافه من جوانبه

(60) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 64)

ولا بأس بأن يصلي على بساط فيه تصاوير " لأن فيه استهانة بالصور" ولا يسجد على التصاوير " لأنه يشبه عبادة الصورة وأطلق الكراهة في الأصل لأن المصلى معظم " ويكره أن يكون فوق رأسه في السقف أو بين يديه أو بحذائه تصاوير أو صورة معلقة " لحديث جبريل إنا لا ندخل بيتا فيه كلب أو صورة ولو كانت الصورة صغيرة بحيث لا تبدو للناظر لا يكره لأن الصغار جدا لا تعبد " وإذا كان التمثال مقطوع الرأس " أي ممحو الرأس " فليس بتمثال " لأنه لا يعبد بدون الرأس وصار كما إذا صلى إلى شمع أو سراج على ما قالوا " ولو كانت الصورة على وسادة ملقاة أو على بساط مفروش لا يكره " لأنها تداس وتوطأ بخلاف ما إذا كانت الوسادة منصوبة أو كانت على السترة لأنه تعظيم لها وأشدها كراهة أن تكون أمام المصلي ثم من فوق رأسه ثم على يمينه ثم على شماله ثم خلفه " ولو لبس فيه ثوبا فيه تصاوير يكره " لأنه يشبه حامل الصنم والصلاة جائزة في جميع ذلك لاستجماع شرائطها وتعاد على وجه غير مكروه وهذا الحكم في كل صلاة أديت مع الكراهة " ولا يكره تمثال غير ذي الروح " لأنه لا يعبد

(61) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 68)

ولنا قوله تعالى: {فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ} [المزمل: 20] والأمر بالفعل لا يقتضي التكرار وإنما أوجبنا في الثانية استدلالا بالأولى لأنهما يتشاكلان من كل وجه فأما الأخريان فيفارقانها في حق السقوط بالسفر وصفة القراءة وقدرها فلا يلحقان بها والصلاة فيما روي مذكورة صريحا فتنصرف إلى الكاملة وهي الركعتان عرفا كمن حلف لا يصلى صلاة بخلاف ما إذا حلف لا يصلي

(62) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 68)

وهذه المسئلة على ثمانية أوجه.

والأصل فيها أن عند محمد رحمه الله ترك القراءة في الأوليين أو في إحداهما يوجب بطلان التحريمة لأنها تعقد للأفعال وعند أبي يوسف رحمه الله ترك القراءة في الشفع الأول لا يوجب بطلان التحريمة وإنما يوجب فساد الأداء لأن القراءة ركن زائد. ألا ترى أن للصلاة وجودا بدونها غير أنه لا صحة للأداء إلا بها وفساد الأداء لا يزيد على تركه فلا يبطل التحريمة وعند أبي حنيفة رحمه الله ترك القراءة في الأوليين يوجب بطلان التحريمة وفي إحداهما لا يوجب لأن كل شفع من التطوع صلاة على حدة وفسادها بترك القراءة في ركعة واحدة مجتهد فيه فقضينا بالفساد في حق وجوب القضاء وحكمنا ببقاء التحريمة في حق لزوم الشفع الثاني احتياطا إذا ثبت هذا نقول إذا لم يقرأ في الكل قضى ركعتين عندهما لأن التحريمة قد بطلت بترك القراءة في الشفع الأول عندهما فلم يصح الشروع في الشفع الثاني وبقيت عند أبي يوسف رحمه الله فصح الشروع في الشفع الثاني ثم إذا فسد الكل بترك القراءة فيه فعليه قضاء الأربع عنده " ولو قرأ في الأوليين لا غير فعليه قضاء الأخريين بالإجماع " لأن التحريمة لم تبطل فصح الشروع في الشفع الثاني ثم فساده بترك القراءة لا يوجب فساد الشفع الأول " ولو قرأ في الأخريين لا غير فعليه قضاء الأوليين بالإجماع " لأن

عندهما لم يصح الشروع في الشفع الثاني وعند أبي يوسف رحمه الله إن صح فقد أداها " ولو قرأ في الأوليين وإحدى الأخريين فعليه قضاء الأخريين بالإجماع ولو قرأ في الأخريين وإحدى الأوليين فعليه قضاء الأوليين بالإجماع ولو قرأ في إحدى الأوليين وإحدى الأخريين على قول أبي يوسف رحمه الله عليه قضاء الأربع وكذا عند أبي حنيفة رحمه الله " لأن التحريمة باقية وعند محمد رحمه الله عليه قضاء الأوليين لأن التحريمة قد ارتفعت عنده وقد أنكر أبو يوسف رحمه الله هذه الرواية عنه، وقال رويت لك عن أبي حنيفة رحمه الله أنه يلزمه قضاء ركعتين ومحمد رحمه الله لم يرجع عن روايته عنه " ولو قرأ في إحدى الأوليين لا غير قضى أربعا عندهما وعند محمد رحمه الله قضى ركعتين ولو قرأ في إحدى الأخريين لا غير قضى أربعا عند أبي يوسف رحمه الله وعندهما ركعتين ".

(63) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 69)

" وتفسير قوله عليه الصلاة والسلام " لا يصلي بعد صلاة مثلها " يعني ركعتين بقراءة وركعتين بغير قراءة فيكون بيان فرضية القراءة في ركعات النفل كلها

(64) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 71)

ومن صلى ركعة من الظهر ثم أقيمت يصلي أخرى " صيانة للمؤدي عن البطلان " ثم يدخل مع القوم " إحرازا لفضيلة الجماعة " وإن لم يقيد الأولى بالسجدة يقطع ويشرع مع الإمام هو الصحيح " لأنه بمحل الرفض وهذا القطع للإكمال بخلاف ما إذا كان في النفل لأنه ليس للإكمال ولو كان في السنة قبل الظهر والجمعة فأقيم أو خطب يقطع على رأس الركعتين يروى ذلك عن أبي يوسف رحمه الله وقد قيل يتمها " وإن كان قد صلى ثلاثا من الظهر يتمها " لأن للأكثر حكم الكل فلا يحتمل النقض بخلاف ما إذا كان في الثالثة بعد ولم يقيدها بالسجدة حيث يقطعها لأنه محل الرفض ويتخير إن شاء عاد فقعد وسلم وإن شاء كبر

(65) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 73)

" ولو خاف فوت الوقت يقدم الوقتية ثم يقضيها " لأن الترتيب يسقط بضيق الوقت وكذا بالنسيان وكثرة الفوائت كيلا يؤدي إلى تفويت الوقتية ولو قدم الفائتة جاز لأن النهي عن تقديمها لمعنى في غيرها بخلاف ما إذا كان في الوقت سعة وقدم الوقتية حيث لا يجوز لأنه أداها قبل وقتها الثابت بالحديث " قائما ينوي الدخول في صلاة الإمام "

(66) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 77)

" فإن لم يستطع الإيماء برأسه أخرت الصلاة عنه ولا يومئ بعينيه ولا بقلبه ولا بحاجبيه " خلافا لزفر رحمه الله لما روينا من قبل ولأن نصب الأبدال بالرأي ممتنع ولا قياس على الرأس لأنه يتادى به ركن الصلاة دون العين وأختيها وقوله أخرت عنه إشارة إلى أنه لا تسقط الصلاة عنه وإن كان العجز أكثر من يوم وليلة إذا كان مفيقا هو الصحيح لأنه يفهم مضمون الخطاب بخلاف المغمى عليه.

(67) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 79)

" ومن كرر تلاوة سجدة واحدة في مجلس واحدة أجزأته سجدة واحدة فإن قرأها في مجلسه فسجدها ثم ذهب ورجع فقرأها سجدها ثانية وإن لم يكن سجد للأولى فعليه السجدتان " فالأصل أن مبنى السجدة على التداخل دفعا للحرج وهو تداخل في السبب دون الحكم وهذا أليق بالعبادات والثاني بالعقوبات وإمكان التداخل عند اتحاد المجلس لكونه جامعا للمتفرقات فإذا اختلف عاد الحكم إلى الأصل ولا يختلف بمجرد القيام بخلاف المخيرة لأنه دليل الإعراض وهو المبطل هنالك وفي تسدية الثوب يتكرر الوجوب وفي المنتقل من غصن إلى أغصن كذلك في الأصح وكذا في الدياسة للاحتياط " ولو تبدل مجلس السامع دون التالي يتكرر الوجوب على السامع " لأن السبب في حقه السماع " وكذا إذا تبدل مجلس التالي دون السامع " على ما قيل والأصح أنه لا يتكرر الوجوب على السامع لما قلنا "

(68) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 80)

" السفر الذي يتغير به الأحكام أن يقصد الإنسان مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الإبل ومشي الأقدام " لقوله عليه الصلاة والسلام " يمسح المقيم كمال يوم وليلة والمسافر ثلاثة أيام ولياليها " عمت الرخصة الجنس ومن ضرورته عموم التقدير وقدر أبو يوسف رحمه الله بيومين وأكثر اليوم الثالث والشافعي بيوم وليلة في قول وكفى بالسنة حجة عليهما " والسير المذكور هو الوسط " وعن أبي حنيفة رحمه الله التقدير بالمراحل وهو قريب من الأول ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح " ولا يعتبر السير في الماء " معناه لا يعتبر به السير في البر فأما المعتبر في البحر فما يليق بحاله كما في الجبل.

(69) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 81)

" ومن كان له وطن فانتقل عنه واستوطن غيره ثم سافر فدخل وطنه الأول قصر " لأنه لم يبق وطنا له ألا ترى أنه عليه الصلاة والسلام بعد الهجرة عد نفسه بمكة من المسافرين وهذا لأن الأصل أن الوطن الأصلي يبطل بمثله دون السفر ووطن الإقامة يبطل بمثله وبالسفر وبالأصلي "

(70) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 90)

" وأولى الناس بالصلاة على الميت السلطان إن حضر " لأن في التقدم عليه ازدراء به " فإن لم يحضر فالقاضي " لأنه صاحب ولاية " فإن لم يحضر فيستحب تقديم إمام الحي " لأنه رضيه في حال حياته.قال: " ثم الولي والأولياء على الترتيب المذكور في النكاح فإن صلى غير الولي والسلطان أعاد الولي " يعني إن شاء لما ذكرنا أن الحق للأولياء " وإن صلى الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده " لأن الفرض يتأدى بالأولى والتنفل بها غير مشروع ولهذا رأينا الناس تركوا عن آخرهم الصلاة على قبر النبي عليه الصلاة والسلام وهو اليوم كما وضع " وإن دفن الميت ولم

يصل عليه صلى على قبره " لأن النبي عليه الصلاة والسلام صلى على قبر امرأة من الأنصار " ويصلى عليه قبل أن يفسخ " والمعتبر في معرفة ذلك أكبر الرأي هو الصحيح لاختلاف الحال والزمان والمكان "

(71) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 92)

" الشهيد من قتله المشركون أو وجد في المعركة وبه أثر أو قتله المسلمون ظلما ولم يجب بقتله دية فيكفن ويصلى عليه ولا يغسل " لأنه في معنى شهداء أحد وقال صلى الله عليه وسلم فيهم " زملوهم بكلومهم ودمائهم ولا تغسلوهم " فكل من قتل بالحديدة ظلما وهو طاهر بالغ ولم يجب به عوض مالي فهو في معناهم فيلحق بهم والمراد بالأثر الجراحة لأنها دلالة القتل وكذا خروج الدم من موضع غير معتاد كالعين ونحوها والشافعي رحمه الله يخالفنا في الصلاة ويقول السيف محاء للذنوب فأغنى عن الشفاعة ونحن نقول الصلاة على الميت لإظهار كرامته والشهيد أولى بها والطاهر عن الذنوب لا يستغني عن الدعاء كالنبي والصبي " ومن قتله أهل الحرب أو أهل البغي أو قطاع الطريق فبأي شيء قتلوه لم يغسل " لأن شهداء أحد ما كان كلهم قتيل السيف والسلاح "

(72) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 95)

ولا بد من ملك مقدار النصاب لأنه صلى الله عليه وسلم قدر السبب به ولا بد من الحول لأنه لا بد من مدة يتحقق فيها النماء وقدرها الشرع بالحول لقوله صلى الله عليه وسلم " لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول " ولأنه المتمكن به من الاستنماء لاشتماله على الفصول المختلفة والغالب تفاوت الأسعار فيها فأدير الحكم عليه ثم قيل هي واجبة على الفور لأنه مقتضى مطلق الأمر وقيل على التراخي لأن جميع العمر وقت الأداء ولهذا لا تضمن بهلاك النصاب بعد التفريط " وليس على الصبي والمجنون زكاة " خلافا للشافعي رحمه الله فإنه يقول هي غرامة مالية فتعتبر بسائر المؤن كنفقة الزوجات وصار كالعشر والخراج ولنا أنها عبادة فلا تتأدى إلا

بالاختيار تحقيقا لمعنى الابتلاء ولا اختيار لهما لعدم العقل بخلاف الخراج لأنه مؤنة الأرض وكذلك الغالب في العشر معنى المؤنة ومعنى العبادة تابع

(73) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 95)

والمراد به دين له مطالب من جهة العباد حتى لا يمنع دين النذر والكفارة ودين الزكاة مانع حال بقاء النصاب لأنه ينتقص به النصاب، وكذا بعد الاستهلاك خلافا لزفر فيهما ولأبي يوسف رحمه الله في الثاني على ما روى عنه لأن له مطالبا وهو الإمام في السوائم ونائبه في أموال التجارة فإن الملاك نوابه "

(74) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 100)

" ويجوز دفع القيم في الزكاة " عندنا وكذا في الكفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر.وقال الشافعي رحمه الله: لا يجوز اتباعا للمنصوص كما في الهدايا والضحايا ولنا أن الأمر بالأداء إلى الفقير إيصال الرزق الموعود إليه فيكون إبطالا لقيد الشاة فصار كالجزية بخلاف الهدايا لأن القربة فيها إراقة لدم وهو لا يعقل ووجه القربة في المتنازع فيه سد خلة المحتاج وهو معقول

(75)الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 101)

" والزكاة عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله في النصاب دون العفو " وقال محمد وزفر رحمهما الله فيهما حتى لو هلك العفو وبقي النصاب بقي كل الواجب عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله وعند محمد وزفر يسقط بقدره لمحمد وزفر رحمهما الله أن الزكاة وجبت شكرا لنعمة المال والكل نعمة ولهما قوله عليه الصلاة والسلام " وفي خمس من الإبل السائمة شاة وليس في الزيادة شيء حتى تبلغ عشرا " وهكذا قال في كل نصاب ونفى الوجوب عن العفو لأن العفو تبع للنصاب فيصرف الهلاك أولا إلى التبع كالربح في مال المضاربة ولهذا قال أبو حنيفة رحمه الله يصرف الهلاك بعد العفو إلى النصاب الأخير ثم إلى الذي يليه إلى أن ينتهي لأن الأصل هو النصاب الأول وما زاد عليه تابع وعند أبي يوسف رحمه الله يصرف إلى العفو أولا ثم إلى النصاب شائعا "

(76) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 103)

قال: " وتضم قيمة العروض إلى الذهب والفضة حتى يتم النصاب " لأن الوجوب في الكل باعتبار التجارة وإن افترقت جهة الإعداد " ويضم الذهب إلى الفضة " للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذا الوجه صار سببا ثم يضم بالقيمة عند أبي حنيفة رحمه الله وعندهما بالأجزاء وهو رواية عنه حتى إن من كان له مائة درهم وخمسة مثاقيل ذهب تبلغ قيمتها مائة درهم فعليه الزكاة عنده خلافا لهما هما يقولان المعتبر فيهما القدر دون القيمة حتى لا تجب الزكاة في مصوغ وزنه أقل من مائتين وقيمته فوقها وهو يقول إن الضم للمجانسة وهي تتحقق باعتبار القيمة دون الصورة فيضم بها والله أعلم.

(77) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 107)

" قال أبو حنيفة رحمه الله في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر سواء سقي سيحا أو سقته السماء إلا الحطب والقصب والحشيش وقالا لا يجب العشر إلا فيما له ثمرة باقية إذا بلغ خمسة أوسق والوسق ستون صاعا بصاع النبي عليه الصلاة والسلام وليس في الخضروات عندهما عشر " فالخلاف في موضعين: في اشتراط النصاب وفي اشتراط البقاء لهما في الأول قوله عليه الصلاة والسلام " ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة " ولأنه صدقة فيشترط فيه النصاب لتحقق الغنى ولأبي حنيفة رحمه الله قوله عليه الصلاة والسلام " ما أخرجت الأرض ففيه العشر من غير فصل " وتأويل ما روياه زكاة التجارة، لأنهم كانوا يتبايعون بالأوساق وقيمة الوسق أربعون درهما ولا معتبر بالمالك فيه فكيف بصفته وهو الغني ولهذا لا يشترط الحول لأنه للاستنماء وهو كله نماء ولهما في الثاني قوله عليه الصلاة والسلام " ليس في الخضروات صدقة " والزكاة غير منفية فتعين العشر وله ما روينا ومرويهما محمول على صدقة يأخذها

العاشر وبه أخذ أبو حنيفة رحمه الله فيه ولأن الأرض قد تستنمي بما لا يبقى والسبب هي الأرض النامية ولهذا يجب فيها الخراج.

(78) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 112)

" قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله إذا دفع الزكاة إلى رجل يظنه فقيرا ثم بان أنه غني أو هاشمي أو كافر أو دفع في ظلمة فبان أنه أبوه أو ابنه فلا إعادة عليه وقال أبو يوسف رحمه الله عليه الإعادة " لظهور خطئه بيقين وإمكان الوقوف على هذه الأشياء وصار كالأواني والثياب ولهما حديث معن بن يزيد فإنه عليه الصلاة والسلام قال فيه." يا يزيد لك ما نويت ويا معن لك ما أخذت " وقد دفع إليه وكيل أبيه صدقته ولأن الوقوف على هذه الأشياء بالاجتهاد دون القطع فيبتنى الأمر فيها على ما يقع عنده كما إذا اشتبهت عليه القبلة وعن أبي حنيفة رحمه الله في غير الغني أنه لا يجزئه والظاهر هو الأول وهذا إذا تحرى فدفع وفي أكبر رأيه أنه مصرف ، أما إذا شك ولم يتحر أو تحرى فدفع وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لا يجزئه إلا إذا علم أنه فقير هو الصحيح "

(79) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 115)

" والصاع عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله ثمانية أرطال بالعراقي " وقال أبو يوسف رحمه الله خمسة أرطال وثلث رطل وهو قول الشافعي رحمه الله لقوله عليه الصلاة والسلام " صاعنا أصغر الصيعان " ولنا ما روي أنه عليه الصلاة والسلام كان يتوضأ بالمد رطلين ويغتسل بالصاع ثمانية أرطال وهكذا كان صاع عمر ضي الله عنه وهو أصغر من الهاشمي وكانوا يستعملون الهاشمي.

(80) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 115)

" ووجوب الفطرة يتعلق بطلوع الفجر من يوم الفطر " وقال الشافعي رحمه الله بغروب الشمس في اليوم الأخير من رمضان حتى إن من أسلم أو ولد ليلة الفطر تجب فطرته عندنا وعنده لا تجب وعلى عكسه من

مات فيها من مماليكه أو ولده له أن يختص بالفطر وهذا وقته ولنا أن الإضافة للاختصاص واختصاص الفطر باليوم دون الليل " والمستحب أن يخرج الناس الفطرة يوم الفطر قبل الخروج إلى المصلى " لأنه عليه الصلاة والسلام كان يخرج قبل أن يخرج للمصلى ولأن الأمر بالإغناء كي لا يتشاغل الفقير بالمسئلة عن الصلاة وذلك بالتقديم " فإن قدموها على يوم الفطر جاز " لأنه أدى بعد تقرر السبب فأشبه التعجيل في الزكاة ولا تفصيل بين مدة ومدة هو الصحيح وقيل يجوز تعجيلها في النصف الأخير من رمضان وقيل في العشر الأخير " وإن أخروها عن يوم الفطر لم تسقط وكان عليهم إخراجها " لأن وجه القربة فيها معقول فلا يتقدر وقت الأداء فيها بخلاف الأضحية والله أعلم.

(81) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 114)

" الفطرة نصف صاع من بر أو دقيق أو سويق أو زبيب أو صاع من تمر أو شعير " وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله الزبيب بمنزلة الشعير وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله والأول رواية الجامع الصغير وقال الشافعي رضي الله عنه من جميع ذلك صاع لحديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال كنا نخرج ذلك على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولنا ما روينا وهو مذهب جماعة من الصحابة وفيهم الخلفاء الراشدون رضوان الله عليهم أجمعين وما رواه محمول على الزيادة تطوعا ولهما في الزبيب أنه والتمر يتقاربان في المقصود وله أنه والبر يتقاربان في المعنى لأنه يؤكل كل واحد منهما بجميع أجزائه بخلاف الشعير والتمر لأن كل واحد منهما يؤكل ويلقى من التمر النواة ومن الشعير النخالة وبهذا ظهر التفاوت بين البر والتمر ومراده من الدقيق والسويق ما يتخذ من البر أما دقيق الشعير فكالشعير والأولى أن يراعى فيهما القدر والقيمة احتياطا وإن نص على الدقيق في بعض الأخبار ولم يبين ذلك في الكتاب اعتبارا للغالب والخبز تعتبر فيه القيمة هو الصحيح

(82) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 116).

" الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان منه ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين فيجوز بنية من الليل وإن لم ينو حتى أصبح أجزأته النية ما بينه وبين الزوال " وقال الشافعي رضي الله عنه لا يجزيه.اعلم أن صوم رمضان فريضة لقوله تعالى: {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ} [البقرة: 183] وعلى فرضيته انعقد الإجماع ولهذا يكفر جاحده والمنذور واجب لقوله تعالى: {وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ} [الحج: 29] وسبب الأول الشهر ولهذا يضاف إليه ويتكرر بتكرره وكل يوم سبب لوجوب صومه وسبب الثاني النذر والنية من شرطه وسنبينه ونفسره إن شاء الله تعالى وجه قوله في الخلافية قوله عليه الصلاة والسلام " لا صيام لمن لم ينو الصيام من الليل " ولأنه لما فسد الجزء الأول لفقد النية فسد الثاني ضرورة أنه لا يتجزأ بخلاف النفل لأنه متجزئ عنده.ولنا قوله صلى الله عليه وسلم بعدما شهد الأعرابي برؤية الهلال "ألا من أكل فلا يأكلن بقية يومه ومن لم يأكل فليصم " وما رواه محمول على نفي الفضيلة والكمال أو معناه لم ينو أنه صوم من الليل ولأنه يوم صوم فيتوقف الإمساك في أوله على النية المتأخرة المقترنة بأكثره كالنفل وهذا لأن الصوم ركن واحد ممتد والنية لتعيينه لله تعالى فتترجح بالكثرة جنبة الوجود بخلاف الصلاة والحج لأن لهما أركانا فيشترط قرانها بالعقد على أدائها وبخلاف القضاء لأنه يتوقف على صوم ذلك اليوم وهو النفل وبخلاف ما بعد الزوال لأنه لم يوجد اقترانها بالأكثر فترجحت جنبة الفوات ثم قال في المختصر ما بينه وبين الزوال وفي الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الأصح لأنه لا بد من وجود النية في أكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة الكبرى لا إلى وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتتحقق في الأكثر

(83) " من قاء فلا قضاء عليه ومن استقاء عامدا فعليه القضاء " ويستوي فيه ملء الفم فما دونه فلو عاد وكان ملء الفم فسد عند أبي يوسف رحمه الله لأنه خارج حتى انتقض به الطهارة وقد دخل وعند محمد رحمه الله لا

يفسد لأنه لم توجد صورة الفطر وهو الابتلاع وكذا معناه لأنه لا يتغذى به عادة وإن أعاده فسد بالإجماع لوجود الإدخال بعد الخروج فتتحقق صورة الفطر وإن كان أقل من ملء الفم فعاد لم يفسد صومه لأنه غير خارج ولا صنع له في الإدخال وإن أعاده فكذلك عند أبي يوسف رحمه الله لعدم الخروج وعند محمد رحمه الله يفسد صومه لوجود الصنع منه في الإدخال " فإن استقاء عمدا ملء فيه فعليه القضاء " لما روينا والقياس متروك به ولا كفارة عليه لعدم الصورة وإن كان أقل من ملء الفم فكذلك عند محمد رحمه الله لإطلاق الحديث وعند أبي يوسف رحمه الله لا يفسد لعدم الخروج حكما ثم إن عاد لم يفسد عنده لعدم سبق الخروج وإن أعاده فعنه أنه لا يفسده لما ذكرنا وعنه أنه يفسد فألحقه بملء الفم لكثرة الصنع.

(84) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 123)

" ولو أقطر في إحليله لم يفطر " عند أبي حنيفة وقال أبو يوسف رحمه الله يفطر وقول محمد رحمه الله مضطرب فيه فكأنه وقع عند أبي يوسف رحمه الله أن بينه وبين الجوف منفذا ولهذا يخرج منه البول ووقع عند أبي حنيفة رحمه الله أن المثانة بينهما حائل والبول يترشح منه وهذا ليس من باب الفقه

(85) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 132)

" الحج واجب على الأحرار البالغين العقلاء الأصحاء إذا قدروا على الزاد والراحلة فاصلا عن المسكن وما لا بد منه وعن نفقة عياله إلى حين عوده وكان الطريق آمنا " وصفه بالوجوب وهو فريضة محكمة ثبتت فرضيته بالكتاب وهو قوله تعالى: {وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ} [آل عمران: 97] الآية " ولا يجب في العمر الا مرة واحدة " لأنه عليه الصلاة والسلام قيل له الحج في كل عام أم مرة واحدة فقال " لا بل مرة واحدة فما زاد فهو تطوع " ولأن سببه البيت وإنه لا يتعدد فلا يتكرر الوجوب ثم هو واجب على الفور عند أبي يوسف رحمه الله وعن أبي حنيفة رحمه الله ما

يدل عليه وعند محمد والشافعي رحمهما الله على التراخي لأنه وظيفة العمر فكان العمر فيه كالوقت في الصلاة وجه الأول أنه يختص بوقت خاص والموت في سنة واحدة غير نادر فيتضيق احتياطا ولهذا كان التعجيل أفضل بخلاف وقت الصلاة لأن الموت في مثله نادر وإنما شرط الحرية والبلوغ لقوله عليه الصلاة والسلام " أيما عبد حج عشر حجج ثم أعتق فعليه حجة الإسلام وأيما صبي حج عشر حجج ثم بلغ فعليه حجة الإسلام " ولأنه عبادة والعبادات بأسرها موضوعة عن الصبيان والعقل شرط لصحة التكليف وكذا صحة الجوارح لأن العجز دونها لازم والأعمى إذا وجد من يكفيه مؤنة سفره ووجد زادا وراحلة لا يجب عليه الحج عند أبي حنيفة رحمه الله خلافا لهما وقد مر في كتاب الصلاة وأما المقعد فعن أبي حنيفة رحمه الله أنه يجب لأنه مستطيع بغيره فأشبه المستطيع بالراحلة وعن محمد رحمه الله أنه لا يجب لأنه غير قادر على الأداء بنفسه بخلاف الأعمى لأنه لو هدى يؤدي بنفسه فأشبه الضال عنه ولا بد من القدرة على الزاد والراحلة وهو قدر ما يكترى به شق محمل أو رأس زاملة وقدر النفقة ذاهبا وجائيا لأنه عليه الصلاة والسلام سئل عن السبيل إليه فقال " الزاد والراحلة ".

(86) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 141)

" ومن صلى الظهر في رحله وحده صلى العصر في وقته عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا يجمع بينهما المنفرد لأن جواز الجمع للحاجة إلى امتداد الوقوف والمنفرد محتاج إليه ولأبي حنيفة رحمه الله أن المحافظة على الوقت فرض بالنصوص فلا يجوز تركه إلا فيما ورد الشرع به وهو الجمع بالجماعة مع الإمام والتقديم لصيانة الجماعة لأنه يعسر عليهم الاجتماع للعصر بعد ما تفرقوا في الموقف لا لما ذكراه إذ لا منافاة ثم عند أبي حنيفة رحمه الله الإمام شرط في الصلاتين جميعا وقال زفر رحمه الله في العصر خاصة لأنه هو المغير عن وقته وعلى هذا الخلاف الاحرام بالحج ولأبي حنيفة رحمه الله أن التقديم على خلاف القياس عرفت شرعيته فيما إذا كانت العصر

مرتبة على ظهر مؤدى بالجماعة مع الإمام في حالة الإحرام بالحج فيقتصر عليه ثم لا بد من الإحرام بالحج قبل الزوال في رواية تقديماً للاحرام على وقت الجمع وفي أخرى يكتفي بالتقديم على الصلاة لأن المقصود هو الصلاة.

(87) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 143)

" ويصلي الإمام بالناس المغرب والعشاء بأذان وإقامة واحدة " وقال زفر رحمه الله بأذان وإقامتين اعتبارا بالجمع بعرفة ولنا رواية جابر رضي الله عنه أن النبي عليه الصلاة والسلام جمع بينهما بأذان وإقامة واحدة ولأن العشاء في وقته فلا يفرد بالإقامة علاما بخلاف العصر بعرفة لأنه مقدم على وقته فأفرد بها لزيادة الإعلام." ولا يتطوع بينهما " لأنه يخل بالجمع. ولو تطوع أو تشاغل بشيء أعاد الإقامة لوقوع الفصل وكان ينبغي أن يعيد الأذان كما في الجمع الأول بعرفة إلا أنا اكتفينا بإعادة الإقامة لما روى أن النبي عليه الصلاة والسلام صلى المغرب بمزدلفة ثم تعشى ثم أفرد الإقامة للعشاء " ولا تشترط الجماعة لهذا الجمع عند أبي حنيفة رحمه الله " لأن المغرب مؤخرة عن وقتها بخلاف الجمع بعرفة لأن العصر مقدم على وقته.

(88) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 150)

" القران أفضل من التمتع والإفراد " وقال الشافعي رحمه الله الإفراد أفضل وقال مالك رحمه الله التمتع أفضل من القران لأن له ذكرا في القرآن ولا ذكر للقران فيه وللشافعي رحمه الله قوله عليه الصلاة والسلام " القران رخصة " ولأن في الإفراد زيادة التلبية والسفر والحلق ولنا قوله عليه الصلاة والسلام " يا آل محمد أهلوا بحجة وعمرة معا " ولأن فيه جمعا بين العبادتين فأشبه الصوم مع الاعتكاف والحراسة في سبيل الله مع صلاة الليل والتلبية غير محصورة والسفر غير مقصود والحلق خروج عن العبادة فلا يترجح بما ذكر والمقصود بما روي نفي قول أهل الجاهلية إن العمرة في أشهر الحج من أفجر الفجور وللقران ذكر في القرآن لأن المراد من قوله

تعالى: {وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ} [البقرة: 196] أن يحرم بهما من دويرة أهله على ما روينا من قبل ثم فيه تعجيل الإحرام واستدامة إحرامهما من الميقات إلى إن يفرغ منهما ولا كذلك التمتع فكان القران أولى منه

(89) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 153)

" التمتع أفضل من الإفراد عندنا " وعن أبي حنيفة رحمه الله أن الإفراد أفضل لأن المتمتع سفره واقع لعمرته والمفرد سفره واقع لحجته وجه ظاهر الرواية أن في التمتع جمعا بين العبادتين فأشبه القران ثم فيه زيادة نسك وهي إراقة الدم وسفره واقع لحجته وإن تخللت العمرة لأنها تبع للحج كتخلل السنة بين الجمعة والسعي إليها " والمتمتع على وجهين متمتع يسوق الهدي ومتمتع لا يسوق الهدي " ومعنى التمتع الترفق بأداء النسكين في سفر واحد من غير أن يلم بأهله بينهما إلماما صحيحا ويدخله اختلافات نبينها إن شاء الله تعالى "

(90) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 154)

" وأشعر البدنة عند أبي يوسف ومحمد " رحمهما الله " ولا يشعر عند أبي حنيفة " رحمه الله " ويكره " والإشعار هو الإدماء بالجرح لغة " وصفته أن يشق سنامها " بأن يطعن في أسفل السنام " من الجانب الأيمن أو الأيسر " قالوا: والأشبه هو الأيسر لأن النبي عليه الصلاة والسلام طعن في جانب اليسار مقصودا وفي جانب الأيمن اتفاقا ويلطخ سنامها بالدم إعلاما وهذا الصنع مكروه عند أبي حنيفة رحمه الله وعندهما حسن وعند الشافعي رحمه الله سنة لأنه مروي عن النبي عليه الصلاة والسلام وعن الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم ولهما أن المقصود من التقليد أن لا يهاج إذا ورد ماء أو كلأ أو يرد إذا ضل وأنه في الإشعار أتم لأنه ألزم فمن هذا الوجه يكون سنة إلا أنه عارضته جهة كونه مثلة فقلنا بحسنه ولأبي حنيفة رحمه الله أنه مثلة وأنه منهي عنه ولو وقع التعارض فالترجيح للمحرم وإشعار النبي عليه الصلاة والسلام كان لصيانة الهدي لأن المشركين لا

يمتنعون عن تعرضه إلا به وقيل إن أبا حنيفة كره إشعار أهل زمانه لمبالغتهم فيه على وجه يخاف منه السراية وقيل إنما كره إيثاره على التقليد.

(91) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 155)

" وإذا عاد المتمتع إلى بلده بعد فراغه من العمرة ولم يكن ساق الهدي بطل تمتعه " لأنه ألم بأهله فيما بين النسكين إلماما صحيحا وبذلك يبطل التمتع كذا روي عن عدة من التابعين " وإذا ساق الهدي فإلمامه لا يكون صحيحا ولا يبطل تمتعه " عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله وقال محمد رحمه الله يبطل لأنه أداهما بسفرتين ولهما أن العود مستحق عليه ما دام على نية التمتع لأن السوق يمنعه من التحلل فلم يصح إلمامه بخلاف المكي إذا خرج إلى الكوفة وأحرم بعمرة وساق الهدي حيث لم يكن متمتعا لأن العود هناك غير مستحق عليه فصح إلمامه بأهله "

(92) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 158)

" وإذا حلق ربع رأسه أو ربع لحيته فصاعدا فعليه دم فإن كان أقل من الربع فعليه صدقة " وقال مالك رحمه الله لا يجب إلا بحلق الكل وقال الشافعي رحمه الله يجب بحلق القليل اعتبارا بنبات الحرم ولنا أن حلق بعض الرأس ارتفاق كامل لأنه معتاد فتتكامل به الجناية وتتقاصر فيما دونه بخلاف تطييب ربع العضو لأنه غير مقصود وكذا حلق بعض اللحية معتاد بالعراق وأرض العرب " وإن حلق الرقبة كلها فعليه دم " لأنه عضو مقصود بالحلق "

(93) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 159)

" وإن قص أظافير يديه ورجليه فعليه دم " لأنه من المحظورات لما فيه من قضاء التفث وإزالة ما ينمو من البدن فإذا قلمها كلها فهو ارتفاق كامل فيلزمه الدم " ولا يزاد على دم إن حصل في مجلس واحد " لأن الجناية من نوع واحد فإن كان في مجالس فكذلك عند محمد رحمه الله لأن مبناها

على التداخل فأشبه كفارة الفطر إلا إذا تخللت الكفارة لارتفاع الأولى بالتكفير وعلى قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تجب أربعة دماء إن قلم في كل مجلس يدا أو رجلا لأن الغالب فيه معنى العبادة فيتقيد التداخل باتحاد المجلس كما في آي السجدة "

(94) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 166)

لهما أن التخيير شرع رفقا بمن عليه فيكون الخيار إليه كما في كفارة اليمين ولمحمد والشافعي قوله تعالى: {يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْياً [المائدة: 95] الآية ذكر الهدي منصوبا لأنه تفسير لقوله: {يَحْكُمُ بِهِ} أو مفعول لحكم الحكم ثم ذكر الطعام والصيام بكلمة أو فيكون الخيار إليهما قلنا الكفارة عطفت على الجزاء لا على الهدي بدليل أنه مرفوع وكذا قوله تعالى: {أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَاماً} [المائدة: 95] مرفوع فلم يكن فيها دلالة اختيار الحكمين وإنما يرجع إليهما في تقويم المتلف ثم الاختيار بعد ذلك إلى من عليه "

(95) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 168)

" ومن قتل مالا يؤكل لحمه من الصيد كالسباع ونحوها فعليه الجزاء " إلا ما استثناه الشرع وهو ما عددناه وقال الشافعي رحمه الله لا يجب الجزاء لأنها جبلت على الإيذاء تدخلت في الفواسق المستثناة وكذا اسم الكلب يتناول السباع بأسرها لغة.ولنا أن السبع صيد لتوحشه وكونه مقصودا بالأخذ إما لجلده أو ليصطاد به أو لدفع أذاه والقياس على الفواسق ممتنع لما فيه من إبطال العدد واسم الكلب لا يقع على السبع عرفا والعرف أملك " ولا يجاوز بقيمته شاة

(96) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 172).

" وإذا أتى الكوفي بستان بني عامر فأحرم بعمرة فإن رجع إلى ذات عرق ولبى بطل عنه دم الوقت وإن رجع إليه ولم يلب حتى دخل مكة وطاف لعمرته فعليه دم " وهذا عند أبي حنيفة وقالا إن رجع إليه محرما فليس

عليه شيء لبى أو لم يلب وقال زفر رحمه الله تعالى لا يسقط لبى أو لم يلب لأن جنايته لم ترتفع بالعود وصار كما إذا أفاض من عرفات ثم عاد إليه بعد الغروب.ولنا أنه تدارك المتروك في أوانه وذلك قبل الشروع في الأفعال فيسقط الدم بخلاف الإفاضة لأنه لم يتدارك المتروك على ما مر غير أن التدارك عندهما بعوده محرما لأنه أظهر حق الميقات كما إذا مر به محرما ساكتا وعنده رحمه الله بعوده محرما ملبيا لأن العزيمة في الإحرام من دويرة أهله فإذا ترخص بالتأخير إلى الميقات وجب عليه قضاء حقه بإنشاء التلبية فكان التلافي بعوده ملبيا.

(97) الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 173)

قال أبو حنيفة رحمه الله: إذا أحرم المكي بعمرة وطاف لها شوطا ثم أحرم بالحج فإنه يرفض الحج وعليه لرفضه دم وعليه حجة وعمرة وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله رفض العمرة أحب إلينا وقضاؤها وعليه دم " لأنه لا بد من رفض أحدهما لأن الجمع بينهما في حق المكي غير مشروع والعمرة أولى بالرفض لأنها أدنى حالا وأقل أعمالا وايسر قضاء لكونها غير مؤقتة وكذا إذا أحرم بالعمرة ثم بالحج ولم يأت بشيء من أفعال العمرة لما قلنا

(98)الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 175)

" وإذا أحصر المحرم بعدو أو أصابه مرض فمنعه من المضي جاز له التحلل " وقال الشافعي رحمه الله لا يكون الإحصار إلا بالعدو لأن التحلل بالهدي شرع في حق المحصر لتحصيل النجاة وبالإحلال ينجو من العدو لا من المرض.ولنا أن آية الإحصار وردت في الإحصار بالمرض بإجماع أهل اللغة فإنهم قالوا الإحصار بالمرض والحصر بالعدو والتحلل قبل أوانه لدفع الحرج الآتي من قبل امتداد الإحرام والحرج في الاصطبار عليه مع المرض أعظم.

(99)الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 178)

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روي عن النبي عليه الصلاة

والسلام أنه ضحى بكبشين أملحين أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية الله تعالى وشهد له بالبلاغ جعل تضحية إحدى الشاتين لأمته والعبادات أنواع مالية محضة كالزكاة وبدنية محضة كالصلاة ومركبة منهما كالحج والنيابة تجري في النوع الأول في حالتي الاختيار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب ولا تجري في النوع الثاني بحال لأن المقصود وهو إتعاب النفس لا يحصل به وتجري في النوع الثالث عند العجز للمعنى الثاني وهو المشقة بتنقيص المال ولا تجري عند القدرة لعدم إتعاب النفس والشرط العجز الدائم إلى وقت الموت لأن الحج فرض العمر وفي الحج النفل تجوز الإنابة حالة القدرة لأن باب النفل أوسع ثم ظاهر المذهب أن الحج يقع عن المحجوج عنه وبذلك تشهد الأخبار الواردة في الباب كحديث الخثعمية فإنه عليه الصلاة والسلام قال فيه " حجي عن أبيك واعتمري " وعن محمد رحمه الله أن الحج يقع عن الحاج وللآمر ثواب النفقة لأنه عبادة بدنية وعند العجز أقيم الإنفاق مقامه كالفدية في باب الصوم.

(100)الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 180)

" ومن أوصى بأن يحج عنه فأحجوا عنه رجلا فلما بلغ الكوفة مات أو سرقت نفقته وقد أنفق النصف يحج عن الميت من منزله بثلث ما بقي " وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله " وقالا يحج عنه من حيث مات الأول " فالكلام ههنا في اعتبار الثلث وفي مكان الحج أما الأول فالمذكور قول أبي حنيفة رحمه الله أما عند محمد يحج عنه بما بقي من المال المدفوع إليه إن بقي شيء وإلا بطلت الوصية اعتبارا بتعيين الموصي إذ تعيين الوصي كتعيينه وعند أبي يوسف رحمه الله يحج عنه بما بقي من الثلث الأول لأنه هو المحل لنفاذ الوصية لأبي حنيفة أن قسمة الوصي وعزله المال لا يصح إلا بالتسليم إلى الوجه الذي سماه الموصي لأنه لا خصم له ليقبض ولم يوجد التسليم إلى ذلك الوجه فصار كما إذا هلك قبل الإفراز والعزل فيحج بثلث ما بقي وأما الثاني فوجه قول أبي حنيفة رحمه الله وهو القياس أن القدر الموجود من السفر قد بطل في حق أحكام الدنيا قال

عليه الصلاة والسلام " إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث " الحديث وتنفيذ الوصية من أحكام الدنيا فبقيت الوصية من وطنه كأن لم يوجد الخروج وجه قولهما وهو الإستحسان أن سفره لم يبطل لقوله تعالى: {وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ} [النساء: 100] الآية وقال عليه الصلاة والسلام " من مات في طريق الحج كتب له حجة مبرورة في كل سنة " وإذا لم يبطل سفره اعتبرت الوصية من ذلك المكان وأصل الاختلاف في الذي يحج بنفسه وينبني على ذلك المأمور بالحج.

مزید عبارتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ عبارات بطور مثال اور نمونے کے ہیں۔

فیڈ بیک فارم

نام ________ ولدیت ________ عمر ________

تعلیم ________ پیشہ ________ ملک و شہر ________

یہ کتاب آپ کو کیسی لگی؟

____

____

____

____

کتاب کو بہتر بنانے کی تجویز

____

____

____

____

____

فیڈ بیک اس نمبر پر بھیجیں:03152145846 برائے مستورات:03450203975

صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر کیا ہے؟

آن لائن کی افادیت

انٹرنیٹ ایسا پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے کم اخراجات میں برق رفتاری سے اپنا پیغام دوسروں تک منتقل کیا جاسکتا ہے۔ انٹرنیٹ کی اس "افادیت" کو دیکھتے ہوئے "باطل" نے اس پر خوب محنت کی۔ باطل کے توڑ کے لیے بہت سی محنتیں شروع ہوئیں جن میں سے ایک چھوٹی سی کاوش "صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر" کا تعلیمی وتربیتی سلسلہ بھی ہے۔

ٹوئیٹر سروس

اس کی ابتدا اشاعت دین اور جذبۂ خیر سگالی کے تحت ٹوئیٹر میسج سروس (suffahpk) سے ہوئی تھی، پھر ویب سائٹ (www.suffahpk.com) کا قیام عمل میں آیا۔

ویب سائٹ (www.suffahpk.com) کا اعزاز

اس ویب سائٹ پر تفسیر قرآن، تحقیقات حدیث، فتاوی، جدید مالی معاملات، معاشرتی مسائل، ردالحاد، خوابوں کی تعبیر، آڈیو دروس، قصص الانبیاء، اسلام اور سائنس، بچوں کے اسلامی نام، تعلیم وتربیت اور سلامک گیلری کے عنوانات کے تحت مفید چیزیں اپ لوڈ کی گئی ہیں۔ صفہ کے اکثر کورسز کی تفصیلات بھی ویب سائٹ پر آویزاں ہیں۔ اس ویب سائٹ کی خصوصی بات یہ ہے کہ اسے حضرت مفتی رفیع عثمانی اور حضرت مفتی تقی عثمانی مد ظلہم کی طرف سے دارالعلوم کراچی کے فتاوی پوسٹ کرنے کی تحریری اجازت حاصل ہے۔ تحریری اجازت نامہ ویب سائٹ پر موجود ہے۔

متنوع کورسز

افتاء کے دس گیارہ سالہ تجربے کے بعد حضرت مفتی سعید احمد صاحب مد ظلہم کی طرف سے مدیر صفہ (یعنی مفتی انس عبد الرحیم صاحب) کو فتاوی کی تصدیق کرنے کی اجازت ملی، جس کے بعد آن لائن تخریج مسائل اور آن لائن مسائل مستورات کورس کا آغاز ہوا، کورسز کے کامیاب انعقاد کے بعد بالترتیب مسائل رجب وشعبان کورس، تجوید کورس، زکوۃ کورس، روزہ

کورس، مسائل نماز کورس، عقائد کورس، قرآنی عربی کورس، ٹائپنگ کورس، آداب تحریر کورس، ٹائم مینجمنٹ کورس، عربی لینگویج کورس، ختم نبوت ﷺ کورس، سیرت النبی ﷺ کورس، میراث کورس، رد قادیانیت سیشنز، خلاصۃ القرآن، مبادیات قرآن، قصص القرآن، اسلام اور سائنس، خوش خطی کورس، للبیوع والدیون کورس اور انگلش اسپوکن کورس وغیرہ کا آغاز کیا گیا۔ کورسز کی ایک سیریز ہے جو آہستہ آہستہ کروائے جا رہے ہیں۔ یہ کورسز مرد حضرات بھی کر سکتے ہیں اور مستورات بھی۔ اس سے قبل فقہ المعاملات کورس اور نکاح وطلاق کورس کا کامیاب انعقاد ہو چکا ہے۔ طب وصحت، فتاوی شامیہ، بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرۃ اور ذخر المتاھلین کے حوالے سے کورسز زیر غور ہے۔

فیس بک پیج

فیس بک پر ہمارا صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے نام سے تعلیمی وتربیتی پیج موجود ہے جس کے اس وقت الحمدللہ 30 ہزار سے زیادہ فالوورز ہو چکے ہیں۔ صفہ کے نئے کورسز، فتاوی جات، بامعنی اور خوب صورت اسلامک پوسٹس اور نئی اپڈیٹس سے باخبر رہنے کے لیے ہمارے پیج سے وابستہ رہیں۔

گھر بیٹھے تعلیم

خواتین کے لیے سب سے بڑا مسئلہ گھر سے باہر جاکر تعلیم حاصل کرنے کا ہوتا ہے۔ آج کے اس مصروف دور میں جہاں خواتین گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے تعلیمی وتربیتی سینٹرز کا رخ نہیں کر پاتیں، وہاں موجودہ پر فتن حالات میں عورت کے لیے گھر سے نکلنا بھی کسی خطرہ سے خالی نہیں، اس لیے ضرورت تھی خواتین کے لیے کوئی ایسا آنلائن ایجوکیشن سسٹم سامنے لانے کی، جس سے خواتین گھر بیٹھے استفادہ کر سکیں۔ اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کے لیے آن لائن کلاسز کا افتتاح کیا گیا۔ تمام کلاسز میں معلمات ہی درس دیتی ہیں۔ آواز کے پردے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ نمازوں کی پابندی کرائی جاتی ہے۔ کچھ کورسز فیس کے ساتھ ہیں، کچھ فری۔ جن کی فیس ہے ان میں بھی رعایت کا آپشن ہر وقت موجود رہتا ہے۔ ظاہر ہے مرد حضرات کو بھی اس سہولت سے استفادہ کرنا چاہیے۔

یوٹیوب چینل

کچھ عرصہ پہلے یوٹیوب پر (suffahpk) نامی چینل لانچ کیا گیا ہے جس میں بہت سے سنجیدہ علمی ہیں۔ خلاصہ قرآن، دروس زکوۃ، تجوید کورس، ختم نبوت کورس، دروس اصول افتاء اور دیگر مفید آڈیوز اس چینل پر موجود ہیں۔ امید ہے کہ قارئین استفادہ کریں گے۔

خدمت خلق

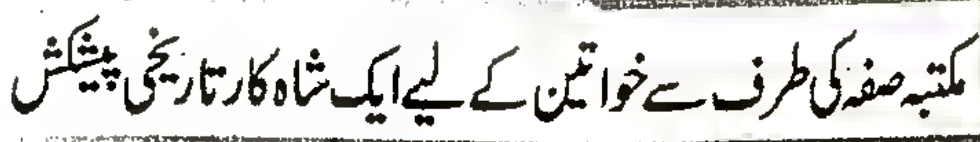
کرونا بحران کے دوران صفہ نے اپنے اور متعلقین صفہ کے اوقات کو قیمتی بناتے ہوئے متعدد فری کورسز کا اجرا کیا جس کا مقصد معروضی وبائی حالات میں مخلوق کو اللہ تعالی سے جوڑنا تھا۔ تربیت اخلاق کورس، سورۃ الکہف اور نشر الطیب کے اسباق پر مشتمل کورسز؛ اسی مقصد کے لیے مرتب کیے گئے۔ کرونا بحران کے دوران صفہ نے تقریبا 1000 کرونا متاثرین کو راشن فراہم کیا۔ عید الاضحی کے موقع پر لگ بھگ 200 قربانیاں غریب گھرانوں اور مدارس کے طلبہ میں تقسیم کی گئیں۔

آن لائن کتب خریداری

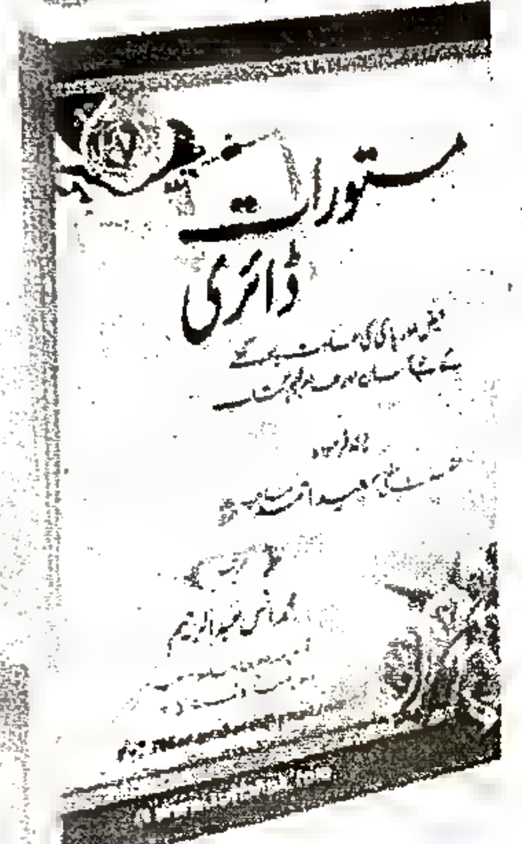
کتب خانے کا قیام شروع سے ادارے کے مقاصد میں سے تھا۔ کتب خانہ کا قیام اکثر اکابر امت کا طریقہ رہا ہے؛ کیونکہ یہ رزق حلال کے ساتھ ساتھ اشاعت دین کا بھی ذریعہ ہے۔ ہماری پہلی کاوش مستورات ڈائری ہے۔ دوسری تلخیص ہدایہ ثانی۔ تیسری رجب وشعبان کورس اور اب یہ چوتھی کتاب ہے جو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے بعد صفہ کے تمام کورسز جو فی الحال فوٹو کاپی کی صورت میں دستیاب ہیں، توفیق خداوندی سے آہستہ آہستہ شائع ہوں گے۔ صفہ کورسز فوٹو کاپی کی شکل میں کسی کو مطلوب ہوں تو رابطہ کر سکتا ہے۔ صفہ کتب خانہ سے آپ تمام دینی کتب گھر بیٹھے منگوا سکتے ہیں۔ گابا اور سندھ ٹیکسٹ بورڈ کی کتابیں بھی آپ کو مل جائیں گی۔ مکتب کے لیے نورانی قاعدے، اقراء قاعدے، قاعدہ جمعیت تعلیم القرآن، قرآن پاک، شادی میں دینے والے قرآن، وظائف، دعاؤں کی کتابیں بھی دستیاب ہیں۔

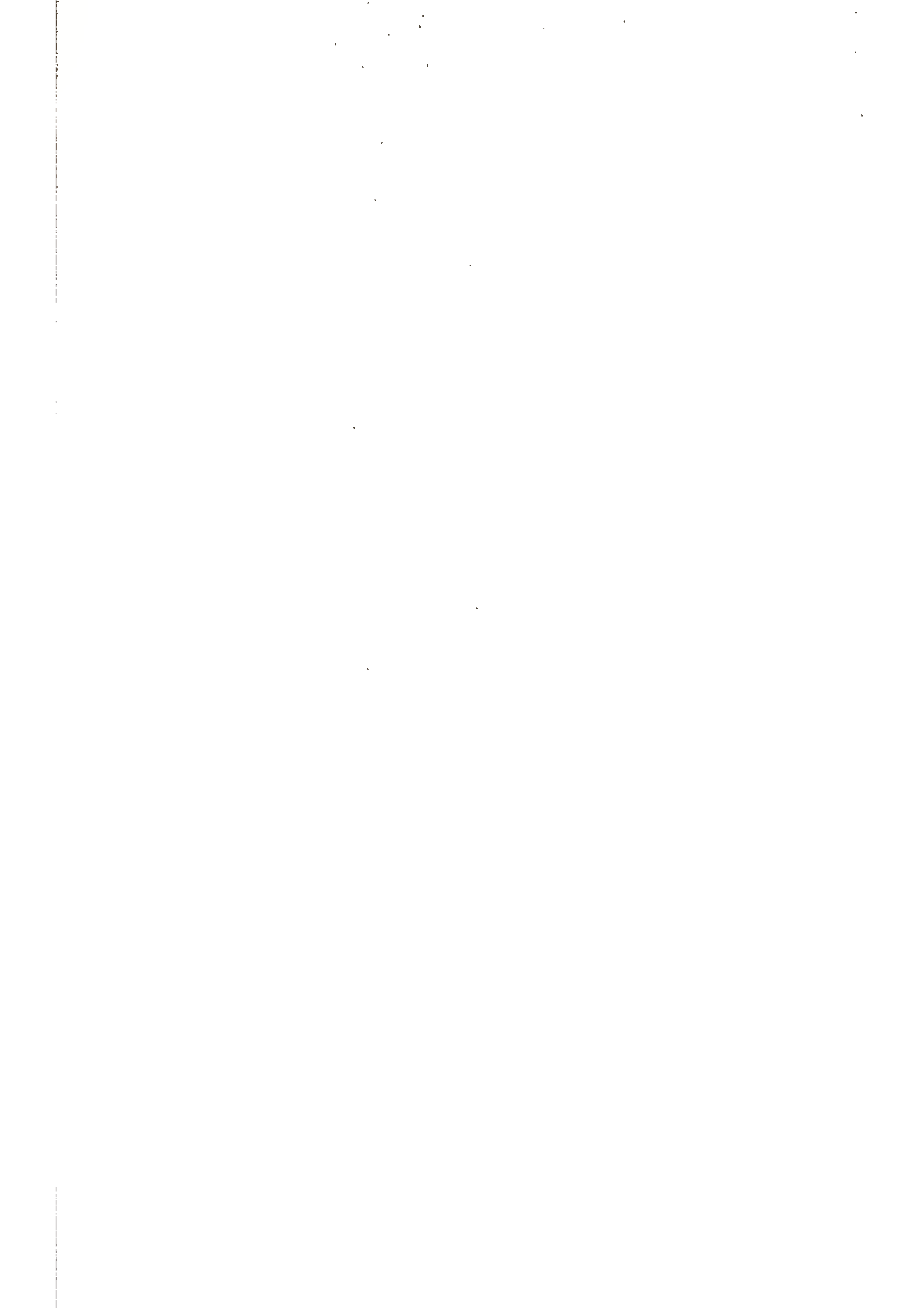
تجاویز اور مصنف سے رابطے کے لیے:

برائے مرد حضرات: 03152145846 برائے مستورات: 03450203975


مکتبہ صفہ کی طرف سے خواتین کے لیے ایک شاہکار تاریخی پیشکش


مستورات ڈائری


مستورات ڈائری



مطبوعات صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر

فقہ المعاملات کورس	مسائل مستورات لیول 1
مسائل مستورات مکمل	مستورات ڈائری
روزہ کورس	زکوۃ کے دس اسباق
حج وعمرہ کورس	عشرۂ ذی الحج اور قربانی
زکوۃ کورس سینئرز	بیسک قواعد فقہ
آسان میراث	مبادیات قرآن کورس
اردو تحریر قواعد ورموز	تلخیص ہدایہ ثانی
اصول افتاء مع تمارین	گلدستۂ قرآن
رجب وشعبان کورس	نکاح وطلاق کورس
طہارت ونماز کورس	سیرت النبی کورس
ختم نبوت کورس	تربیت واخلاق کورس
قواعد فقہ	اسلام اور سائنس

احناف کے اصول حدیث

ہوم ڈلیوری اور کوریئر کی سہولت موجود ہے۔

برائے مرد حضرات: 03152145846

برائے مستورات: 03450203975

صفہ اسلامک ریسرچ سینٹر

www.suffahpk.com

Zia Printer: 0313-2331227